

سالانہ رپورٹ
2010-2011ء
جلد اول

معیشہ کا جائزہ



بینک دولت پاکستان

ترتیب

باب		
1	اقتصادی صورتحال	
1	1.1 عمومی جائزہ	
5	1.2 عالمی معاشی حالات	
8	1.3 مستقبل کے امکانات	
2	مجموعی رسد	
11	2.1 عمومی جائزہ	
11	2.2 زراعت	
17	2.3 بڑے پیمانے کی اشیا سازی	
20	2.4 خدمات	
3	توانائی	
27	3.1 عمومی جائزہ	
28	3.2 بجلی	
31	3.2.1 گردشی قرضہ	
34	3.3 توانائی کی بنیادی رسد	
34	3.3.1 پین بجلی	
35	3.3.2 خام تیل	
37	3.3.3 قدرتی گیس	
41	3.3.4 کوئلہ	
42	3.4 پیٹرولیم مصنوعات	
4	مجموعی طلب	
47	4.1 عمومی جائزہ	
47	4.2 پیداواری فرق	
49	4.3 مجموعی طلب کے اجزائے ترکیبی	
49	4.3.1 صرف	
50	4.3.2 سرمایہ کاری	

	5	گرائی اور زری پالیسی
55	5.1	عمومی جائزہ
58	5.2	گرائی
61	5.3	زری مجموعوں میں رد و بدل
61	5.3.1	خالص بیرونی اثاثے
62	5.3.2	خالص ملکی اثاثے
64	5.4	نجی شعبے کا قرضہ
	6	مالیاتی پالیسی
71	6.1	عمومی جائزہ
72	6.2	مالیاتی کارروائیوں کی اہم خصوصیات
73	6.3	محاصل
76	6.4	اخراجات
77	6.5	صوبائی مالیاتی کارروائیاں
78	6.6	مالیاتی ذمہ داریوں کی صوبوں کو منتقلی
	7	ملکی بیرونی قرضہ
81	7.1	عمومی جائزہ
84	7.2	ملکی قرضہ
85	7.2.1	وسط تا طویل مدتی ملکی قرضے
85	7.2.2	غیر فنڈ قرضے
87	7.2.3	ملکی قرضے پر سودی ادائیگیاں
87	7.3	غیر ملکی قرضہ و واجبات
87	7.3.1	بیرونی قرضے و واجبات کی پائیداری
90	7.3.2	بیرونی قرضے کی واپسی
	8	ادائیگیوں کا توازن
93	8.1	عمومی جائزہ
94	8.2	جاری حسابات کا توازن
94	8.2.1	تجارتی کھاتہ
95	8.2.2	نادیدہ کھاتہ
96	8.3	مالی کھاتہ
100	8.4	تجارتی کھاتہ
101	8.4.1	برآمدات
104	8.4.2	درآمدات

107	ٹیکسٹائل	9.1
111	کھاد	9.2
114	گاڑیوں کی صنعت	9.3
118	تعمیرات اور عمارتی خام مال	9.4
118	عمارتی خام مال کی قلت	9.4.1
120	فٹڈز کے حصول کی جدوجہد	9.4.2

باکسز

4	باکس 1.1: نظم و نسق
14	باکس 2.1: پاکستان میں بی ٹی کپاس
16	باکس 2.2: سندھ میں حالیہ سیلاب اور زراعت پر اس کے اثرات
21	باکس 2.3: معاشی ترقی کے مختلف مراحل میں شعبہ خدمات کی اہمیت
23	باکس 2.4: پاکستان اور بھارت کی ریلویز کا موازنہ
24	باکس 2.5: فضائی کمپنی کی صنعت
37	باکس 3.1: پاکستان میں ری فائننگ کا شعبہ
40	باکس 3.2: قدرتی گیس کی درآمد کے منصوبے
44	باکس 3.3: خام تیل اور پیٹرولیم مصنوعات کی درآمد کا انفراسٹرکچر
53	باکس 4.1: آمدنی کی تقسیم اور صرف کار حجان
69	باکس 5.1: قیمت اشاریوں کی نئی اساس
113	باکس 9.1: زراعت کی ترسیل کا نقص سے بھرپور طریقہ کار
119	باکس 9.2: کیا بلند لاگت تعمیرات کے شعبے کو متاثر کرتی ہے؟

بینک دولت پاکستان

کراچی

نامہ ترسیل

19 دسمبر 2011ء

محترم چیئرمین،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 9 اے (ایف) کے تحت، معیشت کی کیفیت سے متعلق اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 2010-11ء پیش خدمت ہے۔

آپ کا مخلص

(یاسین انور)

گورنر

جناب فاروق ایچ نائیک

چیئرمین

سینیٹ

اسلام آباد

بینک دولت پاکستان

کراچی

نامہ ترسیل

19 دسمبر 2011ء

محترمہ اسپیکر صاحبہ،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 19(ایف) کے تحت، معیشت کی کیفیت سے متعلق اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 2010-11ء پیش خدمت ہے۔

آپ کا مخلص

(یاسین انور)

گورنر

ڈاکٹر فہمیدہ مرزا

اسپیکر

قومی اسمبلی

اسلام آباد

مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز

گورنر و چیئرمین	جناب یاسین انور
رکن	ڈاکٹر وقار مسعود خان
رکن	جناب ظفر اے خان
رکن	مرزا قمر بیگ
رکن	جناب اسد عمر
رکن	جناب وقار اے ملک
کارپوریٹ سیکرٹری	محترمہ سحر بابر

اظہارِ تشکر

اس رپورٹ کی تیاری میں ڈاکٹر مشتاق علی خان اور بینک دولت پاکستان کے شعبہ معاشی پالیسی جائزہ کے افسران کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔

منتظمین مطبوعہ:

محمد فاروق عاربی اور محمود الحسن خان

تجزیہ:

اسما خالد (شعبہ وار جائزہ: ٹیکسٹائل)، بلال خان (شعبہ وار جائزہ: گاڑیاں)، فرخ عباس مرزا (نچی شعبے کا قرضہ)، فاطمہ خالق (زری شعبہ)، محمود الحسن خان (زری پالیسی اور قرضہ)، محب کمال اعظمی (توازن ادائیگی)، محمد اکمل (تجارت)، محمد فاروق عاربی (مجموعی طلب اور مالیات)، محمد زبیب (مالیات)، مشتاق اے خان (عالمی معاشی حالات)، صباحت (زری مجموعے)، سید عزیز علی (قیمتیں اور شعبہ وار جائزہ: کھاد)، سید قمر حسین (پٹرولیم مصنوعات)، سید ساجد علی (مجموعی رسد)، سید ذوالقرنین حسین (جاری اور مالی حسابات)، تمکنت رؤف (بڑے پیمانے کی اشیا سازی اور شعبہ وار جائزہ: تعمیرات)، توصیف حسین (شرح مبادلہ) اور وسیم فضل الرحمن (سرمایہ کاری)۔

تبصرے اور سوالات کے لیے: annual.report@sbp.org.pk

ترجمہ ٹیم

نگراں

سہیل انجم

suhail.anjum@sbp.org.pk

مترجمین

شجاعت علی

shujat.ali@sbp.org.pk

منصور احمد

mansoor.ahmed1@sbp.org.pk

عالیہ عطا کریم

alia8@sbp.org.pk

نجیب اقبال صدیقی

najeeb.iqbal@sbp.org.pk

ترجمین و آرائش

ذیشان سلیمان

zeeshan.suleman@sbp.org.pk

1 اقتصادی صورتحال

1.1 عمومی جائزہ

مالی سال 2011ء کے ابتدائی حصے میں تباہ کن سیلاب کے باوجود پاکستانی معیشت 2.4 فیصد نمو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ ملک کے اہم زرعی علاقے کا بیس فیصد زیر آب آ گیا جس سے پیداواری عمل میں رکاوٹ ہوئی اور بعد میں لیبر اور سرمائے دونوں کی فراہمی میں قفل آ یا۔ تخمینے کے مطابق پاکستان کی محنت کش افرادی قوت میں 66 لاکھ افراد دو سے تین مہینے تک بیروزگار رہے اور 2.6 ارب ڈالر (جی ڈی پی کا 1.2 فیصد) کا سرمائے کا اسٹاک ضائع ہوا۔¹

اس تباہی پر بین الاقوامی رد عمل توقعات سے کم تھا مگر یہ بات قابل تعریف ہے کہ حکومت کئی مالیاتی مشکلات کے باوجود ان چیلنجوں سے نمٹنے میں کامیاب رہی۔² مزید برآں شعبہ زراعت کی اندرونی پلک کی بنا پر بیج میں گندم کی زبردست فصل ہوئی اور چھوٹی فصلوں (جیسے آلو، پیاز، دالوں وغیرہ) کی بھی اچھی خاصی پیداوار ہوئی جس سے بحالی میں مدد ملی۔ سماجی کاوشوں اور حکومتی اعانت سے سیلاب کے متاثرین کو نقد کے علاوہ اور مفت بیجوں اور کھاد کی شکل میں امداد ملی جس سے ملک اس قدر قری آفت پر قابو پاسکا۔

بہر حال 2010ء کا سیلاب پاکستان کی معیشت کی ساختی خامیوں کو نہیں چھپا سکتا۔ سہولت کی خاطر ہم چار باہم مربوط مسائل کی نشاندہی کریں گے جن پر پالیسی سازوں کی فوری توجہ درکار ہے، اگر پاکستان کو موجودہ کیفیت سے نکلنا ہے۔ سب سے پہلا مالیاتی مسئلہ ہے خصوصاً ٹیکس محاصل کا فقدان۔ اس کے بعد ملکی قرضے پر مالیاتی اہداف کی خلاف ورزیوں کے اثرات اور نجی شعبے کے لیے قرضے کی گنجائش نہ رہ جانے کے مسائل ہیں، پھر بجلی کی شدید قلت اور آخر میں بیرونی شعبہ۔

حقیقی پیداوار کا شعبہ

اگرچہ شعبہ زراعت سیلاب پر قابو پا کر 1.2 فیصد حقیقی شرح نمو (جو مالی سال 10ء سے دگنی ہے) حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تاہم ایشیا سازی کے شعبے کو سنگین دھچکا لگا۔ م 11ء میں سیلاب کی وجہ سے سلسلہ رسد میں رکاوٹ، بجلی کی طویل بندش اور گیس کی فراہمی میں کمی کی بنا پر صنعتی نمو منفی 0.1 فیصد تھی۔ دوسری جانب شعبہ خدمات نے سرکاری تنخواہوں

جدول 1.1: حقیقی جی ڈی پی نمو (فیصد)					
پاکستان	بھارت	سری لنکا	بنگلہ دیش	پاکستان	
2005ء	11.3	9.0	6.2	6.3	9.0
2006ء	12.7	9.5	7.7	6.5	5.8
2007ء	14.2	10.0	6.8	6.3	6.8
2008ء	9.6	6.2	6.0	6.0	3.7
2009ء	9.2	6.8	3.5	5.9	1.7
2010ء	10.3	10.1	8.0	6.4	3.8
2011ء	9.5	7.8	7.0	6.3	2.4*
ع: عبوری					
* پاکستان اقتصادی سروے سے لی گئی اصل نمو۔					
ماخذ: آئی ایم ایف، ڈبلیو ای او، ستمبر 2011ء					

اور دفاعی اخراجات میں اضافے کی وجہ سے نمو کو سہارا دیا۔ م 11ء میں خدمات کی مجموعی نمو 4.1 فیصد رہی جو 4.7 فیصد کے ہدف سے کم تھی لیکن پھر بھی حقیقی جی ڈی پی نمو میں اس نے 90 فیصد حصہ ڈالا۔ بہر کیف جنوبی ایشیا میں اپنے ہمسایوں کے مقابلے میں پاکستان کی کارکردگی ناقص رہی (جدول 1.1)۔ ملکی اور عالمی عوامل دونوں ذمہ دار ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ملکی مسائل زیادہ فیصلہ کن اور مزمن ہوتے ہیں۔ ان میں معینہ سرمایہ کاری کا خاتمہ، توانائی کی شدید قلت، شہروں میں تشدد اور لاقانونیت، ناقص طبعی انفراسٹرکچر اور اداروں کی خستہ حالی شامل ہیں۔³ معینہ سرمایہ کاری کے مسئلے پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں سرمایہ کاری کی شرح م 11ء میں صرف 13.4 فیصد تھی جو م 74ء سے اب تک پست ترین سطح ہے۔⁴ چونکہ یہ معاشی نمو اور

¹ سیلاب سے 2 کروڑ سے زائد افراد بے گھر ہو گئے۔ لیبر فورس کی شرکت کی شرح کو 33 فیصد لیا جائے تو بے گھر ہونے والی ورک فورس کی تعداد 66 لاکھ بنتی ہے۔ سرکاری اور رہائشی عمارات، کاروباری تعمیرات اور مواد، سڑکوں اور ریل کی گذرگاہوں سمیت کیوٹل اسٹاک کو ہونے والے نقصان کا تخمینہ 2.6 ارب ڈالر لگایا گیا ہے (بکس، ایم جے اور برٹن، ایم ایل، 2010ء)، پریٹیمیری ڈیجیٹل ایسٹیمیٹس فار پاکستانی فلڈ ایفکٹس، 2010ء، سینٹر فار بزنس اینڈ اکاؤنٹنٹس ریسرچ، بال اسٹیٹ یونیورسٹی)۔

² تاہم آئی ایم ایف نے پاکستان کی درخواست پر اپنی 'ایمرجنسی فنڈل ڈزاسٹری اسٹینس' کے تحت 45 کروڑ 30 لاکھ ڈالر فراہم کیے۔

³ اداروں کی کمزوری کا سبب میرٹ پر تفریباں نہ ہونا، مسلسل تاوے اور پوسٹنگز، اہم اداروں کے سربراہوں کا جلدی جلدی تبدیل ہونا اور سرکاری اداروں کے کام میں بیرونی مداخلتیں ہیں۔

⁴ اس مسئلے پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے چوتھا باب۔

جدول 1.2: منتخب معاشی اظہاریے					
م 11ء					
اصل	اہداف	م 10ء	م 09ء	م 08ء	
فیصد نمو					
2.4	4.5	3.8	1.7	3.7	حقیقی جی ڈی پی (عامل لاگت پر)
1.2	3.8	0.6	4.0	1.0	زراعت
1.0	4.9	4.9	-8.1	4.0	بڑے پیمانے کی اشیا سازی
4.1	4.7	2.9	1.7	6.0	خدمات
13.9	9.5	11.7	20.8	12.0	صادرات (م 01ء = 100)
17.8		13.2	22.7	14.2	حساس قیمت اظہاریہ (م 01ء = 100)
15.9		12.5	9.6	15.4	زری اثاثے (زر)
4.0		3.9	0.6	16.5	نئی شعبے کا قرضہ
28.6		9.1	-7.2	12.2	برآمدات (ایف او بی)
16.4		-0.3	-12.9	30.9	درآمدات (سی آئی ایف)
ملین امریکی ڈالر					
11,201.0		8,905.9	7,811.4	6,451.2	ترسیلات
18,243.8		16,750.4	12,425.2	11,398.7	سرکاری سہا زرمبادلہ کے ذخائر
فیصد جی ڈی پی					
13.4	15.4	15.4	18.2	22.1	کل سرمایہ کاری
13.6	13.2	13.1	12.5	13.6	قوی بچت
12.5	15.2	13.8	13.2	13.7	مجموعی حاصل
9.4	11.0	10.0	9.8	9.9	نگس حاصل
16.1	14.8	13.6	12.9	14.8	جاری اخراجات
2.8	4.3	2.1	1.9	2.5	ترقیاتی اخراجات
6.6	4.0	6.3	5.3	7.6	بجٹ خسارہ
0.1		-2.2	-5.7	-8.5	جاری حسابات کا توازن
60.9		62.2	61.6	60.7	سرکاری قرضہ
33.3		31.4	30.3	32.0	ملکی قرضہ
28.2		31.6	32.6	29.9	بیرونی قرضہ
1.2		1.5	0.8	0.9	بیرونی واجبات

روزگار کا اولین اظہاریہ ہے اس لیے غیر یقینی کاروباری ماحول (قرضوں کی طلب) اور بینکوں کی جانب سے قرضے دینے میں پس و پیش (رشد) مشترکہ طور پر اس صورتحال کا سبب ہیں۔ اگر پاکستان کی معیشت کو آگے بڑھنا ہے تو آئندہ پالیسی سازوں کو ان مبادیات پر توجہ دینا ہوگی۔

مالیات

م 11ء میں پاکستان کی مالیاتی پوزیشن دباؤ میں رہی اور جی ڈی پی کے 6.6 فیصد کے مساوی بجٹ خسارہ ہوا جبکہ ہدف 4.0 فیصد تھا (جدول 1.2)۔⁵ اس اضافے کا سبب جزوی طور پر سیلاب ہو سکتا ہے تاہم اصل مسئلہ حکومت کا مالیاتی اصلاحات پر عملدرآمد سے اور بعض صورتوں میں تو ضروری قانون سازی کرنے سے بھی قاصر رہنا ہے۔⁶

⁵ اس میں گردش قرضے ادا کرنے کی ادائیگی شامل ہے۔

⁶ م 11ء کے آغاز پر حکومت نے سال کے دوران ویلیو ایڈڈ ٹیکس (وی اے ٹی) نافذ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ تاہم اس میں تاخیر اور بعض پارلیمنٹری ممبران کی مخالفت کے بعد اسے ریفرنڈم میں لے کر آجائے گا۔ آر جی ایس ٹی م 11ء کی دوسری نشست میں تیار ہوا اور سمیٹ اور قومی اسمبلی دونوں کی مجلس ہائے قائمہ نے منظور کیا۔ مئی 2011ء میں قومی اسمبلی میں آر جی ایس ٹی بل پیش کیا گیا لیکن تب سے اب تک مزید کارروائی نہیں ہوئی۔

آر جی ایس ٹی کا نفاذ، زراعت اور خدمات کی انکم ٹیکس نیٹ میں شمولیت، مرحلہ وار زراعت کا خاتمہ اور گھائے میں جانے والے سرکاری اداروں کی تشکیل نو کو یا تو مؤخر کیا گیا یا پھر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ عارضی نوعیت کے اقدامات جیسے انکم ٹیکس پراسچارج اور وفاقی ایکسائز ڈیوٹی میں اضافہ ضروری اصلاحات کا متبادل نہ تھے۔ ان اقدامات سے موجودہ ٹیکس گزاروں پر مزید بوجھ پڑ گیا جس سے انہیں ٹیکس نیٹ سے نکلنے کی ترغیب مل سکتی تھی۔ 17 کھرب روپے کے ٹیکس محاصل جمع ہوئے جو سالانہ ہدف سے 160 ارب روپے کم تھے۔ ٹیکسوں میں سال بسال اضافہ نامیہ جی ڈی پی (جو ٹیکسیشن کی اساس ہے) تک کا ساتھ نہ دے سکا، یعنی ٹیکس محاصل حقیقی اعتبار سے کم ہو گئے۔

مثبت امر یہ ہے کہ حکومت م 10ء کے مقابلے میں اپنے اخراجات قابو میں رکھنے میں کامیاب رہی۔ م 11ء میں بجٹ اخراجات جی ڈی پی کے 18.9 فیصد تھے جبکہ پچھلے سال 20.5 فیصد رہے تھے۔ یہ صورتحال مثبت تو ہے تاہم تفصیلات میں جائیں تو احتیاط لازم ہے۔ اول، سرکاری شعبے کے ترقیاتی اخراجات متاثرین سیلاب کی آباد کاری اور زرعی سرگرمیاں بحال کرنے کے لیے استعمال کیے گئے۔ ہماری رائے میں ترقیاتی اخراجات میں زیادہ کمی معین سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کرتی رہے گی جس سے آئندہ نمو کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ دوم، وفاقی زراعت بجٹ میں درج رقم سے تین گنا تھی جس سے یہ ظاہر ہے کہ وسائل صحیح طور پر مختص نہیں کیے جا رہے۔ آخراً، گھائے میں جانے والے سرکاری شعبے کے کاروباری ادارے محدود مالیاتی وسائل کو نچوڑ رہے ہیں۔ پاکستان ریلوے، پی آئی اے اور پاکستان اسٹیل اس بات کی کلاسیکی مثالیں ہیں کہ ناقص نظم و نسق سے معیشت کو کتنا بھاری نقصان پہنچتا ہے (باب 2 میں دیکھئے باکسر 2.4 اور 2.5)۔

ملکی قرضہ اور نجی شعبے کے لیے گنجائش کا فقدان

بھاری مالیاتی خسارے نے براہ پاکستان کے قرضے کے بوجھ پر اثر ڈالا اور سرکاری قرض اور واجبات (مجموعی خسارے) کا اسٹاک م 11ء میں 1763 ارب روپے بڑھ کر 110 کھرب روپے (جی ڈی پی کا 60.9 فیصد) ہو گیا۔ پچھلے مالی سال میں حکومتی محاصل کا 32.8 فیصد صرف سودی ادائیگیاں تھیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ معاشی نمونہ کو فروغ دینے کے لیے مالیاتی پالیسی استعمال کرنے کی حکومتی اہلیت مزید گھٹ گئی۔

تاہم پاکستان کا بیرونی قرضہ مناسب ہے خصوصاً یوروزون کو درپیش شدید مسائل کے تناظر میں۔ م 11ء کے دوران زیادہ تر اضافہ کرنسی کی باز قدر پیمائی کی بنا پر ہوا کیونکہ دوسری سخت کرنسیوں کے مقابلے میں ڈالر کی قیمت گر گئی۔ م 11ء کے دوران پاکستان کو جو رقم ملیں وہ زیادہ تر بیرونی قرضوں کی واپسی میں استعمال ہوئیں۔

مالیاتی قرضہ کی مالکاری دشوار تھی اور ابھی تک ہے۔ آئی ایم ایف کے اسٹینڈ بائی اریج منٹ (SBA) کے تعطل کے بعد بیرون ملک سے رقم کی آمد کم ہو چکی ہے اس لیے حکومت کے پاس ملکی وسائل پر انحصار کرنے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ م 11ء کے دوران حکومت نے ملکی وسائل سے 11 کھرب روپے قرض لیے جو مالیاتی خسارے کے 91.0 فیصد کا باعث بنے۔ ملکی وسائل کے اندر کمرشل بینکوں پر اس قدر انحصار سے نہ صرف نجی شعبے کے لیے قرضے کی گنجائش ختم ہو گئی بلکہ زری انتظام میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں کیونکہ بینکوں نے اپنی اضافی سیالیت کے لیے قلیل مدتی ٹی بلز پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی شروع کر دی۔

نتیجتاً نجی شعبے کا قرضہ م 11ء میں صرف 4.0 فیصد بڑھا جبکہ کمرشل بینکوں سے حکومتی قرض میں 74.5 فیصد اضافہ ہوا۔ ہمارے خیال میں چونکہ کمرشل بینک حکومت کو پرکشش شرح سے قرضے دے رہے تھے اس لیے نجی کاروبار کو رقم دینے کے لیے ترغیب نہیں رہی۔ کمرشل بینکوں کو اس میں فائدہ نظر آیا کیونکہ سرکاری تسکات خطرے سے خالی ہوتی ہیں اور خطرہ قرض کے لیے کسی سرمائے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بہر کیف یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نجی شعبے کے قرضے کی طلب بھی کم تھی کیونکہ قرض گیری صرف جاریہ اخراجات تک محدود تھی اور معین سرمایہ کاری میں کوئی دلچسپی دکھائی نہیں دی۔

برق منستی سے گنجائش کا یہ خاتمہ متوقع تھا کیونکہ حکومت نے م 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران گرانی مرکزی بینک کی مالکاری گریز اختیار کیا۔ گرانی کی توقعات سے نمٹنے کے لیے کمرشل بینکوں کی مالکاری کی جانب رخ کرنا ضروری تھا کیونکہ اسٹیٹ بینک اور وزارت خزانہ کے درمیان (2010ء کے اواخر میں) یہ طے پایا تھا کہ حکومتی قرض ستمبر 2010ء کی سطح سے نیچے رکھا جائے۔ تاہم م 11ء کی پہلی ششماہی میں مرکزی بینک کی مالکاری کے مؤثر اثر نے سال بھر گرانی کے دباؤ کو بلند رکھا۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ سیلاب کے اثرات اور اجناس کے عالمی نرخوں سمیت رسدی عوامل کی بنا پر خوردہ قیمتیں بھی بڑھ گئیں۔ خاص طور پر غذائی گرانی متاثر ہوئی جس میں ستمبر

2010ء میں 21.3 فیصد سال بسال اضافہ ہوا جبکہ ایک سال قبل اسی مہینے یہ گرانہ 10.4 فیصد تھی۔ م س 11ء کی پہلی ششماہی کے دوران غذائی گرانہ تقریباً 19 فیصد رہی۔ چونکہ عمومی گرانہ بلحاظ صارف اشاریہ قیمت بھی تمام سال دو ہندسی رہی (اس سال کے لیے اس کی اوسط 13.7 فیصد تھی⁷)، اس لیے اسٹیٹ بینک نے زری سختی اختیار کی اور پالیسی ریٹ کو آخر م س 10ء میں 12.5 فیصد سے بڑھا کر نومبر 2010ء میں 14.0 فیصد کر دیا۔ م س 11ء کی بقیہ مدت کے دوران پالیسی ریٹ برقرار رکھا گیا۔

توانائی

چونکہ پیداوار میں توانائی کلیدی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے زیر نظر سالانہ رپورٹ میں پاکستان میں توانائی کی قلت کے جائزے کے لیے ایک پورا باب مختص کیا گیا ہے۔⁸ منصوبہ کمیشن کے تخمینوں میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ بجلی کی بندش کی وجہ سے جی ڈی پی کا تقریباً 3 سے 4 فیصد زیاں ہوا ہے اور اشیا سازی کے شعبے پر سب سے زیادہ اثر پڑا ہے۔ توانائی کی کمی سے نمٹنے کے لیے حکومت نے تین اقدامات کیے: (1) بجلی کی پیداوار بڑھانے کے لیے رینٹل پاور پراجیکٹس کا آغاز کیا گیا، (2) اداروں کے مابین گردش قرضے کے مسئلے کو، جو توانائی کے پیداوار میں رکاوٹ بن رہا تھا، حل کرنے کے لیے حکومت نے 120 ارب روپے جاری کیے، اور (3) پیداوار کی بلند لاگت کو منتقل کرنے کے لیے بجلی کے نرخوں میں اضافہ کیا گیا۔ ان اقدامات کے باوجود مجموعی صورتحال زیادہ تر بدستور رہی۔

بکس 1.1: نظم و نسق کی کیا ہے؟

نظم و نسق یا گورننس ان روایات اور اداروں پر مشتمل ہوتی ہے جس کے ذریعے کسی ملک میں اختیارات استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس میں حکومتوں کے انتخاب، گرانہ اور ہٹانے جانے کا عمل، مؤثر طور پر مناسب پالیسیاں تشکیل دینے اور نافذ کرنے کی حکومت استعداد اور معاشی و معاشرتی تانے بانے سے متعلق اداروں کے لیے شہریوں اور ریاست کا احترام شامل ہے۔

عالمی بینک 200 سے زائد مہشتوں کے لیے نظم و نسق کے چھ اظہارے تیار کرتا ہے جو یہ ہیں: (1) اظہار کا حق اور محاسبہ، (2) سیاسی استحکام اور تشدد کی عدم موجودگی، (3) حکومت کا با اثر ہونا، (4) خدو ابط کا معیار، (5) قانون کی حکمرانی، اور (6) بدعنوانی پر کنٹرول۔

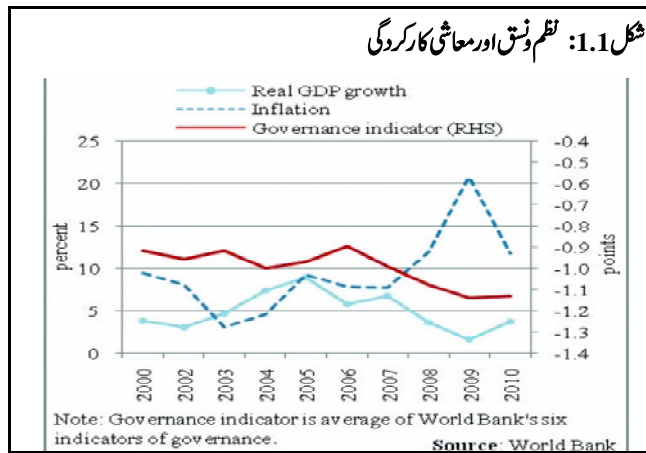
عالمی بینک [http://info.worldbank.org/governance/wgi/index.asp]

نظم و نسق

حتمی تجزیے میں تمام مذکورہ معاشی مسائل کا تانا ناقص نظم و نسق سے جوڑا جاسکتا ہے (بکس 1.1)۔ معاشی پالیسیاں بے اثر رہتی ہیں تا وقتیکہ ساتھ ہی ادارے بھی مضبوط نہ ہوں اور دیگر سرکاری پالیسیوں سے ہم آہنگ نہ ہوں۔¹⁰

مختلف ممالک کے تقابل سے ظاہر ہے کہ حکومت کی ہر سطح پر ادارہ جاتی کمزوریاں، عدلیہ، سول سروسز، قانون نافذ کرنے والے ادارے، ضوابطی ادارے اور گرانہ و احتساب کی ایجنسیاں ناقص معاشی نمو کی براہ راست ذمہ دار ہوتی ہیں۔¹¹ یہ ادارے مل کر کسی معیشت کے نظم و نسق کا ڈھانچہ ہوتے ہیں۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، حالیہ برسوں میں نظم و نسق کے بیشتر اظہارے



⁷ گرانہ کے یہ اعداد و شمار صارف اشاریہ قیمت کے سنے ڈیٹا (م س 08=100) پر مبنی ہیں اور غذائی گرانہ ان تین گروپوں کے اشاریوں کے ہ وزن اوسط سے نکالی گئی ہے: (الف) غذا اور غیر الکھک مشروبات، (ب) الکھک مشروبات اور تباکو، اور (ج) ریسٹوران اور ہوٹل۔

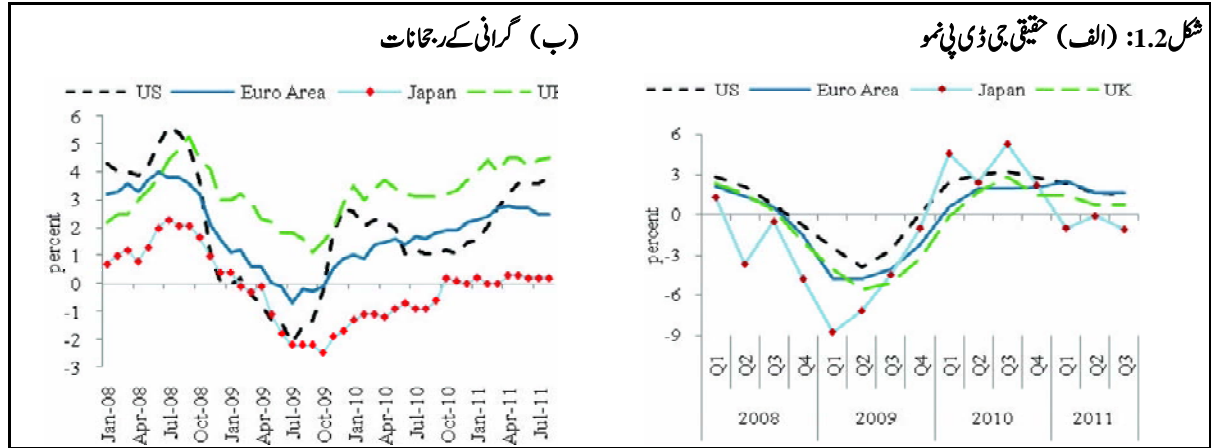
⁸ دیکھئے تیسرا باب۔

⁹ اگر بجلی ساز کمپنیوں کا جائزہ لیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ استعداد کا استعمال تعصیب شدہ استعداد کے 50 سے 60 فیصد تک ہو سکتا ہے۔

¹⁰ ہال، آری اور آئی جوز (1999ء)، "Why Do Some Countries Produce So Much More Output per Worker than Others?" کوآرڈرلی جرنل آف اکنامکس، 1: 114۔

¹¹ منصوبہ بندی کمیشن پاکستان (2011ء)، سالانہ منصوبہ 2011-12ء، پہلا باب، صفحہ 3۔

کنزور پڑے ہیں (شکل 1.1)۔¹² اداروں کی کمزوریوں نے کاروباری ماحول کو بھی خراب کیا ہے۔ عالمی بینک کی جاری کردہ حالیہ تحقیق میں 183 ملکوں میں کاروبار کرنے کی آسانی کا جائزہ لیا گیا۔ اس میں پاکستان کا نمبر 96 سے کم کر کے 105 ہو گیا۔ جو اس مخصوص پیمانے مقرر کیے گئے تھے ان میں پاکستان کی کارکردگی بجلی کی دستیابی (166 ویں نمبر پر)؛ عملانگس ادا کرنے والے شہریوں (158 ویں نمبر پر) کے حوالے سے ناقص رہی۔¹³ پاکستان کی سیاسی قیادت کو چاہیے کہ زوال کو روکنے کے لیے معتبر اقدامات کرے۔



1.2 عالمی معاشی حالات

اس دستاویز کی تیاری کے وقت عالمی معیشت ایک اور کساد بازاری کے دہانے پر ہے۔ یہ کساد بازاری سب پرائم مارکیٹ بحران سے بھی زیادہ شدید ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا اصل سبب ناپائیدار خسارے پورے کرنے کے لیے ادائیسی ڈی کے ممالک کا منڈی سے قرض لینا ہے۔ موجودہ مسئلہ یورپ کے ذیلی یعنی نسبتاً کم ترقی یافتہ ملکوں میں پیدا ہوا ہے اور یونان، واقعی امکان ہے کہ اٹلی، اسپین، پرتگال اور آئرلینڈ ریاستی نادہنگی سے دوچار ہو جائیں۔

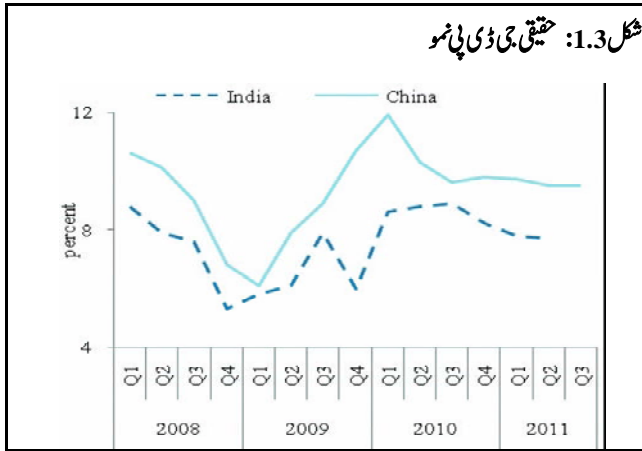
جیسا کہ شکل 1.2 میں دکھایا گیا ہے، تنظیم برائے اقتصادی تعاون و ترقی (ادائیسی ڈی) میں ہر جگہ جی ڈی پی نمو کم ہو گئی ہے جبکہ گرانی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ شرح سود پہلے ہی تقریباً صفر کی سطح پر ہے، اس لیے امریکہ اور برطانیہ میں مرکزی بینک قدری نرمی کا عمل (یعنی کرنسی نوٹ چھپانا) جاری رکھے ہوئے ہیں اور بینکوں کو قرض دینے اور صارفین کو خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ تاہم چونکہ افراد بھی ریاستوں کی طرح قرضے کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لیے اس اضافی سیالیت کا مطلوبہ اثر نہیں ہو رہا۔ وجہ یہ ہے کہ کنبے خرچ کرنے کے بجائے اپنے قرضے اتارنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔

یورپ کے مسئلے کا ابھی تک کوئی معتبر حل نہیں وضع کیا جا سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی بینک کے حکومت کی مالکاری میں کردار کے حوالے سے جرمنی کا ابھی تک بقیہ یورپ (اور امریکہ) سے اختلاف ہے۔ امریکہ اور برطانیہ نے قدری نرمی کا جو سلسلہ اختیار کیا ہے اسے ای سی بی نے ملائمت سے مسترد کر دیا ہے، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جرمنی گرانی کی مالکاری کو پسند نہیں کرتا اور پہلی جنگ عظیم کی بے پناہ گرانی کی تخیل دین بھی ہیں۔ مزید برآں اگرچہ کمرشل بینکوں نے یونان کا 50 فیصد کمرشل قرضہ معاف کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی ہے تاہم مالیاتی سخت گیری نافذ کرنا زیادہ مشکل ثابت ہو رہا ہے۔ حال ہی میں یونان اور اٹلی کی قیادت کے مستعفی ہونے سے سخت گیری کی سیاسی قیمت ظاہر ہوتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ توازن قائم رکھنے کے لیے کمرشل قرض گاروں کو رسک پریمیم بڑھانے سے روکنا تقریباً ناممکن ہے، جبکہ عوام مالیاتی سخت گیری کو قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

اس امر کے پیش نظر ادائیسی ڈی کے مرکزی بینکوں نے غیر روایتی پالیسیاں اختیار کی ہیں۔ امریکی ریزرو بینک اور بینک آف انگلینڈ دونوں نے 2013ء تک شرح سود کو تقریباً صفر پر رکھنے کا وعدہ کیا ہے، اور اس بارے میں کچھ نہیں سوچا کہ قدری نرمی کی لہروں کے نتیجے میں گرانی کا کیا حشر ہوگا۔ علاوہ ازیں چونکہ بیرونگاری کی شرح نیچے کھسک رہی نہیں رہی اور محروم رہ جانے والے اسے طبقاتی جدوجہد کے طور پر دیکھ رہے ہیں (مثلاً وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک)، اس لیے ادائیسی ڈی کی حکومتیں پرز بردست دباؤ ہے کہ نمو (اور روزگار

¹² کوئٹن، ڈی، اے کرے، اور ایم ماسٹر ڈی (2010ء)، ورلڈ وائیڈ گورننس انڈیکس 2010: اے سری آف میٹھو ڈولوی، ڈیٹا اینڈ ایٹھٹکل ایٹوز، ورلڈ بینک پالیسی ریسرچ ورکنگ پیپر نمبر 5430۔

¹³ <http://www.doingbusiness.org/data/exploreeconomies/pakistan/>



کی تخلیق) کو آگے بڑھائیں چاہے اس کے نتیجے میں گرانہ میں اضافہ ہو جائے۔ ہماری رائے میں یوروزون اور امریکہ کے پاس مالیاتی سخت گیری کو حدود میں رکھنے اور اگلے چند سال تک ملکی گرانہ میں اضافے کو قبول کرنے کے سوا چارہ نہیں۔

دوسری طرف ایشیا کی معیشت بدستور ترقی کی جانب گامزن ہے۔ چین اور بھارت صف اول میں ہیں (شکل 1.3) اور کچھ امید ہے کہ شاید ایشیا نے تنظیم برائے اقتصادی تعاون و ترقی سے کچھ فاصلہ پیدا کر لیا ہے اور اب تک کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ تاہم اگر ادائیگی میں کساد بازاری جاری رہی (جس کا امکان ہے) تو ایشیا کے برآمدات پر انحصار کرنے والے معاشی دیوؤں کے نمو کے امکانات مدہم پڑ سکتے ہیں۔

2008ء کی کساد بازاری سے موازنہ مفید ہوگا۔ 2008/9ء میں مسموم (toxic) مارگجریٹوں میں خطرے سے انتہائی گریز کا باعث بنے تاہم یورپ کے ذیلی ممالک کے جاری کردہ ریاستی بانڈز اب اتنی ہی عدم دلچسپی پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس بحران کے دیگر شعبوں پر اثرات مزید بدتر ہو سکتے ہیں۔ تجزیہ کار صرف دیوالیہ ملکوں کا جائزہ نہیں لے رہے، بلکہ ان ملکوں پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں جو سیالیت کے مسئلے سے دوچار ہیں۔ مؤخر الذکر شرح قرض گاری کو بڑھتے دیکھ رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ قرضے کے جال میں پھنس رہے ہیں، اور اس سے قرض گیری کی لاگت مزید بڑھ رہی ہے۔

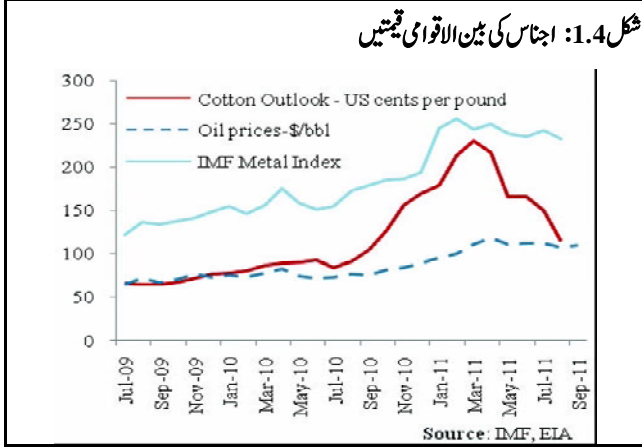
اس سے بھی بدتر صورتحال یہ ہے کہ استحقاقی پروگراموں (مثلاً بیمہ پنشن، ریاستی خرچ پر چلنے والا علاج معالجہ، تعلیم وغیرہ) کے بھاری واجبات بھی افق پر نمودار ہونے لگے ہیں۔ مغرب کے پالیسی ساز اور رائے ساز ادارے ریاستی، کارپوریٹ، بینکوں اور کنوؤں کے ماضی کے جمع شدہ قرضوں اور ان کی آئندہ کی حرکیات سے سبزد آڑ ماہیں۔ امریکہ میں ری پبلکنز اور ڈیموکریٹس میں تلخ بحث کا آغاز ہو گیا ہے جس کے نتیجے میں ستمبر 2011ء میں امریکہ کے ریاستی قرضے کا درجہ کم کر دیا گیا۔ یہ بنیادی مسئلہ کہ حکومت کا معاشی/ سماجی خدمات کی کسی قدر فراہمی میں کردار ہونا چاہیے، جمہوری نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ادائیگی میں بڑھتی ہوئی عمر کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ لوگ اپنے مستقبل کو مالی تحفظ دینا چاہتے ہیں۔ 2008ء میں یہ مسائل موجود نہ تھے جس کی وجہ سے شاید تیزی سے پالیسیوں پر عملدرآمد ممکن ہوا۔ نکتہ یہ ہے کہ موجودہ مسئلے کا تصفیہ آسان نہ ہوگا اور اس بنا پر بچاؤ کا منصوبہ تاخیر کا شکار ہوگا۔

یہ سب اپنی جگہ پر لیکن 2008ء کے قرضے کے بحران سے مشابہتیں بھی پریشان کن ہیں۔ سب سے بڑے عالمی بینک کمزوری کا شکار ہیں۔ درجہ بندی ایجنسیاں ان کی اہلیت قرضہ کی ریٹنگ کم کر رہی ہیں۔ منڈی میں گھبراہٹ کو کم کرنے کے لیے انہیں فوری سرمائے کی ضرورت ہے اور یہ خدشہ ہے کہ اگر یونان بے ہنگام نادرہنگی کا شکار ہو گیا تو بینک ایک دوسرے کو قرضے دینے بند کر دیں گے، جس سے بحران قیاموں کے دونوں جانب قرضے کا ایک اور بحران جنم لے سکتا ہے۔

یوروزون کے مسئلے کی جڑ زری یونین ہے۔ زری یونین میں ایک مشترکہ زری پالیسی سب سے ٹھوس چیز ہوتی ہے۔ زری یونین کے لیے رکن ممالک کے درمیان مربوط مالیاتی پالیسی بھی درکار ہوتی ہے جو فقط سالانہ مالیاتی خسارے کی بالائی حدود متعین کرنے سے آگے کی چیز ہے۔ یہ مالیاتی رابطہ بالکل غائب تھا کیونکہ یورپ پہلی بار متعارف کرایا گیا تھا اور بعد میں مالیاتی خسارے کی بالائی حدود کی کھل کر خلاف ورزی ہوتی رہی۔ موجودہ بحران کے ظاہر ہونے میں وقت لگا تاہم اس وقت تک کوئی مناسب رد عمل سامنے نہیں آیا جب تک منڈی میں گھبراہٹ کے آثار نمایاں نہ ہو گئے۔

آئندہ مالیاتی طور پر محتاط ممالک (مثلاً جرمنی) دیگر ممالک (مثلاً یونان) کو تیل آؤٹ کرنے میں پس و پیش کر رہے ہیں جس سے فیصلہ کن اقدام کرنے کی یورپ کی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے۔ 2008ء کے برخلاف جب فیڈرل ریزرو اور امریکی حکومت نے فوری اور سوچے سمجھے (بعض اوقات تنازع) اقدامات کر کے منڈی کو سہارا دیا، یورپ کی قیادت کی

شکل 1.4: اجناس کی بین الاقوامی قیمتیں



جانب سے بچاؤ کے ایک معتبر منصوبے کی آمد پہلے ہی تاخیر کا شکار ہو چکی ہے اور تمام آثار بتاتے ہیں کہ یہ ہچکچاہٹ قائم رہے گی۔ اس صورتحال کے پیش نظر او ای سی ڈی کا مستقبل تابناک نہیں دکھائی دیتا۔

بیرونی شعبہ

دنیا کی یہ صورتحال دیکھ کر پاکستان کے تجزیہ کاروں کا تشویش میں مبتلا ہونا قابل فہم ہے۔ فوری پریشانی یہ ہے کہ ہماری برآمدات کی رفتار آہستہ ہو سکتی ہے کیونکہ پاکستانی اشیاء زیادہ تر امریکہ اور یورپی یونین جاتی ہیں۔ ہم اس خطرے سے منکر نہیں ہو سکتے لیکن یہ کہیں گے کہ صورتحال اتنی پریشان کن نہیں جتنی پہلی نظر میں معلوم ہوتی ہے۔ پاکستان کے پرخطر بیرونی خساروں کے ٹریک ریکارڈ کے پیش نظر تجزیہ کار اور منڈی کے متعلقہ افراد بدترین کی توقع کر رہے ہیں۔

ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ مئی 11ء میں پاکستان کا جاری حسابات کا توازن چھ سال میں پہلی بار مثبت ہوا تھا اور درآمدی کوریج ابھی تک 26.6 ہفتے ہے جو مناسب ہے۔ تجارتی خسارہ کم ہو کر 10.5 ارب ڈالر ہو گیا۔ یہ کارکنوں کی ترسیلات کی مضبوط نمو کی وجہ سے ہوا، جو 11.2 ارب ڈالر کی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئیں۔ مئی 12ء کے لیے توقعات کے حوالے سے، خصوصاً عالمی کساد بازاری کے تناظر میں، مندرجہ ذیل نکات کو مد نظر رکھنا چاہیے:

پاکستان کی برآمدات زیادہ تر کم تیار شدہ ٹیکسٹائل ہیں جن کی طلب کم ہونے کا امکان اس لیے نہیں کہ وہ آمدنی کے لحاظ سے غیر چلدار ہیں یعنی آمدنی گھٹنے بڑھنے سے ان کی طلب تبدیل نہیں ہوتی، بلکہ اگر کپاس کی قیمتیں کم ہوتی رہیں تو قیمتوں کے اثر سے پاکستان کی برآمدی آمدنی زیادہ متاثر ہو سکتی ہے۔ تاہم جیسا کہ شکل 1.4 میں دکھایا گیا ہے، ممکن ہے قیمت کا منفی اثر آئندہ اتنا نمایاں نہ ہو کیونکہ موجودہ بین الاقوامی نرخ اسی مقام پر ہیں جہاں وسط 2010ء میں تبدیلی کے آغاز سے پہلے تھے۔

چونکہ ڈالر کو ہر جگہ محفوظ ترین کرنسی سمجھا جاتا ہے (امریکہ کو درپیش معاشی چیلنجوں کے باوجود)، اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ دوسری سخت کرنسیوں کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قدر کم نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر او ای سی ڈی میں پھر کساد بازاری آئی تو امکان ہے کہ تیل کی قیمتیں (جو امریکی ڈالر میں متعین کی جاتی ہیں) گر جائیں گی جس سے مئی 12ء کے بقیہ عرصے کے دوران پاکستان کے توازن ادائیگی کو کچھ سہارا ملے گا۔

حالیہ مہینوں میں کارکنوں کی ترسیلات مضبوط رہی ہیں جن کے بارے میں کچھ حلقوں کا دعویٰ ہے کہ ایک اور کساد بازاری کی زد میں آجائیں گی۔ ہمارے خیال میں سرکاری ترسیلات کی نمو کی ایک کلیدی وجہ غیر رسمی طریقوں کے مقابلے میں بینکاری راستوں کا بڑھتا ہوا استعمال ہے۔ اسے 2010ء کے اواخر میں ایران کے خلاف امریکی پابندیوں سے، جن میں خلیج تعاون کونسل سے سرمائے کی آمد و رفت پر توجہ مرکوز کی گئی تھی، بڑھا دیا۔ کمرشل بینکوں کے ذریعے کارکنوں کی زیادہ سے زیادہ ترسیلات لانے کے لیے متوازی بازار مبادلہ پر کڑی نظر رکھنی ہوگی تاکہ غیر رسمی اضافت کم رہے۔

ایک زیادہ غیر یقینی مسئلہ یہ ہے کہ جب عالمی کساد بازاری جز پکڑ لے گی تو بیرون ملک مقیم پاکستانیوں پر کیا گزرے گی۔ ترقی یافتہ ممالک میں چھانٹیاں ہونے سے روزگار سے محرومی اور عالمی بینکوں اور مالی اداروں کی مخصوص کمزوری کے حوالے سے تشویش کے ساتھ یہ فکر ہے کہ بیرون ملک مقیم پاکستان واپس آ سکتے ہیں۔ اس امکان میں مثبت پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ پس انداز کی ہوئی رقم لائیں گے تاہم یہ وقتی اضافہ مستقبل میں کم ترسیلات سے غیر مؤثر ہو سکتا ہے۔

یہ سب نکات اپنی جگہ لیکن پاکستان کا معاشی مستقبل عالمی معیشت کے بالکل مخالف سمت میں نہیں۔ او ای سی ڈی میں کساد بازاری سے براہ راست بیرونی سرمایہ کاری متاثر ہوگی اور

جدول 1.3: اہم معاشی اظہار			
م 12ء پینک کی پیش گوئیاں	م 12ء اہداف	م 11ء حاصل	شرح نمونہ فیصد میں
3.0 - 4.0	4.2	2.4	جی ڈی پی
11.5 - 12.5	12.0	13.7	گرمائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت
12.0 - 13.0	-	15.9	زری اثاثے
ارب امریکی ڈالر			
12.0 - 13.0	12.0	11.2	ترسیلات
24.6 - 25.1	25.8	25.4	برآمدات (ایف او بی)
40.3 - 41.0	38.0	35.7	درآمدات (ایف او بی)
فیصد جی ڈی پی			
5.5 - 6.5	4.0	6.6	مالیاتی خسارہ
1.5 - 2.5	0.6	-0.1	جاری حسابات کا خسارہ
نوٹ: مالیاتی و جاری حسابات کے خسارے اور جی ڈی پی کے تناسبات کے اہداف م 12ء کی بجٹ دستاویز میں نامیہ جی ڈی پی کی بنیاد پر ہیں جبکہ پیش گوئیاں سال کی متوقع (بلند تر) نامیہ جی ڈی پی کی بنیاد پر ہیں۔			
س: عبوری			

ملکی شرح سود میں حالیہ کمی سے معین آمدنی کے بہاؤ کی حوصلہ شکنی ہو سکتی ہے۔ واحد باعث اطمینان امر یہ ہے کہ یہ رقوم کم ہونے کا امکان ہے اور ان کا پاکستان کے بیرونی شعبے پر سنگین اثر نہیں پڑنا چاہیے۔

زیادہ تشویشناک معاملہ بین الاقوامی مالی اداروں سے پاکستان کا تعلق ہے کیونکہ آنے والی سرکاری رقوم نجی سرمائے کے بہاؤ سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ اگلے سیکشن میں کہا گیا ہے، جاری حسابات کے توازن کے لیے اسٹیٹ بینک کی پیش گوئی یہ ہے کہ جی ڈی پی کے 1.5 سے 2.5 فیصد کے درمیان خسارہ ہوگا۔ مسئلہ جاری حسابات کے حجم کا نہیں (جو گزشتہ برسوں کے مقابلے میں کم ہے) بلکہ فرق پورا کرنے کے لیے آنے والی رقوم کے کم ہونے کا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ عالمی معیشت کی آئندہ صورتحال تشویشناک ہے، تاہم یہ سمجھنے کی معقول وجہ ہیں کہ پاکستان منفی اثرات سے زیادہ تر محفوظ رہے گا۔ پاکستان کے لیے جو منفی اثرات ہیں وہ جانے پہچانے ہیں اور ذرائع ابلاغ پر زیر بحث آتے ہیں لیکن ممکنہ مثبت اثرات پر کم بات کی جاتی ہے اور شاید صحیح طور پر ان کی تفہیم بھی نہیں کی جاتی۔

1.3 مستقبل کے امکانات

م 12ء کے آغاز سے قبل پالیسی سازوں نے کمپاس کے مثبت امکانات کی بنیاد پر 4.2 فیصد معاشی نمو، اشیاء سازی کے شعبے کی بحالی اور توانائی کی قلت سے نمٹنے کے لیے پالیسی اقدامات کی پیش گوئی کی تھی۔ تاہم سیلاب سے سندھ کے نصف زیر کاشت علاقے کو نقصان پہنچنے کے بعد زرعی امکانات پر پھر منفی اثر مرتب ہوا ہے۔ گندم کی فصل کے لیے کھاد کی فراہمی کے بارے میں بھی کچھ غیر یقینی کیفیت پائی جاتی ہے۔¹⁴

اس صورتحال کے پیش نظر ہماری پیش گوئی ہے کہ جی ڈی پی نمو 3 تا 4 فیصد کے درمیان رہے گی۔ 2010ء کے سیلاب سے جس طرح نمٹا گیا اس سے بھی کچھ تسلی ہوتی ہے (جدول 1.3)۔

بہر کیف ہم سمجھتے ہیں کہ م 12ء میں حکومت پھر 4 فیصد مالیاتی خسارے کا ہدف پورا نہیں کر سکے گی۔ اس حوالے سے اخراجات اور محاصل دونوں کے بارے میں مشکوک ہیں۔ سندھ میں سیلاب اور پنجاب میں ڈینگی بخار کی طویل لہر نے مالیاتی بوجھ غیر متوقع طور پر بڑھا دیا ہے۔ مزید برآں، صوبائی اور وفاقی حکومتیں دونوں کے اس مالی سال میں کفایت شعار ہونے کا امکان کم ہے، نہ صرف اس لیے کہ انتخابات قریب ہیں بلکہ اس لیے بھی صوبائی حکومتیں اپنے مالیاتی امور کی زیادہ ذمہ داری لے رہی ہیں۔ ہمارے خیال میں آئی ایم ایف پروگرام کی عدم موجودگی سے اخراجات قابو سے باہر ہو سکتے ہیں جبکہ اضافی محاصل کے لیے اقدامات کے امکانات مدہم ہیں۔

غیر ٹیکس محاصل کا ہدف (وفاقی بجٹ کے مطابق) حاصل کرنے کا امکان بھی بوجہ کم ہے: (الف) امریکہ سے پاکستان کے تعلقات کشیدہ ہیں اس لیے ایک ارب 25 کروڑ ڈالر کا متوقع اتحادی سپورٹ فنڈ مزید مشکوک ہو گیا ہے، (ب) ڈسکاؤنٹ ریٹ میں حالیہ کمی کے بعد اسٹیٹ بینک کا منافع بجٹ میں درج 200 ارب روپے سے کم ہو سکتا ہے، اور (ج) تھری جی ٹیلی کام لائسنسوں کی نیلامی پر، جس سے م 12ء میں 75 ارب روپے حاصل ہونے کی توقع تھی، برائے نام پیش رفت ہوئی ہے۔ چنانچہ اسٹیٹ بینک کی پیش گوئی ہے کہ مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کے 5.5 سے 6.5 فیصد کے درمیان رہے گا اور درحان اوپر کی جانب زیادہ ہوگا۔

¹⁴ چونکہ موسم سرما میں گیس کی طلب کا دباؤ ہوتا ہے اس لیے گیس کو کھاد کی ملکی پیداوار کے لیے استعمال کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ پس حکومت کو یوریا مد کرنا ہوگا۔ تاہم پاکستانی بندرگاہوں پر نقل و حمل کی سہولتوں کے پیش نظر خطرہ ہے کہ کھیتوں تک یوریا کی فراہمی میں تاخیر ہوگی۔ اس طرح گندم کی پیداوار پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔

تمام متعلقہ فریق یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر پائیدار نمود رکاز ہے تو وسیع البہید مالیتی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ بنیادی اجزاء وہی ہیں: (الف) ٹیکس بٹس وسیع کرنے کا سیاسی عزم تاکہ ٹیکس نہ دینے والے یا کم دینے والے شعبوں (زراعت اور خدمات) کو ٹیکس جال میں لایا جاسکے، (ب) ٹیکس اکٹھا کرنے کی مشینری کو ٹھیک کیا جائے تاکہ پیسہ ضائع نہ ہو، (ج) بجلی، ایندھن اور زرعی اجناس پر زراعت کا خاتمہ جبکہ زراعت کا رخ ان گروپوں کی طرف موڑا جائے جن کے پاس کم وسائل ہیں،¹⁵ اور (د) سرکاری شعبوں کے کاروباری اداروں کی تشکیل نو، اور بے پناہ ماباندہ اخراجات کی روک تھام پر خاص زور جو حکومت کے مالیاتی بوجھ میں اضافہ کر رہے ہیں۔

ان مسائل کی سیاسی جہت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جس سے ہمارا یہ نقطہ نگاہ مزید تقویت پاتا ہے کہ پاکستان کے مالیاتی معاملات کو درست کرنے کے لیے مشکل سیاسی فیصلوں کی ضرورت ہے۔ ضرورت سے زائد عملہ، بدعنوانی اور ضیاع اور پی ایس ایس یو اینیز کی سیاست زدگی، ان سب نے مل کر ماحول کو دشوار بنا دیا ہے۔ لیکن بالکل یہی مسائل 1990ء کی دہائی میں قومیاے گئے کمرشل بینکوں کے لیے وبال بنے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود ان کی کامیابی سے تشکیل نو اور بالآخر نجکاری کی گئی۔ ہمارے خیال میں پی ایس ایس کو پالیسی ایجنڈے پر لانے کی ضرورت ہے، کم از کم معتبر انتظامی ٹیمیں اور مرحلہ وار اصلاحات کا ایجنڈہ تشکیل دینا اور مشتہر کرنا ضروری ہے۔

ہماری رائے میں پالیسی ساز ایک جامع وسط مدتی مالیاتی اصلاحات کا ماسٹر پلان بنانے پر غور کر سکتے ہیں، جو اور ماضی قریب کے تلخ اسباق کی بنیاد پر مرحلہ وار اور ترتیب وار ہو۔ اس ماسٹر پلان میں مربوط دستاویزی کارروائی، نگرانی کے ساتھ شفاف وصولی، تمام کمرشل کاروباری اداروں کو ٹیکس جال میں لانے کا مساویانہ منصوبہ، گھائٹے میں جانے والے پی ایس ایس کی تشکیل نو اور نافذ کا معتبر طریقہ کار شامل ہونا چاہیے۔ ان اصلاحات پر عملدرآمد آسان نہ ہوگا لیکن اس اقدام کو ترجیحی بنیاد پر شروع کرنے اور کھلی (اور چھپی) مزاحمت پر قابو پانے کے پالیسی عزم سے نیت کا اظہار ہوگا اور اس کاوش کے کامیاب ہونے کی زیادہ امید ہوگی۔ پاکستان کی معیشت کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ جیسے ہی کسی گنجائش نہیں۔

اگر ابتدائی اقدامات جلد کر لیے جائیں تب بھی یہ اتنا بڑا کام ہے کہ نتائج مستقبل قریب میں برآمد نہیں ہوں گے۔ چنانچہ س 12ء میں مالیاتی خسارے کو پورا کرنا بہت مشکل ہوگا۔ ایشیائی ترقیاتی بینک اور عالمی بینک سے گفت و شنید کرنے میں مدد دینے کے لیے آئی ایم ایف نے تک لیٹر آف کمفرٹ جاری نہیں کیا ہے۔ چونکہ بیرونی فنڈنگ کے امکانات مدہم ہیں اس لیے پھر ملکی وسائل پر سارا بوجھ پڑے گا۔ پالیسی ریٹ میں حالیہ کمی کے باوجود اسٹیٹ بینک حکومت پر انحصار کرتا رہے گا کہ وہ مرکزی بینک سے اپنی قرض گیری کی بالائی حد پر قائم رہے۔ حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ کبھی کبھار اس حد کی خلاف ورزی ہوگی تاہم ہم حکومت پر زور دیں گے کہ وہ اضافی غیر بینک مالکاری کے حصول کے لیے پہلے سے کوشش کرے اور بیرونی مالکاری کے غیر روایتی ذرائع کا بھی جائزہ لے۔

اگرچہ ادائیگی کی سست نموی بنا پر تیل اور اجناس کی بین الاقوامی قیمتیں کم ہو سکتی ہیں تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ کئی عوامل کی بنا پر گرانی کا دباؤ برقرار رہنے کا امکان ہے: (1) گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کا محرک غذائی گرانی رہی ہے اور اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے ضروری نہیں کہ زرعی پالیسی مناسب طریقہ ہو، (2) گرانی کا نفوذ (صارف اشاریہ قیمت باسکٹ میں دو ہندسی گرانی والی اشیاء کی تعداد) بڑھ گیا ہے اور غذا و توانائی سے دیگر اشیاء کی طرف منتقل ہو گیا ہے،¹⁶ اور (3) پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں حالیہ اضافہ غذائی اور غیر غذائی اشیاء دونوں پر اثر انداز ہوگا۔ چنانچہ اسٹیٹ بینک کو توقع ہے کہ گرانی س 12ء کے دوران 11.5 اور 12.5 فیصد کی حدود میں رہے گی جو 12 فیصد کے سالانہ منصوبے کے ہدف کے آس پاس ہے۔

زیادہ تشویش یہ ہے کہ شعبہ توانائی کے لیے کوئی وسط مدت تا طویل مدت حکمت عملی موجود نہیں۔ گردشی قرضے کا مسئلہ حل کرنے کے لیے حکومت کی حالیہ کوشش قابل تعریف ہے اور اس سے مالکاری دستیاب ہو سکتی ہے اور استعداد کے استعمال میں بہتری آ سکتی ہے۔ تاہم درآمد شدہ فرنس آنکل پر پاکستان کے بڑھتے ہوئے انحصار اور بیس لوڈ توانائی کی پیداوار کے پیش نظر حکومت کو صرف ہنگامی اقدامات تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔

¹⁵ زراعت دینے کے بعد ختم کرنا مشکل ہوتا ہے جب تک اس پر مختلف فریقوں کا اتفاق نہ ہو۔ زراعت سے مستفید ہونے والے مراعات یافتہ اور غریب لوگوں میں امتیاز کو نمایاں کرنے میں ذرائع ابلاغ کا کردار بھی بہت اہم ہے۔

¹⁶ ممکنہ مثبت پہلو یہ ہے کہ غیر غذائی غیر توانائی اشیاء سے باسکٹ کی بقیہ اشیاء کی جانب منتقلی کا عمل محدود ہے۔

ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ توانائی کی قلت کے معاشی نقصانات کم کر کے بیان کیے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا اثر چھوٹے اور درمیانے حجم کے اشیا ساز یونٹوں اور خدمات فراہم کرنے والوں پر پڑتا ہے، جن کا موزوں دستاویزی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا اور اس لیے جی ڈی پی کے اعداد و شمار میں اظہار نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ روزگار کا زیاں شدید تر ہو جاتا ہے کیونکہ ان یونٹوں میں لیبر کا ارتکاز زیادہ ہے۔ توانائی کی قلت کی وجہ سے ملک کے بہت سے حصوں میں معاشرتی و سیاسی بے چینی اچھا شگون نہیں۔ متبادل توانائی کے ذرائع (جیسے ہائیڈرو پاور) کے حامل بڑے پیمانے کے منصوبے شروع کیے جانے چاہئیں۔

جہاں تک زری پہلو کا تعلق ہے، م س 12ء میں ڈسکاؤنٹ ریٹ میں تیزی سے کمی مارکیٹ کے لیے غیر متوقع تھی۔ گرانی میں کسی قدر کمی اور بینکوں کی جانب سے حکومت کے پاس رقوم رکھوانے کے بڑھتے ہوئے رجحان کی بنا پر نجی شعبے کے لیے قرضے کی گنجائش جس طرح ختم ہو رہی تھی اس وجہ سے پالیسی مداخلت درکار تھی۔ اگرچہ اسٹیٹ بینک نے ابھی تک اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کڑی نگاہ رکھی ہوئی ہے کہ قرض گاری کی شرحیں حقیقی لحاظ سے منفی نہ ہو جائیں، تاہم بقیہ دنیا کی طرح نمو میں جمود اور بڑھتی ہوئی بیرونی گارہمیں بھی ہے۔ اسٹیٹ بینک نے اچھا موقع بنایا کہ نجی سرمایہ کاری اور روزگار کی تخلیق کو مناسب اہمیت دی جائے۔ وفاقی بجٹ میں واپسی قرض کے بڑھتے ہوئے غلبے کو روکنے کی ضرورت بھی تھی۔

آخر، پاکستان کے جاری حسابات کے توازن کے امکانات باعث تشویش ہیں لیکن کارکنوں کی بھرپور ترسیلات اور عالمی معیشت کی ممکنہ کساد بازاری کی بنا پر ہم پُر امید ہیں۔ اگرچہ م س 12ء کے پہلے چار ماہ کے اعداد و شمار سے 1.6 ارب ڈالر کا جاری حسابات کا خسارہ ظاہر ہوتا ہے تاہم ہم اسے عارضی واقعات (تیل کی بھاری ادائیگیاں، ستمبر 2011ء میں ترسیلات میں موسمی وقفہ اور متوازی باز ارمبادلہ میں سخت کرنسی کی قلت) پر محمول کرتے ہیں۔¹⁷ آئندہ ہمیں جاری حسابات کا خسارہ جی ڈی پی کے 1.5 سے 2.5 فیصد کے درمیان رہنے کی توقع ہے جو ماضی کی کارکردگی کے مقابلے میں قدرے کم ہے۔ تاہم جاری حسابات کے اس خسارے کو پورا کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔

ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ منڈی م س 12ء میں پاکستان کے زرمبادلہ کے قرضوں کی ادائیگی کے حوالے سے ضرورت سے زیادہ شدید رد عمل ظاہر کر رہی ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آئی ایم ایف کے 8.9 ارب ڈالر کے ایس بی اے کی واپسی کی قسطیں رواں مالی سال میں شروع ہوں گی لیکن بیرون ملک جانے والی رقوم صرف 1.4 ارب ڈالر کی ہیں اور مالی سال کی دوسری ششماہی میں ہوں گی۔

¹⁷ عموماً عید کے بعد ترسیلات کی آمد میں کمی ہوتی ہے جو اس سال ستمبر میں دیکھا گیا تھا۔ مزید برآں ستمبر میں غیر رسمی اضافت میں بھی عارضی اضافہ ہوا جس سے ترسیلات کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

2 مجموعی رسد

کسی ایک سال کے دوران معیشت میں پیدا ہونے والی تمام مصنوعات اور خدمات کی کل قدر مجموعی رسد کہلاتی ہے۔ اسے خام ملکی پیداوار (جی ڈی پی) سے ظاہر کیا جاتا ہے جو تمام اقتصادی سرگرمیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ عام طور پر جی ڈی پی میں نمونہ کسی ملک کی اقتصادی کارکردگی کے پیمانے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ بینک دولت پاکستان کی سالانہ رپورٹ میں معیشت کے رسدی پہلو اور طلبی پہلو کو الگ الگ زیر بحث لانے کا یہ پہلا موقع ہے۔

اس طرح ہمارا قاری مجموعی رسد اور طلب کے مابین فرق یعنی پیداواری فرق اور اضافی طلب کو بہتر طور پر سمجھ سکے گا کیونکہ یہ دونوں چیزیں گرانی کی توقعات اور مجموعی اقتصادی استحکام پر اہم مضمرات رکھتی ہیں۔ اس باب میں اجناس کی پیداوار اور شعبہ خدمات میں ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لیا گیا ہے، جبکہ اگلا باب بھی رسدی پہلو سے متعلق ہے جس میں پاکستان میں پیداواری عمل میں ایک اہم رکاوٹ یعنی توانائی پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔ طلبی پہلو کی حرکیات اور پیداواری فرق باب 4 میں زیر بحث آئیں گے۔

2.1 عمومی جائزہ

م 11ء کے دوران معیشت کی کارکردگی معقول رہی، حقیقی جی ڈی پی میں 2.4 فیصد نمو ہوئی تاہم بیشتر نمونہ خدمات کے شعبے میں ہوئی جبکہ اجناس کا پیداواری شعبہ توقع کے مطابق کارکردگی نہ دکھاسکا۔ م 11ء کے دوران زراعت جولائی، اگست 2010ء کے سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئی جبکہ توانائی کے شدید بحران سے صنعتی پیداوار میں رکاوٹ پڑی۔

گیس کی رسد میں قلت سے فرمیں خصوصاً ٹیکسٹائل اور کھاد کی صنعتوں میں پیداوار گھٹانے پر سال بھر مجبور رہیں، اور بجلی ساز اداروں نے بھی استعداد سے کم کام کیا۔ اس کے نتیجے میں توانائی کی کمی شدید ہو گئی جبکہ گردش ترے ناقابل برداشت سطح تک پہنچے۔¹

م 11ء میں توانائی کے شدید مسائل کے ساتھ سیلاب کی وجہ سے معیشت کی رسد میں عارضی قفل بھی پڑتے رہے جنہوں نے اقتصادی سرگرمیوں کو بری طرح متاثر کیا، بالخصوص زریعہ 15 کو ارب ڈالر کا نقصان پہنچا جس میں سے 89 فیصد نقصان فصلوں کا تھا۔ خریف کی کپاس، چاول، گنا اور مکئی جیسی فصلوں کا زریعہ کاشت رقبہ 6.98 ملین ہیکٹر تھا جس میں سے 2.1 ملین ہیکٹر سیلاب سے براہ راست متاثر ہوا۔² اس کے لیے حکومت کو متعدد سرکاری ترقیاتی منصوبوں کی رقم تباہی سے نمٹنے اور متاثرین کی بحالی پر خرچ کرنی پڑی۔

خدا ہے کہ عارضی دھچکے کی تلافی کے لیے ترقیاتی سرگرمیوں کی رقم کا یہ انقطاع مستقبل میں پیداواری استعداد کو بری طرح متاثر کرے گا۔ تاہم، نتیجتاً جاری اخراجات بڑھنے سے انتظام عامہ اور دفاع کے اضافہ قدر میں معقول (13.2 فیصد) اضافہ ہوا جس کی وجہ سے شعبہ خدمات م 11ء میں جی ڈی پی کی حقیقی نمونہ اپنا تقریباً 90 فیصد حصہ ڈالنے کے قابل ہوا (دیکھئے جدول 2.1)۔

2.2 زراعت

سیلاب سے خصوصاً کپاس اور چاول کی فصلوں کو ہونے والے نقصان³ کے باوجود م 11ء کے دوران زریعہ شعبے کی نمو 1.2 فیصد رہی جو کہ گذشتہ سال کی نمو سے زائد ہے اور اس کا بنیادی سبب ذیلی شعبہ گہ بانی ہے، اس کے بعد چھوٹی فصلوں اور دو بڑی فصلوں (گنا اور گندم) کا اہم کردار ہے۔

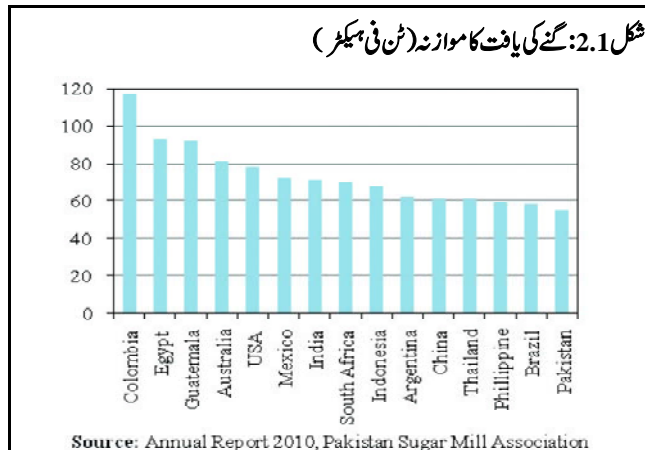
گنے کی پچھلی فصل کو عمدہ قیمت ملی تھی، علاوہ ازیں سازگار موسم اور خام مال کی بروقت دستیابی نے گنے کی پیداوار 55.3 ملین ٹن تک پہنچانے میں مدد دی، یہ حجم 2010ء کی فصل سے 12 فیصد زائد ہے۔ یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ فصل کی یافت بڑھ کر 56 ٹن فی ہیکٹر کی ریکارڈ سطح پر جانچھی ہے، تاہم گنا پیدا کرنے والے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں گذشتہ سال کی یافت اب بھی خاصی کم ہے (دیکھئے شکل 2.1)۔

¹ توانائی پر مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے باب 3

² ماخذ: پاکستان فلڈز 2010ء، ابتدائی نقصانات اور ضروریات کا تخمینہ مناجاب حکومت پاکستان، عالمی بینک، ایٹھائی ترقیاتی بینک، نومبر 2010ء

³ اہم فصلوں کے مجموعی اضافہ قدر میں ان دو فصلوں کا حصہ ایک تہائی سے زیادہ ہے۔

جدول 2.1: خام کھلی آمدنی (1999-2000ء کی مستقل قیمتوں پر)					
نمونہ حصہ		نمونہ (فیصد)			
میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 11ء	میں 10ء	
0.2	2.2	0.5	4.4	4.7	اجناس کے پیداواری شعبے
0.3	0.1	1.2	3.8	0.6	زراعت
-0.3	-0.2	-4.0	3.7	-2.4	اہم فصلیں
0.1	-0.2	4.8	3.0	-7.8	چھوٹی فصلیں
0.4	0.5	3.7	4.2	4.3	گلہ بانی
0.0	0.0	1.9	2.0	1.4	ماہی گیری
0.0	0.0	-0.4	2.5	2.2	جنگل بانی
0.0	2.1	-0.1	4.9	8.3	صنعت
0.0	0.1	0.4	2.1	2.2	کان کنی
0.5	1.0	3.0	5.6	5.5	اشیاء سازی
0.1	0.6	1.0	4.9	4.9	برے پیمانے کی اشیاء سازی
0.4	0.4	7.5	7.5	7.5	چھوٹی اور گھریلو اشیاء سازی
0.1	0.1	4.4	4.5	4.3	دیگر
0.0	0.6	0.8	3.8	28.4	تعمیرات
-0.6	0.4	-21.1	3.2	17.7	بجلی اور گیس کی تقسیم
2.2	1.5	4.1	4.7	2.9	خدمات کا شعبہ
0.1	0.3	1.3	4.6	2.8	ٹرینپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات
0.7	0.8	3.9	5.1	4.6	تھوک اور خوردہ تجارت
-0.3	-0.6	-6.3	3.0	-11.3	مالیات اور بیمہ
0.0	0.1	1.8	3.6	3.5	رہائش کی ملکیت
0.8	0.2	13.2	5.0	2.5	انتظام عام و دفاع
0.8	0.9	7.1	5.0	7.8	سماجی و کمیونٹی خدمات
2.4	3.8	2.4	4.5	3.8	جی ڈی پی (عالی لاگت پر)
ن = نظر ثانی شدہ = سالانہ ہدف = ع = عبوری					
ماخذ: پاکستان اکٹاک سروے 2010-11ء، سالانہ منصوبہ 2010-11ء					



میں 11ء میں گندم کی ریکارڈ فصل 24.2 ملین ٹن ہوئی جو گزشتہ سال کی 3 فیصد کمی کے جواب میں 3.9 فیصد نمو کو ظاہر کرتی ہے۔ گندم کی پیداوار میں اضافے کی وجوہات یہ ہیں: (الف) پانی کی بہتر دستیابی، (ب) سازگار موسم، (ج) مصنوعی کھاد کا اضافی استعمال، اور (د) سیلاب زدہ علاقوں میں مفت بیج کی فراہمی۔

ذیلی شعبہ گلہ بانی کو بھی سیلاب سے نقصانات ہوئے۔ گلہ بانی مجموعی زری شعبے میں 55 فیصد اضافہ قدر کا حامل ہے اور اس میں گلہ بانی کے علاوہ اس کی پیداوار (دودھ، گوشت، کھال، انڈے، اون اور بال) کی قدر بھی شامل ہے۔ تخمینوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس ذیلی شعبے کی نمونہ گزشتہ سال کی نسبت کمی ہوگی 4 تا 5

4 گلہ بانی اور اس کی مصنوعات کا پیداواری تخمینہ حیوان شاریوں کے مابین شرح نمو پر مبنی ہوتا ہے۔ آخری حیوان شاری 2006ء میں ہوئی تھی۔

جدول 2.2: اہم فصلوں کی کارکردگی				
سال بسال موسم 11ء	م 11ء	م 11ء	م 10ء	
رقبہ (ہزار ایکڑ)				
کپاس	3,106	3,200	2,627	-15.4
چاول	2,883	2,708	2,335	-19
گنا	943	1,070	988	4.8
گندم	9,132	9,045	8,804	-3.6
پیداوار (ہزار ٹن، کاشن ہزار گائٹوں میں، فی گائٹھ 170.09 کلوگرام)				
کپاس	12,913	14,010	11,600	-10.2
چاول	6,883	6,176	4,823	-29.9
گنا	49,373	53,690	55,309	12
گندم	23,311	25,000	24,214	3.9
یافت (کلوگرام فی ہیکٹر)				
کپاس	707	745	725	2.5
چاول	2,387	2,228	2,039	-14.6
گنا	52,357	51,000	55,981	6.9
گندم	2,553	2,764	2,750	7.7
ع: مجموعی، ہ: ہدف				
ماخذ: پاکستان اکنامک سروے 2010-11ء اور سالانہ منصوبہ 2010-11ء				

شعبہ کی مجموعی کارکردگی کے لیے درکار ضروریات اس طرح پوری ہو جائیں گی۔

چھوٹی فصلیں (جوزری قدر اضافی میں 11 فیصد حصے کی حامل ہیں) م 11ء میں کچھ بحال ہوئیں جو کہ متوقع بھی تھا، کیونکہ سیلاب کے بعد روایتی بڑی فصلوں کے مقابلے میں چھوٹی فصلوں (سبزیاں، دالیں وغیرہ) کی کاشت بے حد نفع بخش رہتی ہے۔

م 11ء کے دوران زرعی شعبہ کی بحیثیت مجموعی کارکردگی پر انداز ہونے والے بعض اہم واقعات درج ذیل ہیں:

سب سے اہم واقعہ م 11ء کے آغاز میں سیلاب کی آمد ہے۔ یہ سیلاب انسانی زندگی کے لیے بحران کے ساتھ ساتھ 5 ذرائع آمدنی اور اثاثوں کے لیے بھی تباہی لایا۔ زرعی شعبے کے لیے یہ مسئلہ بہت محنت طلب تھا اور معاملہ محض چاول اور کپاس کی تیار فصلوں کا نہیں تھا جو بری طرح متاثر ہوئیں (اور بعض صورتوں میں مکمل طور پر تباہ ہو گئیں) بلکہ خدشہ تھا کہ تباہی فصلوں کے اگلے سیزن تک برقرار رہ سکتی ہے کیونکہ متاثرہ اراضی سیم زدہ ہو گئی، اور جو اراضی خشک ہو بھی گئی

وہاں بیج بروقت دستیاب نہ ہو سکے۔⁶ ڈونزداروں کے پرجوش تعاون سے حکومت ان نقصانات کو محدود رکھنے میں کامیاب ہوئی، نیز کاشت کاروں نے بھی اس سرگرمی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا خصوصاً ان علاقوں میں جہاں غذائی فصلوں کی قلت تھی وہاں انہوں نے اراضی کو فصل کے لیے تیار کر لیا۔ کاشت کاروں کی محنت کے نتائج گندم اور گنے دونوں فصلوں کے نمایاں نفع کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

تاہم سیلاب کے بعد متوسط اور بڑے زمین دار غیر معمولی سماجی تحفظ کا شکار ہو گئے، ان کی لاکھوں روپے کی فصلیں تباہ ہو چکی تھیں لیکن معاشرے میں سفید پوشی کا بھرم رکھنے کی بنا پر بے زمین ہاریوں اور چھوٹے کاشت کاروں کے ساتھ جا کھڑا ہونا، یا حکومت اور دیگر غیر سرکاری اداروں سے (مفت بیج اور کھاد کی شکل میں) مدد وصول کرنا ان کے لیے دشوار تھا۔

م 11ء کے بیشتر عرصے کے دوران ایک اور اہم پیش رفت کپاس کے نرخوں میں تیز رفتار اضافہ تھا جس نے سیلاب سے کاشتکاروں کے ہونے والے نقصانات کی بخوبی تلافی کر دی۔^{7,8} دیہی علاقوں کی آمدنیوں میں تفاوت کا بڑھ جانا اجناس کے بلند نرخوں کا ایک ممکنہ منفی پہلو ہے۔ اجناس کی منڈی میں جم کر بیٹھے بڑے کاشت کاروں اور تاجروں نے نرخوں میں اس اضافے کے سبب زیادہ فائدہ سمیٹے جبکہ چھوٹے کسان پیچھے رہے۔ مزید برآں، یہ سوال بھی شد و مد کے ساتھ اپنی جگہ موجود ہے کہ سب سے زیادہ متاثرہ بے زمین ہاریوں کو ان بلند نرخوں کا کس حد تک فائدہ پہنچا۔

حکومت نے م 12ء کے لیے زرعی نمونہ کا ہدف 3.4 فیصد مقرر کیا ہے جو م 11ء میں محصولہ ہدف 1.2 فیصد سے کافی بلند ہے۔⁹ تازہ ہدف کے حصول میں کئی رکاوٹیں حائل ہیں:

5 اکنامک سروے آف پاکستان 2010-11ء کے مطابق سیلاب سے 1700 سے زائد افراد جاں بحق ہوئے، 20 لاکھ بے گھر ہوئے، 20 فیصد سے زائد رقبہ متاثر ہوا۔ سیلاب سے انفراسٹرکچر، مکانات، زراعت، گلہ بانی اور دیہی گھرانوں کے دیگر اثاثوں کے زیاں کی شکل میں اربوں ڈالر کا نقصان اُلگ ہوا۔

6 سیلاب سے وہ بیج بھی تباہ ہو گئے جو کسان گندم کی عموماً گلی بوائی کے لیے ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ مزید برآں، جنہوں نے بیج بچا لیے تھے وہ متبادل غذا کی قلت کے پیش نظر انہیں کھانے پر مجبور ہو گئے۔

7 اکنامک سروے آف پاکستان 2010-11ء کے مطابق اہم فصلوں کے بلند نرخوں کی وجہ سے صرف 2010-11ء کے دوران 342 ارب روپے کی آمدنی دیہی علاقوں کو منتقل ہو گئی۔ اس کے برعکس سیلاب سے فصلوں کو تقریباً 282 ارب روپے کا نقصان ہوا۔

8 مارچ 2011ء میں کپاس کے بیجوں کی فی کلوگرام قیمت 5,200 روپے تک جا پہنچی جو مارچ 2010ء میں 2,300 روپے تھی۔

9 دیکھئے پاکستان کا سالانہ منصوبہ 2011-12ء، منصوبہ بندی کمیشن، حکومت پاکستان۔

خام مال کے نرخوں میں تیزی سے اضافہ

کاشت کار ابھی سیلاب کے اثرات سے پوری طرح نہیں نکل پائے تھے کہ خام مال خصوصاً یوریا، کیڑے مار دواؤں اور ڈیزل کے نرخ تیزی سے بڑھ گئے۔ ڈیزل کا نرخ جون 2010ء میں 75.7 روپے لٹر تھا جو جون 2011ء میں 94.1 روپے ہو گیا۔ یوریا کی قیمت میں اضافہ زیادہ نمایاں تھا، یوریا کا 50 کلوگرام تھیلا نومبر 2010ء میں 850 روپے کا تھا جو غیر رسمی منڈی میں اگست 2011ء میں اندازاً 1800 روپے اور نومبر میں 1500 روپے میں فروخت ہوا۔¹⁰ یوریا کی بروقت دستیابی سے متعلق تشویش نے بھی مسئلے کو دو چندان کر دیا۔¹¹

آمدنی گٹ جانے کے خطرے سے دوچار کاشت کاروں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ بوائی کے موسم سے پہلے گندم کی سرکاری قیمت بڑھائی جائے۔ چنانچہ حکومت نے گندم کی سرکاری قیمت 100 روپے بڑھا کر 1,050 روپے فی 40 کلوگرام کرنے کا فیصلہ کیا جو اکتوبر 2008ء میں مقرر کی گئی تھی، اور یہ عالمی منڈی میں موجودہ قیمت سے خاصی زائد ہے۔ چنانچہ گندم کی سرکاری قیمت جوں کی توں رہے تو مئی 12ء کا 25 ملین ٹن برف پورا کرنا مشکل ہوگا، جبکہ سرکاری قیمت بڑھانے سے حکومت کو بھاری مالیاتی بوجھ برداشت کرنا پڑے گا اور کمرشل بینکوں (جو اجناس کی خریداری کے لیے مالکاری کرتے ہیں) کی مزاحمت کا بھی سامنا کرنا ہوگا۔

ایک اور سیلاب

بدقسمتی سے ملک رواں سال ایک اور سیلاب کا شکار ہو گیا جس کے زیادہ تر تباہ کن اثرات وسطی اور زیریں سندھ پر ہیں۔ حالیہ سیلاب سے زندگیوں کے بھاری اتلاف کے علاوہ انفراسٹرکچر، میوشینوں اور فصلوں کو بھی خاصا نقصان پہنچا اور سب سے زیادہ کپاس کی فصل متاثر ہوئی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیلاب سے قبل کپاس کی فصل سے خاصی توقعات وابستہ تھیں جس کی متعدد وجوہات تھیں: (الف) کپاس کی بلند قیمت کے پیش نظر سندھ اور پنجاب میں کسانوں نے زیادہ وسیع رقبے پر کپاس کاشت کی تھی،¹² (ب) گزشتہ سال پنجاب کی فصل کو جس ”کٹن لیف کرل وائرس“ (سی ایل سی وی) نے نقصان پہنچایا تھا وہ اس سال فصل سے دور رہا، اور (ج) کپاس کی یافت بڑھانے کے لیے حکومت نے بی ٹی کٹن کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی تھی (دیکھئے باکس 2.1)۔¹³ لہذا مئی 12ء کے لیے کپاس کی پیداوار کا ابتدائی تخمینہ تقریباً 15 ملین گانٹھیں تھا،¹⁴ تاہم سیلاب عمدہ فصل کی ان توقعات کو بہا کر لے گیا اور اپنے پیچھے ایک مالا جلا منظر نامہ چھوڑ گیا۔

باکس 2.1: پاکستان میں بی ٹی کپاس

بی ٹی کپاس ایک جین Bacillus thuringiensis کی soil bacterium سے منتقلی کے ذریعے تیار کی جا رہی ہے۔¹⁵ اس جین کی خاصیت یہ ہے کہ کپاس کی فصل میں تین سنڈیوں یعنی چٹکیری سنڈی، گلابی سنڈی اور امریکی سنڈی کے حملے کے خلاف مزاحمت بڑھ جاتی ہے۔¹⁶

حکومت پاکستان نے جینیاتی طور پر تبدیل شدہ (جی ایم) کپاس 2010ء کے خریف سیزن سے متعارف کرائی، چنانچہ بی ٹی کپاس کی دس اقسام کے تصدیق شدہ بیج اور ایک دولی قسم کے بیج تقسیم کیے گئے۔¹⁷

جی ایم بیج تیار کرنے کا کام اگرچہ 1997ء میں شروع ہو گیا تھا تاہم تصدیق شدہ جی ایم بیجوں کے تجارتی استعمال میں تاخیر کی وجہ سے بی ٹی کپاس کی مختلف اقسام کے بیج 2000ء سے بے ضابطہ طور پر استعمال کیے جا رہے تھے۔ اس دوران بی ٹی کپاس کے غیر تصدیق شدہ بیجوں کا استعمال بہت زیادہ بڑھ گیا، حتیٰ کہ 2009ء کے آٹے آتے کپاس 70 فیصد زیر کاشت رقبہ بی اقسام استعمال کرنے لگا۔²⁰

10 حکومت نے مارچ 2011ء میں زرعی خام مال مثلاً کھاد، کیڑے مار دواؤں اور ٹریکٹر پر سب سبسائیڈز بھی عائد کر دی۔

11 کھاد ساز کارخانوں کے لیے گیس کی شدید قلت کی وجہ سے یہ کارخانے ایک طرف اپنی پوری استعداد پر کام نہ کر سکے، دوسرے یوریا کی درآمد میں خاصی تاخیر، اور قیمت بڑھنے کی توقع پر اس کے ذخیرے کی ترغیب سے یوریا کی بروقت دستیابی کا معاملہ بھی خاصا تشویش ناک ہو گیا (مزید تفصیل کے لیے باب 9 کا کھاد پر سب سبسائیڈز ملاحظہ کیجیے)۔

12 مئی 12ء میں پنجاب اور سندھ دونوں میں کپاس کی بوائی ہدف سے آگے نکل گئی۔ اس کے برعکس مئی 11ء کے دوران سندھ میں کپاس کی بوائی کا 80 فیصد ہدف پورا ہوا تھا۔

13 بی ٹی کپاس کی یافت کپاس کی روایتی اقسام سے 35 فیصد زیادہ ہے۔

14 آخری بار 2004-05ء کے سیزن میں کپاس کی بلند پیداوار ہوئی تھی جو 14.26 ملین گانٹھیں تھی۔

15 Bacillus thuringiensis نامی جین کرائے پروٹین (Cry protein) پیدا کرتا ہے جو کہ پتلی، قتل، ہٹل، اور مکھیوں کے لارواؤں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس پودے کو کھانے سے اس کا زہرانہ کیڑوں کے جسم میں داخل ہو کر ان کے پیٹ کو زبردست نقصان پہنچاتا ہے، ان کا نظام انہضام متاثر ہو جاتا ہے اور یہ صورتحال بالآخر کیڑے کی موت پر منتج ہوتی ہے۔

16 بی ٹی جین کی منتقلی فصل کی یافت براہ راست نہیں بلکہ کیڑوں کے حملے کی مزاحمت بڑھ جانے سے پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

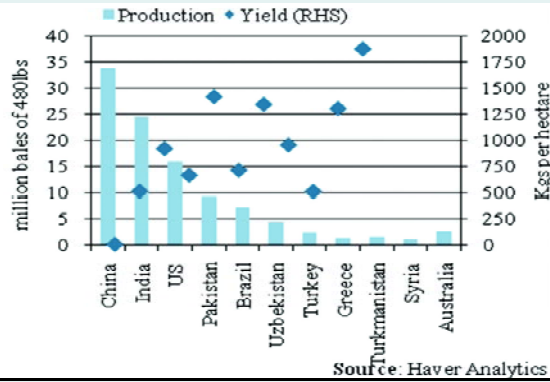
17 ماخذ: پاکستان اکنامک سروے 2010-11ء صفحہ 33

18 ماخذ: نازی ایچ، سارکر آر، وغیرہ (2010ء)

19 جی اے (2005ء) کے مطابق بی ٹی کپاس کی اولین کاشت کاری 2000ء میں عمرکوٹ (سندھ) میں ہوئی تھی۔

20 دیکھئے کیروں (2009ء)۔

شکل 2.2: کپاس کی پیداوار اور یافت (5 سالہ اوسط)



Source: Haver Analytics

پاکستان میں ان کیڑوں پر قابو پانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہاں کپاس کی یافت دیگر ملکوں (مثلاً چین، برازیل، ترکی) سے بہت کم ہے، حالانکہ پاکستان کپاس پیدا کرنے میں دنیا بھر میں چوتھے نمبر پر ہے (دیکھئے شکل 2.2)۔ کم یافت کی اہم وجہ یہ ہے کہ سخت جان کیڑے فصل پر حملہ آور ہوتے ہیں اور کپاس کے بیج غیر معیاری ہوتے ہیں 21 چنانچہ کیڑوں کی مزاحمت کرنے والے بیجوں کی آمد سے ملک میں کپاس کی پیداوار پر خاصے مثبت اثر کی امید ہے۔

بی ٹی کپاس کے بیج استعمال کرنے کا کسانوں کو فوری فائدہ یہ ہوا کہ کیڑے مار دواؤں پر ان کے اخراجات گھٹ گئے اور فصل میں سنڈیاں پیدا نہیں ہوئیں، تاہم یہ مخصوص قسم کے بیج منگنے ہیں اور انہیں زیادہ پانی اور یوریا کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان میں بی ٹی کپاس اور عام کپاس کی پیداوار کا موازنہ کرنے کے لیے کئی مطالعے کیے گئے ہیں، ان مطالعوں کے طے بنتے ہوئے سامنے آئے۔ حتیٰ (2005ء) کا کہنا ہے کہ بی ٹی کپاس کی پیداوار روایتی کپاس سے کم رہی۔ اس کے برعکس نازلی وغیرہ (2010ء) اور عبداللہ (2010ء) کا مشاہدہ ہے کہ بی ٹی کپاس کی موجودہ غیر منظور شدہ اقسام عمدہ پیداوار دیتی ہیں۔ تاہم ان مطالعوں میں تسلیم کیا گیا ہے کہ پاکستان میں کاشت کار بی ٹی کپاس کا پورا فائدہ نہیں اٹھا رہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ:

- 1۔ نئی شے کے مختلف زرعی ماہرین نے کپاس کی مقامی اقسام میں بی ٹی کے خواص منتقل کر کے بی ٹی کی اقسام تیار کی تھیں جنہیں کسی ری ضوابطی فریم ورک کے بغیر تقسیم کیا گیا ہے چنانچہ ان بیجوں کے معیار پر تنقید پائی جاتی ہے۔
- 2۔ کپاس کے بیجوں کی بیماری (سی ایل سی وی) کے ساتھ ساتھ رس چوسنے والے کیڑے (میلی بگ، جیسڈ اور سفید کیڑی) پاکستانی کپاس کے لیے اب بھی بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں، ان امراض کی مزاحمت کرنے والی کوئی کپاس فی الحال دستیاب نہیں ہے۔ 22
- 3۔ کپاس میں مزاحمت لانے کا کوئی منصوبہ موجود نہیں ہے۔ کاشت کاروں سے کہا جاتا ہے کہ وہ بی ٹی کپاس کی فصل کے ساتھ ساتھ ایک قطعہ رگیں (جہاں کپاس کی روایتی اقسام یا دوسری کوئی فصل ہو) تاکہ ایک خاص عرصے کے دوران کیڑوں میں قوت مزاحمت دوبارہ پیدا نہ ہو جائے۔

حوالہ جات:

- Abdullah A. (2010). An Analysis of Bt Cotton Cultivation in Punjab, Pakistan Using the Agriculture Decision Support System (ADSS). AgBioForum, 13(3): 274-287.
- Carroll, J. (2009). Pakistan annual cotton report (Global Agricultural Information Network Report). Washington, DC: USDA Foreign Agriculture Service.
- Government of Pakistan (2011). Pakistan Economic Survey (2010-2011), Federal Bureau of Statistics, Government of Pakistan.
- Hayee, A. (2005). Cultivation of Bt cotton: Pakistan's experience. Islamabad, Pakistan: ActionAid.
- Nazli H., Sarker R., Meilke K, and Orden D. (2010). Economic Performance of Bt Cotton Varieties in Pakistan. Selected Paper prepared for presentation at the Agricultural and Applied Economics Association's 2010 AAEA, CAES & WAEA Joint Annual Meeting, Denver, Colorado, July 25-27, 2010.
- Rao, Ijaz Ahmad (2006). First Bt Cotton Grown in Pakistan. Pak Kissan, 17 March 2006.
- <http://www.pakissan.com/english/advisory/biotechnology/first.bt.cotton.grown.in.pakistan.shtml>.
- Salam, A. 2008. Production, Prices and Emerging Challenges in the Pakistan Cotton Sector. In Cororaton, Caesar B. et al. ed.) Cotton-Textile-Apparel Sectors of Pakistan: Situation and Challenges Faced. IFPRI Discussion Paper 00800. Washington, D.C.

سندھ میں کپاس کی کاشت کے اہم علاقے (مثلاً ساگھڑ، میرپور خاص، مینظیر آباد، ٹنڈو محمد خان، اور ٹنڈوالہ یار) سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئے (دیکھئے باکس 2.2)۔ اس کے علاوہ زبردست بارشوں سے جنوبی پنجاب میں بھی نقصانات ہوئے ہیں تاہم جنوبی سندھ کے بعض علاقوں میں مون سون بارشوں کے آغاز سے پہلے کسان کپاس کی پہلی چٹائی مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ م س 12ء کا کپاس کا پیداواری ہدف چونکہ پہلے ہی خاصی احتیاط سے مقرر کیا گیا تھا 23 اس لیے سیلابی نقصانات کے باوجود اب بھی قابل حصول ہے۔

2010ء کے غیر معمولی سیلاب سے یہ بات واضح ہے کہ شدید بارشیں نہ ہونے کی صورت میں بھی پاکستان اب سیلابی ریلے آنے کے خطرات سے پہلے سے زیادہ دوچار ہے۔ سیلاب سے تحفظ کا انفراسٹرکچر (دیرپائی پشتے، حفاظتی دیواریں اور برساتی نالے) گزشتہ سال کے سیلاب سے بری طرح متاثر ہوا تھا اور اب بھی اس کی مرمت کی ضرورت ہے۔ چونکہ زرعی شعبے کا دیہی ملازمتوں، غربت میں کمی، ترقیاتی اشاریوں اور ترقی کے امکانات پر نمایاں اثر ہوتا ہے اس لیے دیہی انفراسٹرکچر کی بحالی نہایت اہم ہے۔

21 سلام (2008ء) نے پاکستان میں 1991ء تا 2005ء کے دوران کپاس کی یافت کے رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ کپاس کی یافت اور ملکہ پیداواری نقصان میں اتار چڑھاؤ پر اثر انداز عوامل میں ایک اہم عامل کیڑوں کا حملہ ہے۔ کسی عام سال میں نقصانات کا تخمینہ 5 سے 10 فیصد ہے، جس سال فصل خراب ہو جائے اس سال نقصانات کا تخمینہ 30 سے 40 فیصد ہے۔

22 دیکھئے کیروں (2009ء)۔

23 م س 12ء کے لیے زرعی نمونے 3.4 فیصد ہدف میں کپاس کی رواں سیزن کی فصل کا مفروضہ حیران کن حد تک بہت کم یعنی 12.8 ملین گاٹھیں ہے۔

جدول 2.3: سندھ کی اہم فصلیں (5 سالہ اوسط)				
کپاس	سندھ	مجموعہ	مجموعہ میں سندھ کا حصہ	
پیداوار	ہزار گنا	12,453	23.8	
رقبہ	ہزار ہیکٹر	602	19.9	
گنتا				
پیداوار	ہزار ٹن	13,875	26.4	
رقبہ	ہزار ہیکٹر	241	23.4	
چاول				
پیداوار	ہزار ٹن	2,052	33.8	
رقبہ	ہزار ہیکٹر	645	23.8	
پیار				
پیداوار	ہزار ٹن	688	37	
رقبہ	ہزار ہیکٹر	53	38.3	
مرچ				
پیداوار	ہزار ٹن	123	89.7	
رقبہ	ہزار ہیکٹر	55	85.2	
نماری				
پیداوار	ہزار ٹن	80	15.8	
رقبہ	ہزار ہیکٹر	11	21.4	
ماخذ: پاکستان زرعی سروے، 2009-10ء				

2.2: سندھ میں حالیہ سیلاب اور زراعت پر اس کے اثرات

پاکستان 2010ء کے سیلاب کے اثرات سے نکل ہی رہا تھا کہ اگست 2011ء میں ایک اور سیلاب نے اسے آگیا۔ گزشتہ سال دریاؤں کی طغیانی نے تباہی مچائی تھی، اس بار سندھ کے مخصوص علاقوں میں غیر معمولی بارشوں نے وہی حالات پیدا کر دیے۔

خیبر پختونخوا اور پنجاب میں بھی زوردار بارشیں ہوئیں تاہم زیادہ تباہی سندھ کے وسطی اور جنوبی حصوں میں آئی، خاص کر مٹی، میر پور خاص، ڈیپلو، چھاچھر ونگر پارکر، بینظیر آباد، بدین، چھور، پٹن، ساکنڈ، نوشہرہ فیروز، اور دادو میں اگست اور ستمبر 2011ء کے دوران ریکارڈ بارشیں ہوئیں۔

جنوبی سندھ کا میدانی علاقہ نسبتاً نشیب و فراز والا ہے چنانچہ بارشوں سے ٹنڈو محمد خان اور بدین کا خاصہ رقبہ زیر آب آ گیا۔ لیٹ پیٹ آؤٹ فال ڈرین 24 میں شگانوں کی وجہ سے صورتحال زیادہ سنگین ہو گئی اور چانوں کے زریاں اور املاک، زرعی پیداوار اور مویشیوں کے وسیع نقصانات کی باعث بنی۔ شدید بارشوں سے ضلع قمر پارکس متاثر ہوا جو ریگستانی علاقہ ہے، وہاں خوش قسمتی سے بارش کا پانی ریت میں جذب ہوتا رہا۔

جہاں تک زرعی پیداوار کے نقصانات کا تعلق ہے تو اس مرحلے پر کوئی تخمینہ دینا قبل از وقت ہوگا، تاہم سندھ میں خریف کی اہم فصلوں کی چندہ چیدہ معلومات (دیکھئے جدول 2.3) سے سیلاب کے ممکنہ اثرات پر روشنی پڑتی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اگست اور ستمبر عموماً کپاس، چاول اور دیگر فصلوں کی کٹائی کے مہینے ہوتے ہیں۔ جنوبی سندھ کے بعض علاقوں کے کاشت کاروں نے کپاس کی پہلی چٹائی مون سون بارشوں سے پہلے مکمل کر لی تھی۔ 25 اسی طرح دوسرے علاقوں میں خریف کی ہزریاں کاٹی جا چکی تھیں اور ریت کی ہزریاں بوائے جانے کا وقت آچکا تھا۔

کپاس کو سیلاب سے تباہی کا سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ کپاس کو زیادہ تر نقصانات میر پور خاص، بینظیر آباد، ساکنڈ، گھوگی، ٹنڈو محمد خان اور ٹنڈوالہ پار میں ہوئے۔

چاول کی فصل کو نقصانات زیریں سندھ میں بدین اور ٹنڈو تک محدود رہے، خوش قسمتی سے سندھ کا لگ بھگ 70 فیصد چاول بالائی سندھ (مثلاً کشمور، جیکب آباد، شکار پور، لاڑکانہ) میں پیدا ہوتا ہے جہاں بارش کم ہوئی۔ تو قے ہے، اس مرحلے پر ان علاقوں میں بارش سے فصل کی یافتہ زیادہ ہوگی جس سے زیریں سندھ میں ہونے والے نقصانات کی تلافی ہو جائے گی۔

جہاں تک گنے کا تعلق ہے تو گنا پیدا کرنے والے تقریباً تمام بڑے اضلاع 26 سیلاب سے متاثر ہوئے، تاہم فصل کو نقصانات کم رہنے کی توقع ہے کیونکہ دوسری فصلوں کی نسبت گنا سیلاب سے مزاحمت کر سکتا ہے، نیز بارش کا پانی گنے کا رس بڑھا کر اس کے وزن میں اضافہ کر دیتا ہے۔

سندھ میں پیاز، نماری، مرچ جیسی بعض چھوٹی فصلوں کو بھی نقصانات ہوئے۔ پاکستان میں مرچ کی 65 فیصد سے زائد پیداوار مجموعی طور پر میر پور خاص، بدین اور ٹنڈو میں ہوتی ہے۔ 27 ہزریوں کی بیشتر فصل بارشوں سے پہلے کاٹی گئی تھی تاہم سیلاب نے فصل کو نقصان پہنچایا اور خدشہ ہے کہ ریت کی ہزریوں کی بوائی تاخیر سے ہوگی۔ ملک میں کیلے کی تقریباً 70 فیصد پیداوار خیبر پور، ٹنڈو، بینظیر آباد، میانمار، نوشہرہ فیروز اور ساکنڈ میں ہوتی ہے اور یہ تمام علاقے سیلاب سے متاثر ہوئے۔

اس سیلاب کے علاوہ مویشیوں اور پالتو جانوروں کو بھی خاصا نقصان پہنچایا۔ این ڈی ایم اے کے مطابق سیلاب کے باعث سندھ میں 15 ہزار سے زائد مویشی ہلاک ہوئے، تاہم مجموعی جی ڈی پی پر اس کے اثرات معمولی ہوں گے کیونکہ ذیلی شعبہ گلابانی کا اضافہ قدرتی جانوروں کے مابین شرح افزائش کی بنیاد پر معلوم کیا جاتا ہے اور گزشتہ حیوان شماری 2006ء میں ہوئی تھی۔

حوالہ جات:

Suparco (2011). Pakistan Satellite-based Crop Monitoring System Bulletin issued by Suparco, Vol. 1, Issue 9.
Government of Pakistan (2009). Crop Area and Production (by Districts) 2007-08 - 2008-09, Ministry of Food and Agriculture, Islamabad.
Government of Pakistan (2011). Pakistan Annual Plan 2011-12, Planning Commission, Islamabad.

کپاس کے نرخوں میں کمی

کپاس کے کاشت کاران کو سیلاب سے ہونے والی تباہی برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ مارچ 2011ء سے ایک اور خطرے کا سامنا ہے یعنی عالمی اور ملکی منڈی میں نرخوں کا

24 نہروں کے خالص پستوں میں بڑے شگانوں کے واقعات ان شہروں میں پیش آئے: بدین، میر پور خاص، ٹنڈو محمد خان، ٹنڈوالہ پار اور ساکنڈ۔

25 اس کا مطلب ہے کہ کاشت کار فصل کا 15 سے 20 فیصد پہلے ہی کاٹ چکے تھے۔

26 بدین، ٹنڈو، میر پور خاص، ٹنڈو محمد خان، ٹنڈوالہ پار، نوشہرہ فیروز، اور بینظیر آباد۔

27 ضلع ٹنڈو کوٹ کا چھوٹا سا قصبہ کنڑی سرخ مرچوں کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔

جدول 2.4: منتخب صنعتوں میں استعداد کا استعمال										
فیصد										
صنعت	تطبیقی وزن	م 08ء	م 09ء	م 10ء	م 11ء	صنعت	تطبیقی وزن	م 08ء	م 09ء	م 10ء
غذائی	19.1					دھات	4.7			
خوردنی تیل و گھی		46.9	44.6	45.6	46.3	کونکر		30.0	43.7	35.3
شکر		61.9	41.7	41.1	54.5	خام لوہا		80.8	64.3	39.3
پانی		17.0	17.0	16.6	18.0	فولادی سلائیں		67.5	45.6	39.1
پیٹرولیم مصنوعات	7.0	88.7	82.2	74.6	67.8	کیمیائی	3.8			
سینٹ	5.5	81.5	75.0	76.3	76.2	دھوئی سوڈا		75.5	74.6	41.9
گاڑیاں	5.3					سوڈا الیش		82.4	82.5	80.6
کاریں		59.9	30.7	44.2	48.7	برقی اشیا	3.3			
ایلی سی وی/جیپ		57.4	42.7	42.4	50.1	ایئر کنڈیشنر		45.6	21.6	33.9
بس		22.9	13.1	12.6	9.8	ڈیپ فریزر		21.8	19.8	24.4
ٹرک		17.5	11.0	12.0	9.9	ریفریجریٹر		33.7	31.3	35.6
ٹریکٹر		82.5	92.5	110.4	109.0	ٹی وی سیٹ		28.6	16.1	13.7
دو یا تین پہیوں والے		58.8	51.0	77.2	91.0	اوسط		55.6	48.2	47.2
کھاد	4.5	116.3	117.2	99.7	93.6					46.4

استعداد کے اعداد و شمار کے ماخذات: پی وی ایم اے (تیل و گھی)، پی ایس ایم اے (شکر)، پی ایف ایم اے (پانی)، او ای سی (پیٹرولیم مصنوعات)، ای پی سی ایم اے (سینٹ)، اکنامک سروے آف پاکستان (آٹو)، این ایف ڈی سی اور کمپنیاں (کھاد)، پاکستان اسٹیل اور ای ڈی بی (دھات)، کمپنیاں (کیمیائی، کھاد، ایم ایم یارن)، اور پی ای ایم اے (برقی اشیا)

تیزی سے گرنا۔²⁸ خدشہ ہے کہ کاشت کاران اپنی پیداواری لاگت بھی نہیں نکال پائیں گے۔²⁹ اگرچہ کپاس کی فصل تباہ ہونے کی اطلاعات سے کپاس کے نرخ عالمی اور ملکی منڈی میں چڑھ گئے تاہم کمزور عالمی معیشت سے اجناس کے نرخ ٹنچلی سطح پر ہیں۔ جہاں تک عالمی نرخوں کا تعلق ہے تو ان میں تیزی سے مزید کمی کی امید نہیں کیونکہ نرخ بظاہر مستحکم حالت میں آچکے ہیں۔

2.3 بڑے پیمانے کی اشیا سازی

مالی سال 10ء میں عالمی معیشت میں جو معمولی سی بحالی آئی تھی وہ بہت مختصر جلی، اور اس کے بعد اشیا سازی کے شعبے کے لیے مالی سال 11ء ایک اور ہراساں ثابت ہوا۔ ایک طرف سیلاب نے صنعتی اشیا کی رسد کے راستے توڑ پھوڑ دیے اور دوسری طرف بجلی اور قدرتی گیس کی شدید قلت نے کئی (مثلاً ٹیکسٹائل، مصنوعی کھاد، فولاد، شیشہ وغیرہ) اہم صنعتوں کو منصوبے کے مطابق چلنے نہ دیا۔ صنعتیں گزشتہ مسلسل تین سال سے استعداد کے مطابق کام نہیں کر پار ہیں، جیسا کہ جدول 2.4 سے ظاہر ہے۔³⁰

اس کے علاوہ شعبہ اشیا سازی پر عائد بلند ٹیکسوں، پیٹرولیم مصنوعات کی تقسیم اور فولاد کی پیداوار میں سیالیت کی وجہ سے رکاوٹوں کے سبب اقتصادی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ نیز ملکی اور برآمدی دونوں منڈیوں میں شدید مسابقت کی وجہ سے بعض صنعتوں کا منڈی میں حصہ گھٹ گیا۔ آخری بات یہ کہ سرمایہ کاری کی گھٹتی ہوئی طلب کے عالم میں سرمایہ جاتی اشیا کی پیداوار کو اس سال ایک بڑی رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑا۔ بحیثیت مجموعی بڑے پیمانے کی اشیا سازی کی نمو گرا کر ایک فیصد رہ گئی جو م 01ء سے م 08ء تک کی اوسط نمو 7 فیصد سے زائد کے مقابلے میں خاصی کم ہے۔

²⁸ کاشت کاروں کو 2010ء کے رکاز نرخوں کی بنا پر پیداوار بڑھانے کی ترغیب ملی، نتیجتاً کپاس کے نرخ تیزی سے گر گئے۔ انٹرنیشنل کاؤنٹن انڈوسٹری کمیٹی (آئی سی ای سی) کے تخمینے کے مطابق 2011-12ء میں کپاس کی عالمی پیداوار

8 فیصد بڑھے گی جو غالباً 2004-05ء کے کم ترین کے بعد سے بڑی فصل ہوگی۔ دریں اثنا بلوں میں کپاس کا استعمال خاصی سمت رفتار سے یعنی اندازاً 1.5 فیصد بڑھے گا۔

²⁹ یورپ کی قیمت میں تیزی سے اضافہ کپاس کے کاشت کاروں کو بری طرح متاثر کر رہا ہے۔

³⁰ نئے کارخانوں (مثلاً سینٹ، کھاد اور پیٹرولیم) کی تنصیب سے استعداد کے استعمال کا تناسب مزید گھٹ گیا۔

جدول 2.5: پہلی اور دوسری ششماہی کے دوران بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں شعبہ وار نمو				
فیصد				
صنعت	تطبیقی وزن	پہلی ششماہی م س	دوسری ششماہی م س	پہلی ششماہی سے
بڑے پیمانے کی اشیا سازی، مجموعی	100	-1.2	11ء	فرق
ان صنعتوں میں دوسری ششماہی میں نمایاں بہتری آئی				
ٹیکسٹائل	32.6	-6.5	10.9	17.3
غذا	19.1	3.2	14.0	10.9
پتھر و لیم مصنوعات	7.0	-8.3	4.1	12.4
دوا سازی	6.7	-1.1	8.9	10.0
چمڑا	3.0	26.4	30.6	4.3
ریڑ	0.4	-9.0	7.2	16.2
ان صنعتوں میں نسبتاً بہتری آئی				
غیر دھاتی معدنیات	5.6	-10.4	-6.5	3.9
دھات	4.7	-15.4	-2.8	12.6
لکڑی	0.0	-10.3	-2.6	7.7
ان صنعتوں کی نمو میں خرابی آئی				
کیمیکل	6.4	2.8	0.9	-1.9
گاڑیاں	5.3	14.1	7.1	-7.0
کھاد	4.5	4.0	-4.1	-8.2
برقی اشیا	3.3	-5.6	-30.1	-24.5
کاند اور گتہ	0.8	5.2	-22.0	-27.2
انجینئرنگ	0.6	5.9	-45.4	-51.4
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات				

مستحکم نمو والی بعض صنعتیں

ان دشاویوں کے باوجود م س 11ء کی دوسری ششماہی میں جب سیلاب کے اثرات معدوم ہونا شروع ہوئے اور ربیع کی فصل میں مستحکم بحالی آئی تو بڑے پیمانے کی اشیا سازی بحال ہونے لگی (دیکھئے جدول 2.5)۔ دریں اثنا بیرونی محاذ کے بعض عوامل میں بہتری (ٹیکسٹائل کی بلند برآمدی طلب، اور پتھر و لیم مصنوعات کی ریفائننگ پر زائد منافع)، مارکیٹنگ کی بہتر حکمت عملی (خصوصاً فوڈ پروسیسنگ کی چھوٹی صنعتوں میں)، اور گندم کی پسائی اور صنعت دوا سازی میں معاون پالیسیوں نے بڑے پیمانے کی اشیا سازی کو مدد دی۔

یہ بات دلچسپ ہے کہ زرعی خام مال پر انحصار کرنے والی صنعتوں کی کارکردگی سیلاب کے باوجود دوسری صنعتوں سے بہتر رہی۔ مثال کے طور پر دوسب سے بڑی صنعتوں ٹیکسٹائل اور فوڈ پروسیسنگ نے م س 11ء میں مستحکم نمو حاصل کی جبکہ گذشتہ دو برسوں سے ان کی نمونہ رہی تھی۔ کپڑے کی برآمدی طلب میں اضافہ ٹیکسٹائل میں نمو کا اہم سبب بنا۔³¹

جہاں تک فوڈ پروسیسنگ کی صنعت کا تعلق ہے، مون سون کی شدید بارشیں اس کے لیے رحمت ثابت ہوئیں کیونکہ شدید بارشوں کے بعد سیلاب سے گئے میں سکروز کی سطح بڑھ گئی، جبکہ سیلابی مٹی سے گندم کی فصل کو مدد ملی چنانچہ اضافی گندم سے پسائی بھی بڑھ گئی۔

مزید برآں، افغانستان کو گندم کی برآمدی اجازت سے چکی ماکان کے لیے مواقع بڑھ گئے، م س 11ء کے دوران بیسی گئی گندم کا تقریباً 16 فیصد حصہ افغانستان برآمد کیا گیا، جبکہ ایک برس قبل یہ تناسب ایک فیصد سے بھی کم تھا۔ اس کے علاوہ خام پام آئل کی درآمدی ڈیوٹی میں کمی سے تیل و گھی کے کارخانوں کو م س 11ء کی دوسری ششماہی میں عالمی نرخوں کے تیز رفتار اضافے کے باوجود منافع برقرار رکھنے میں مدد ملی۔

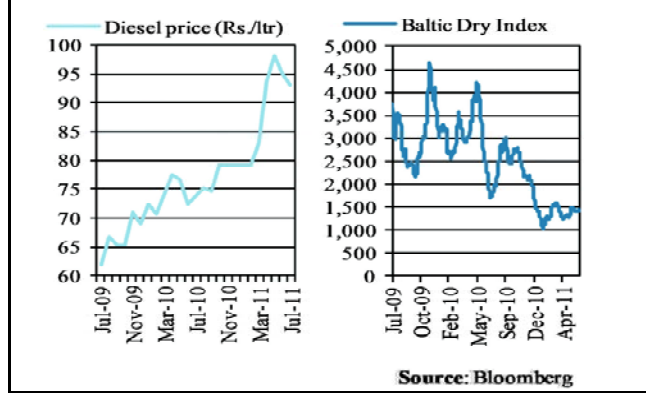
چائے اور سگریٹ کی فروخت میں اضافے کا بڑا سبب مارکیٹنگ کے اختراعی طریقے ہیں۔ کچھ عرصے سے ان صنعتوں کو غیر رسمی منڈی کی سخت مسابقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اور دونوں اجناس پر بھاری ٹیکس بھی عائد تھے۔ غیر رسمی شعبے کی صنعتیں اور یہ اشیا اسمگل کرنے والے یہ ڈیوٹیاں ادا نہیں کرتے (جو کہ ان کی قیمت کی 20 فیصد سے زائد ہیں)، اس لیے ان کی قیمت رسمی شعبے کی اشیا کے مقابلے میں خاصی کم ہے۔ تاہم رسمی شعبے نے نئے برانڈز متعارف کرا کے، تقسیم کاریٹ ورک، بہتر بنا کر، اور جارحانہ تشہیری مہم چلا کر بالآخر غیر رسمی شعبے کو پسپا کر دیا۔ اس سے نہ صرف حکومت کو محاصل اکٹھا کرنے میں مدد ملی ہے بلکہ دستاویزی کارروائی بھی بڑھ جاتی ہے۔

مسابقت میں کمی سے دوسرے شعبے متاثر ہیں

برآمدی صنعتوں میں سے صرف ٹیکسٹائل اور برقی پنکھوں کی صنعتیں اپنے برآمدی حجم میں اضافہ کرنے میں کامیاب ہو سکیں، دوسری مثلاً دوا سازی، جوتے، سینٹ، اور سوڈا الیش صنعتوں کی برآمدی طلب گر گئی۔ بجلی کی مسلسل قلت اور اس کے نتیجے میں پیداواری استعداد سے کم سطح پر کام ہونے کی وجہ سے خاص طور پر بُنائی کی صنعت کی برآمدی صلاحیت متاثر

31 کپاس کی پیداوار کرنے کے باوجود ٹیکسٹائل سازوں نے اس سال بلند طلب کو پورا کرنے میں کامیابی حاصل کی اور درآمدات میں کوئی نمایاں اضافہ نہیں ہوا۔ ایسیا یوں ممکن ہوا کہ کپاس کے پہلے سے موجود ذخیرے دستیاب تھے اور دھاکہ کم مقدار میں برآمد کیا گیا (ٹیکسٹائل پرمزید تفصیلات کے لیے باب 9 دیکھئے)۔

شکل 2.3: بحری اور خشکی کے راستے مال برداری کی لاگت کے رجحانات



ہو رہی ہے۔³² دوسری صنعتوں کے معاملے میں نقل و حمل کی بلند لاگت سے برآمدات کی مسابقت کم ہو رہی ہے۔ بھاری مقدار والی اشیاء مثلاً سیمنٹ اور سوڈا الیش کے معاملے میں یہ بات خاص طور پر درست ثابت ہو رہی ہے کیونکہ ان کی قدر بلحاظ وزن خاصی کم ہوتی ہے۔ اس سال بحری بار برداری کے عالمی اخراجات کم ترین حد تک آ جانے کے باوجود یہ اشیاء عالمی منڈی میں مسابقت کے قابل نہیں رہیں کیونکہ انہیں اندرون ملک فیکٹریوں سے بندرگاہوں تک پہنچانا ڈیزل کے بھاری نرخوں کے سبب ایک مہنگا سودا بن گیا جو ان کی منتقلی کی لاگت بڑھا دیتا ہے (دیکھئے شکل 2.3)۔ اس کے علاوہ پاکستان ریلوے بھی اندرون ملک سستا ذریعہ نقل و حمل فراہم نہ کر سکی۔

درآمدی مسابقت کی حامل صنعتوں کی کارکردگی ناقص رہی (دیکھئے جدول 2.6)۔ م س 11ء کے دوران چین سے (آزاد تجارتی معاہدے کے تحت مستثنیٰ قرار دی گئی) سستی مصنوعات ملکی منڈی میں آتی رہیں جس سے مسابقت بڑھ گئی۔ اس آزادانہ آمد سے خاص طور پر ربڑ، شیشہ، اور برقی پنکھے جیسی صنعتیں متاثر ہوئیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک طرف پاکستان کے برقی پنکھوں نے بیرون ملک منڈی میں اپنا حصہ بڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا، دوسری طرف خود ملکی منڈی میں درآمدی پنکھے تیزی سے اپنی جگہ بنا رہے ہیں۔

م س 09ء میں حال یہ تھا کہ ملک میں تیار ہونے والے پنکھے ملکی ضروریات کی 60 فیصد طلب پوری کرتے تھے، آج یہ تناسب 5 فیصد سے بھی کم رہ گیا ہے۔ ملکی طلب پوری کرنے والے 80 فیصد سے زائد پنکھے چینی ساختہ ہیں جو پاکستانی پنکھوں سے زیادہ سستے ہیں (دیکھئے جدول 2.7)۔

بعض صنعتیں نا انصافی کا شکار ہیں

صنعتوں کے لیے بحیثیت مجموعی اقتصادی حالات گزشتہ چند برسوں سے سازگار نہیں۔ مالیاتی کھاتوں کے مسلسل تناؤ کی بنا پر معمولی سے معاون اقدامات ہی کیے جاسکتے ہیں، جبکہ حاصل بڑھانے کے معاملے میں مایوسی میں اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں ٹیکسیشن بڑھی ہے خاص طور پر ان صنعتوں میں جن کا مکمل آؤٹ کیا جاتا ہے، چنانچہ ان سے ٹیکس وصولیاں آسان بن جاتی ہیں (مثلاً پٹرولیم مصنوعات، کاریں، سیمنٹ، اور حال ہی میں الیکٹرانکس، کھاد، ٹریکٹر، اور درآمدی خام مال)۔ بعض اوقات ایسی پالیسیاں بنانے میں وقت نظر سے کام نہیں لیا جاتا اور بعد میں انہیں واپس لینا پڑتا ہے۔ اس کی نمایاں مثال مالی سال 09ء میں کاروں، اور مالی سال 11ء میں گھریلو برقی

جدول 2.6: درآمدی مسابقت والی صنعتیں					
فیصد					
ایڑا	تلفیقی وزن	پیداوار	درآمد	م س 10ء	م س 11ء
پٹرولیم مصنوعات	6.97	-7.7	-2.3	24.7	-15.2
کھاد	4.51	9.4	0.1	113.2	-52.9
کاریں*	3.37	44.1	9.8	25.9	41.5
مصنوعی رال	2.55	1.3	2.9	27.4	25.3
کاغ اور گتہ	0.80	2.7	-8.7	-0.6	21.4
فولاد کی مصنوعات	0.60	-11.0	-5.4	-2.9	-24.2
ٹائر ٹیوب	0.40	24.6	-0.8	-7.7	61.8
بس بڑک*	0.19	7.1	-18.5	18.2	-32.5
برقی پنکھے**	0.18	24.7	-10.2	25.7	59.2
شیشے کی پلیٹیں/شیشے**	0.07	-13.7	-15.9	-40.4	26.8
بائیکل**	0.06	6.5	-23.4	176.1	112.8
پلائی وڈ	0.04	-40.4	-6.7	-4.9	17.4

* درآمدی نموڈالر میں قدر کی بنیاد پر تائی جاتی ہے۔

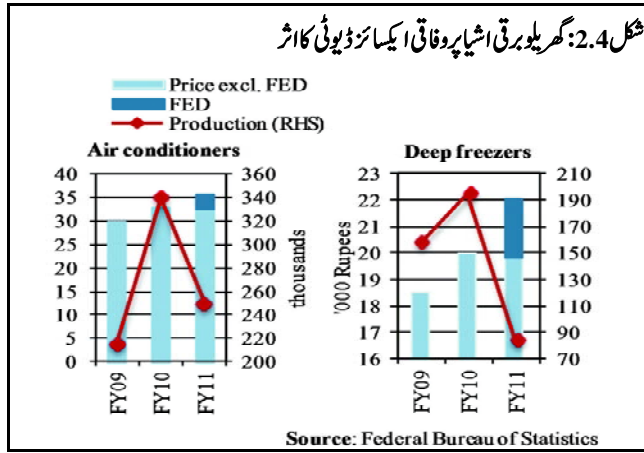
** درآمدی نموڈالر میں تائی جاتی ہے، پنکھوں کے ایچ ایس کوڈز: 8415، شیشے کے ایچ ایس کوڈز: 7009-7003

ماخذ: وفاقی دفتر شماریات

جدول 2.7: برقی پنکھوں کی درآمدی مسابقت زوروں پر					
جولائی تا مئی					
ممو	م س 09ء	م س 10ء	م س 11ء	م س 10ء	م س 11ء
پیداوار	1,552	1,950	1,723	25.7	-11.6
درآمدات	245	308	491	25.7	59.2
برآمدات	1,122	1,531	1,714	36.5	12.0

ماخذ: وفاقی دفتر شماریات

32 بجائی (یکپیڈز) کی بڑی فرموں نے کپڑے کی مستحکم عالمی طلب اور بلند اکائی قیمت والے دنوں میں کپڑے کی برآمد سے براہ راست متعلق ہونے کی بنا پر بہتر کارکردگی دکھائی، جبکہ بعض برآمد کنندگان کو بروقت ترسیل میں ناکامی کے خدشے کے تحت پیٹنگی آرڈرز کی بڑی تعداد منسوخ کرنی پڑی۔



مصنوعات پر ڈیوٹی عائد کرنے کا فیصلہ ہے، دونوں فیصلے ایک ہی سال بعد واپس لینے پڑے۔

میں 11ء کے میزانیے میں ڈیپ فریزر اور ایئر کنڈیشنر پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی عائد کی گئی جس سے صارفین کے لیے ان اشیاء کی قیمت بڑھ گئی، چنانچہ ان کی طلب گر گئی (دیکھئے شکل 2.4)۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ قیمتوں میں اس اضافے کے دوران صنعتی دھاتوں کے بین الاقوامی نرخوں کے ساتھ ساتھ خام مال کی درآمد پر دہولنگ ڈیوٹی بھی بڑھ گئی، چنانچہ ڈیپ فریزر اور ایئر کنڈیشنر کی پیداواری لاگت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ اضافی لاگت اشیاء سازوں نے اپنا منافع گھٹا کر برداشت کی، صرف اس لیے کہ وہ گرتی طلب والے حالات میں اپنا کاروبار برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں مئی 12ء کے میزانیے میں یہ ڈیوٹی ہٹائی گئی جو صنعت کے مستقبل کے لیے اچھا ہوگا۔

پالیسی میں اس رد و بدل سے فوری نقصان تو رک سکتا ہے لیکن کاروباری ماحول میں جو بے یقینی پیدا ہوگی وہ اشیاء سازوں کو محتاط بنادے گی اور وہ طویل مدتی سرمایہ کاری سے ہچکچائیں گے۔ مئی 11ء کے دوران اشیاء سازی کے شعبے میں حقیقی سرمایہ کاری 32.1 فیصد گر کر 16 سال کی ٹہلی ترین سطح پر جا پہنچی۔ اسی طرح اشیاء سرمایہ کی پیداوار بھی متاثر ہوئی اور وہ 20.8 فیصد گر گئی۔

حکومت نے صنعتی شعبے سے کیے گئے بعض وعدے پورے کرنے کی بھی کوشش کی۔ ان وعدوں میں کھاد کے کارخانوں کو گیس فراہمی باضابطہ بنانا، ٹیکسٹائل اور فولاد کی جھیلوں کو بجلی کی بلا تعطل فراہمی، گردش قرضے کے مسئلے کا حل (جس کے باعث شعبہ پیٹرولیم استعداد سے کم کام کرنے پر مجبور ہے)، اور تعمیرات کے سرکاری منصوبوں کی بحالی (جن میں تاخیر نے تعمیراتی سامان کی صنعتوں کی حالت مزید بگاڑ دی) شامل تھی۔

جدول 2.8: شعبہ خدمات کی نمو میں حصہ					
فیصد					
حصہ		نمو			
مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 11ء	مئی 10ء
4.1	2.9	4.7	4.1	2.9	4.1
1.2	1.5	5.1	3.9	4.6	1.2
0.2	0.5	4.6	1.3	2.8	0.2
-0.6	-1.2	3	-6.3	-11.3	-0.6
0.1	0.2	3.6	1.8	3.5	0.1
1.5	0.3	5	13.2	2.5	1.5
1.6	1.7	5	7.1	7.8	1.6
نوٹ: ہدف					
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات					

مستقبل میں نمو کے امکانات غیر یقینی معلوم ہوتے ہیں۔ معیشت بحالی کی راہ پر تاحال گا مزین نہیں ہو سکی ہے، خوشحالی کے زمانے میں 2003ء تا 2006ء کے دوران جو سرمایہ کاری شروع کی گئی تھی وہ توقع کے مطابق منافع نہیں دے رہی ہے، چنانچہ ان منصوبوں کو یا تو ملتوی کر دیا گیا ہے، جیسے فولاد (طوبی) اور پیٹرولیم ریفائننگ (بانکو)، یا پھر وہ خاصی بے یقینی کے عالم میں کام کر رہے ہیں، مثلاً کھاد اور سیمنٹ کے شعبے۔ اس تناظر میں مستقبل قریب میں صنعتی شعبے میں بڑی سرمایہ کاری کا امکان تلاش کرنا دشوار ہے۔

اس سب کے باوجود حکومت کاروباری شعبے کی بحالی کے لیے کوشاں ہے، اس سال ٹیکس پالیسیاں دوستانہ ہیں، مئی 12ء کے میزانیے میں سیمنٹ، مشروبات، الیکٹرانکس، اور کاروں پر ڈیوٹی کم کی گئی ہے، جبکہ سیلز ٹیکس ایک فیصدی درجہ کم کیا گیا ہے۔ تاہم خردہ نرخوں میں بڑی کمی اب تک دکھائی نہیں دی ہے، یعنی ٹیکس میں کمی کا فائدہ صارفین کو نہیں پہنچایا گیا ہے، حالانکہ ایسا کیا جاتا تو طلب بڑھائی جاسکتی تھی۔ یہ رجحان برقرار رہنے سے، مئی 11ء کی طرح کارپوریٹ ٹیکس کی بڑھتی ہوئی لیکن پیداوار کے حقیقی حجم میں صرف معمولی نمو ہوگی۔

2.4 خدمات

اجناس کے پیداواری شعبوں کی نمو مئی 10ء میں 4.7 فیصد تھی جو مئی 11ء میں گر کر 0.5 فیصد رہ گئی، تاہم خدمات کے شعبے نے اقتصادی نمو کو خاصا سہارا دیا۔ خدمات معیشت کا

سب سے بڑا شعبہ ہے (اور جی ڈی پی میں جس کا حصہ نصف سے زائد ہے)، یہ شعبہ مجموعی نمو اور ملک کی ترقی پر مستحکم اثرات رکھتا ہے (دیکھئے باکس 2.3)۔ تاہم تفصیلی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ جن عوامل نے اجناس کے پیداواری شعبوں کی کارکردگی میں رکاوٹ ڈالی ان ہی عوامل، یعنی بجلی کی قلت، گرانی کے بڑھتے ہوئے دباؤ وغیرہ، نے خدمات کے متعدد ذیلی شعبوں کی نمو کو بری طرح متاثر کیا، مثال کے طور پر تھوک اور خوردہ تجارت اور کاروبار۔ ان عوامل کے علاوہ شعبہ نقل و حمل (یعنی پاکستان ریلویز اور پی آئی اے) کی بگڑتی ہوئی مالی حالت نے م س 11ء کے دوران نمو کو گھٹا دیا۔ بظاہر م س 11ء کے دوران خدمات میں بحیثیت مجموعی ہونے والے اضافے ایک بارگی عوامل کا نتیجہ تھے، اور انہیں حقیقی اقتصادی سرگرمی میں بہتری کا عکاس نہیں سمجھا جاسکتا۔ مذکورہ عوامل، مثال کے طور پر سرکاری ملازمتیں کی تنخواہ میں نمایاں اضافہ، اور دہشت گردی کے خلاف جنگ سے وابستہ دفاعی اخراجات تھے۔³³

خدمات میں حقیقی نمو م س 11ء کے سالانہ ہدف سے نہ صرف کم ہوئی بلکہ یہ صرف دو شعبوں، یعنی سرکاری انتظام و دفاع اور کمیونٹی، سماجی و ذاتی خدمات، میں مرکوز بھی رہی، یہ دو شعبے خدمات میں 75 فیصد سے زائد نمو کا باعث بنے (دیکھئے جدول 2.8)۔ م س 11ء کے دوران سرکاری انتظام و دفاع کی نمایاں کارکردگی کی وجہ سے سرکاری ملازمتیں کی تنخواہ میں بھاری بھر کم 50 فیصد اضافہ اور دفاع سے متعلق سرگرمیاں بڑھنا تھیں۔³⁴ جہاں تک کمیونٹی، سماجی و ذاتی خدمات کا تعلق ہے تو سیلاب کے بعد سماجی و امدادی سرگرمیوں نے دوران سال نمو

جدول 2.9: جی ڈی پی کے شعبہ دار جزائے ترکیبی (فیصد)				
پاکستان	بھارت	امریکہ	برطانیہ	
م س 11ء	م س 11ء	2009ء	2007ء	
53.31 ¹	57.8	78.7	75.7	خدمات
17.2	16.5	14	14.1	تھوک اور خوردہ تجارت، ہوٹل اور ریسٹورانٹ
10.0	10.5	5.7	6.9	ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات
9.8*	17.4	33.6	31.8	مالیات، بیمہ، جائیداد اور کاروباری خدمات
13.6*	13.4	25.6	22.9	کمیونٹی، سماجی اور انفرادی خدمات
46.7	42.2	21.2	24.3	اجناس پیداوار کے شعبے

1 مجموعی خدمات میں رہائش کی ملکیت کا 2.7 فیصدی درجے حصہ بھی شامل ہے۔
* جائیداد اور کاروباری خدمات کا حصہ کمیونٹی، سماجی اور انفرادی خدمات کے بجائے مالیات اور بیمہ خدمات میں شامل کیا گیا ہے تاکہ اسے بین الاقوامی ڈیٹا سے موازنے کے قابل بنایا جائے۔
ماخذ: اداوی سی ڈی، آر پی آئی، ایف ایس بی

میں اہم کردار ادا کیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ سیلاب نے مالیاتی خسارہ بڑھا کر، اجناس کے پیداواری شعبے کی کارکردگی گھٹا کر اور ملکی تجارتی سرگرمی سست کر کے مجموعی اقتصادی کارکردگی کو شدید طور پر متاثر کیا تاہم نتیجتاً بحالی کی سرگرمیوں نے م س 11ء کے دوران خدمات کو نوعطائی۔

فکری بات یہ ہے کہ پاکستان ریلویز کے بھاری خسارے اور شعبہ ٹیلی مواصلات کی کمزور پڑتی نفع یابی کے سبب ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات میں اضافہ قدر شدید متاثر رہا۔ اس نے م س 11ء کے دوران فضائی اور بذر ریلوے ٹرک نقل و حمل کے شعبوں میں بہتری کو ماند کر دیا۔

م س 11ء مسلسل دوسرا سال تھا جب پاکستان ریلویز نے ملکی جی ڈی پی میں منفی قدر کا اضافہ کیا۔ عبوری اعداد و شمار کے مطابق مالی سال کے دوران ادارے کا آپریشنل خسارہ سال بسال 33 وفاقی دفتر شماریات قومی کھاتوں کے مختلف شعبوں کے بارے میں جداول چونکہ شائع نہیں کرتا اس لیے ذیلی شعبوں کی کارکردگی میں کارفرما عوامل کا تجزیہ مشکل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کمیونٹی، سماجی و انفرادی خدمات کے معاملے میں دفتر شماریات مختلف شعبوں مثلاً کاروبار، صحت، تعلیم، تفریح، جائیداد وغیرہ کے الگ الگ اضافہ قدر نہیں بتاتا۔ سرکاری اعداد و شمار میں اس غیر شفافیت سے صورتحال کی تعبیر مزید دشوار ہو جاتی ہے۔
34 انتظام عامہ و دفاع کی طرف سے جی ڈی پی میں اضافہ قدر تمام سطحوں (وفاقی، صوبائی، اور ضلعی و تحصیل بلدیاتی انتظامیہ) کے سرکاری ملازمتیں کی معاوضوں اور تنخواہ وغیرہ پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ دفاع سے متعلق سرگرمیوں پر اخراجات بھی اس میں شامل ہیں۔

35 ماخذ: http://www.worldbank.org/depweb/beyond/beyondco/beg_09.pdf

36 اس ذیلی شعبے میں کمپیوٹر، تعلیم، صحت، تفریح وغیرہ سے متعلق خدمات شامل ہیں۔

جدول 2.10: ریلوے کی مالیات کا خلاصہ					
ارب روپے، نمونہ فیصد میں					
میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	میں 08ء	میں 07ء	
آمدنی	17.5	22.1	23.2	20.2	19
نمو	-20.7	-4.6	14.6	6.7	3.8
اخراجات	41.1	36.8	36.7	27	24.8
نمو	11.6	0.3	35.8	8.8	14.5
جاری خسارہ	-23.6	-14.7	-13.5	-6.8	-5.9
قرضے کی مجموعی ادائیگی	7.5	10.3	11.8	9.6	8.8
خالص خسارہ	-31.1	-25	-25.3	-16.4	-14.7
ت: مہوری					
ماخذ: وزارت ریلویز					

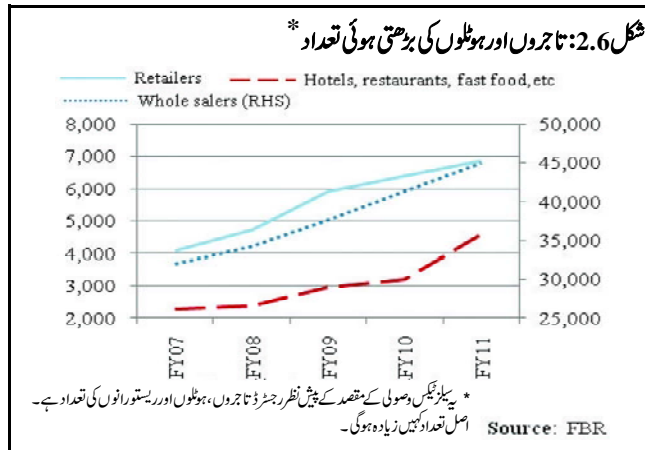
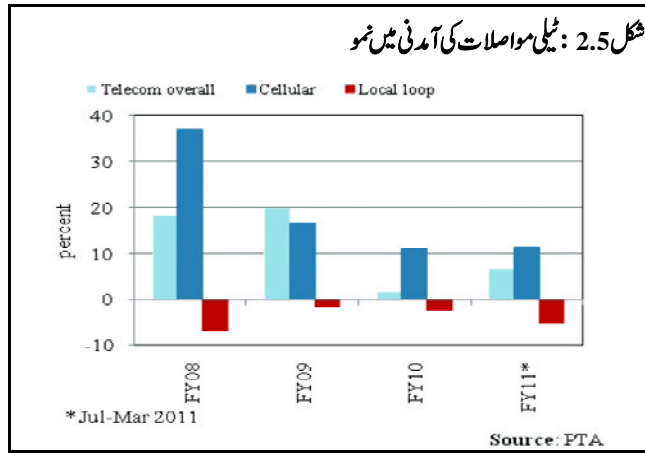
60.5 فیصد بڑھ گیا (دیکھئے جدول 2.10)۔ ریلوے کو اس حال تک پہنچانے والے اسباب گذشتہ برسوں کے دوران ناقص انتظام، بے روک ٹوک بدعنوانی، سیاسی مداخلت، اور انفراسٹرکچر کی رکاوٹیں ہیں جنہوں نے ادارے کے اخراجات کا نظام اور آمدنی کا حصول بری طرح متاثر کیا ہے (دیکھئے باکس 2.4)۔

اسی طرح پی آئی اے بھی مالیاتی بوجھ بڑھاتا چلا جا رہا ہے اور گذشتہ کئی برس سے نمایاں خسارے کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس کی کارکردگی مایوس کن ہے۔ مقررہ معیاری پیمانوں سے ناپا جائے، مثلاً حاصل شدہ منافع فی طیارہ، دستیاب سیٹ کلو میٹر فی طیارہ،³⁷ اور مسافروں کی گنجائش کا استعمال³⁸ تو ادارے کی کارکردگی نمایاں طور پر ناقص ہے (دیکھئے باکس 2.5)۔ خسارے کے شکار ان سرکاری اداروں کی تنظیم نو میں نامناسب تاخیر ماضی کی کئی حکومتوں کی فاش غلطی رہی ہے۔ سخت مالیات کے موجودہ حالات میں اس مسئلے کا حل نہایت اہم ہے تاکہ خسارے کے شکار ان اداروں کی طرف سے عائد غیر ضروری مالیاتی بوجھ کم کیا جائے۔

علاوہ ازیں جی ڈی پی میں شعبہ ٹیلی مواصلات کا حصہ بھی مئی 11ء کے دوران کم ہوا۔ جارحانہ مسابقت کے حالات میں اپنی جگہ برقرار رکھنے کے لیے مارکیٹنگ کے بڑھتے ہوئے اخراجات برداشت کرنے ضروری ہیں اور ان اخراجات نے اس شعبے کی نفع یابی پر شدید اثر ڈالا ہے۔ جاری لاگتیں بڑھنے سے مئی 11ء کے دوران اس شعبے کی بحیثیت مجموعی آمدنی بھی زائل ہوتی دکھائی دی۔³⁹ نتیجتاً ٹیلی مواصلات کمپنیوں کا جاری منافع اور نفع کی شرح دونوں مئی 11ء کے دوران کم ہو گئے۔

شعبہ ٹیلی مواصلات میں سیلولر کمپنیوں کی آمدنی گذشتہ مسلسل تین سال سے کمی کے بعد مئی 11ء کے دوران کسی حد تک مستحکم ہوئی۔ ”اوسط آمدنی فی صارف“ (اے آر پی یو) میں اضافے کے علاوہ سیلولر صارفین کی مجموعی تعداد بڑھنا بھی اس بہتری کی ایک وجہ ہے (دیکھئے شکل 2.5)۔ تاہم لوکل لوپ پرووائڈرز کی آمدنی گزشتہ چند برس کی طرح کمی کا رجحان برقرار رہا۔

دریں اثنا پاکستان میں موبائل فون کی گنجائیت بڑھتی جا رہی ہے اور اپریل 2011ء میں 64.8 فیصد تک پہنچ گئی جو جون 10ء میں 60.4 فیصد تھی۔ تاہم موبائل فون کا یہ پھیلاؤ پیشتر علاقائی ملکوں کی نسبت کم ہے، یعنی اس شعبے میں نمو کا امکان اب بھی روشن ہے۔⁴⁰ اس امکان کا فائدہ اٹھانے کے لیے انفراسٹرکچر میں اضافی سرمایہ



37 'دستیاب سیٹ کلو میٹر' (ASK) کسی ایئر لائن کی پرواز میں مسافرنشوں کی گنجائش ناپنے کا پیمانہ ہے۔ اسے دستیاب نشستوں کی تعداد کو پرواز کے کلو میٹر سے ضرب دے کر معلوم کیا جاتا ہے۔

38 کسی ایئر لائن میں مسافروں کی گنجائش کا استعمال پتھر لوڈ فیکٹر (PLF) سے جانچا جاتا ہے اور یہ دستیاب سیٹ کلو میٹر کے مقابلے میں مسافر کلو میٹر سے فیصد آمدنی ہے۔

39 مئی 11ء کے دوران شعبہ ٹیلی مواصلات کی آمدنی میں 6.7 فیصد کی سال ب سال نمو ہوئی، جبکہ مئی 10ء میں نمو محض 1.5 فیصد ہوئی تھی۔

40 موبائل فون کی گنجائیت پاکستان میں 65 ہے، جبکہ ملائیشیا میں 106، سری لنکا میں 81 اور بھارت میں 70 ہے۔

کاری چاہیے تاکہ صارفین کی تعداد بڑھے۔ ٹیلی مواصلات کمپنیاں آمدنی بڑھانے کے لیے خدمات کا دائرہ وسیع کرنے پر زیادہ توجہ دے رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں مسابقت شدید ہو گئی ہے، چنانچہ مارکیٹنگ کی لاگت بہت زیادہ ہو چکی ہے اور سروس پرووائڈرز کا منافع گر رہا ہے۔ یہ رجحان برقرار رہنے سے منڈی کی سیرشدگی بڑھے گی اور نفع کی گنجائش مزید کم ہوگی۔ پس، نیٹ ورک کو رینج نہ بڑھائی گئی تو شعبہ ٹیلی مواصلات کی نمونہ دگر کرنے کا خدشہ ہے۔

م 11ء میں مالیات و بیمہ شعبہ کا جی ڈی پی میں اضافہ قدر بھی کم ہو گیا۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک کا نفع گزشتہ سال کی نسبت کم ہوا۔ تاہم اس سال بینکوں اور غیر بینک مالی وساطتی اداروں کی نفع یابی بڑھنے سے اس شعبے کے اضافہ قدر میں مزید بڑی کمی آئی۔ شعبہ بینکاری کی نفع یابی میں بہتری کی بنیادی وجہ بڑھتی ہوئی سودی آمدنی اور توہین کے کم اخراجات تھے۔^{41,42} غیر بینک مالی وساطتی اداروں میں گزشتہ سال کی نسبت م 11ء میں اسٹاک مارکیٹ کی بہتر کارکردگی کی وجہ سے میوچل فنڈز، بہتر نفع یابی کا سبب بنے۔

تھوک اور خردہ تجارتی شعبہ، جو خدمات میں مجموعی اضافہ قدر کا 32 فیصد ہے، م 11ء کے دوران خدمات کی نمو میں اہم حصہ دار بنا۔⁴³ اجناس کے پیداواری شعبوں کی مایوس کن کارکردگی کے پیش نظر بظاہر درآمدات میں اضافے سے اس شعبے کی نمو ہوئی۔

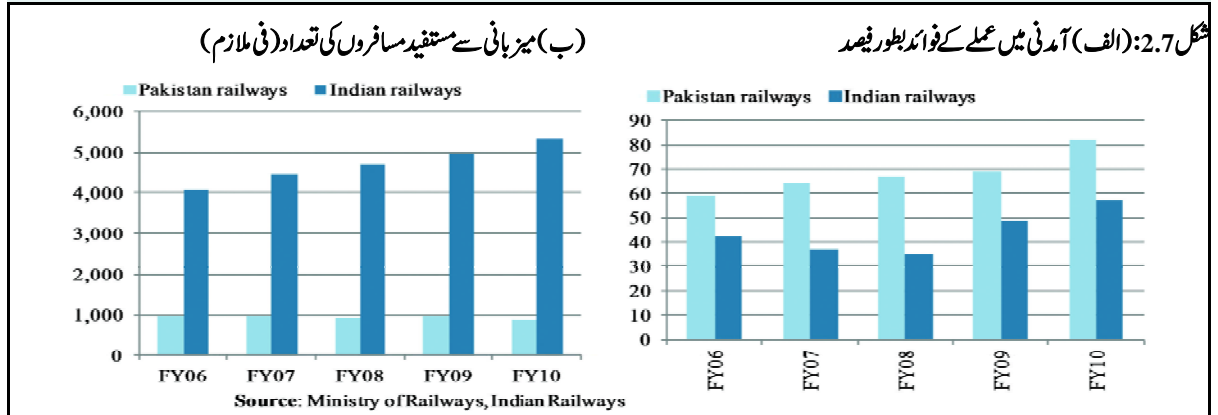
گزشتہ چند برس کے دوران خردہ اور تھوک فروشوں، ہوٹل اور ریسٹورانوں اور اس شعبے میں شامل دیگر چھوٹے کاروباری اداروں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوا ہے (دیکھئے شکل 2.6)۔ اس اضافے کا سبب عوام میں صرف کی عادات میں تبدیلی ہے جو گزشتہ چند برسوں کے دوران رواج پا گئی ہے اور جسے پروان چڑھانے میں غیر رسمی شعبے کے پھیلاؤ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ موجودہ اقتصادی مندی نے تھوک اور خردہ تجارتی شعبے کی نفع یابی کو شدید متاثر کیا ہے، ان کاروباروں کی طلب اور رسد دونوں میں اضافے کے پیش نظر اس شعبے میں نمو کی خاصی گنجائش ہے۔

ذیلی شعبوں میں کمزور نمو کا موجودہ سلسلہ مستقبل میں بھی جاری رہنے کا امکان ہے۔ اجناس کے پیداواری شعبوں کی مدد سے خردہ اور تھوک تجارت میں بہتری کی امید ہے، تاہم سرکاری انتظام و دفاع کے شعبے میں یک باگی اضافے کی غیر موجودگی میں ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات کے شعبوں کی کمزوریاں اس بہتری کو جزوی طور پر زائل کر دیں گی۔ پس، شعبہ خدمات کی بحیثیت مجموعی نمو م 12ء کا بھی سالانہ ہدف پورا نہیں کر سکے گی۔

پاکستان اور بھارت کی ریلویز کا موازنہ

پاکستان ریلویز کے اخراجات (معاوضے، تحواہیں، الاؤنسز، پنشن وغیرہ) میں گزشتہ چند برس سے متواتر دہرے ہند سے میں رہی ہے⁴⁴ جبکہ آمدنی م 10ء سے منفی نمونہ ہے۔

پاکستان ریلویز اور بھارتی ریلویز کا موازنہ چشم کشا ہے (دیکھئے شکل 2.7 الف، ب) پاکستان ریلویز کی 82 فیصد آمدنی عملے کی تنخواہوں اور دیگر سہولتوں پر خرچ ہو جاتی ہے، جبکہ بھارت کے معاملے میں یہ تناسب صرف 57 فیصد ہے۔ عملی کارکردگی کا بھی یہی معاملہ ہے، پاکستان ریلویز فی ملازم مسافروں کی خدمت کے تناسب میں بھارتی ریلویز سے خاصی پیچھے ہے۔



⁴¹ اسٹیٹ بینک نے نومبر 2009ء میں توہین کے لیے قیمت فروخت لازم میں رعایت دے کر بینکوں کے لیے توہین کی شرائط لازم کر دیں۔

⁴² بینکوں کی سودی آمدنی کا بڑا حصہ درحقیقت سرکاری تسکات پر لیے گئے سود پر مشتمل ہے۔

⁴³ تھوک اور خردہ تجارت میں اضافہ قدر میں م 11ء کے ہدف 5.6 فیصد کی نسبت 3.9 فیصد سال بسال نمودار ہوئی، جبکہ م 10ء کے دوران 4.6 فیصد کی سال بسال نمو ہوئی تھی۔

⁴⁴ م 11ء کے دوران پاکستان ریلویز کی مالیت میں خرابی آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گزشتہ تین سال سے یومیہ اجرت پر کام کرنے والے ملازمین کی بڑی تعداد کو مستفل کر دیا گیا، جبکہ م 11ء کے بجٹ کے تحت تنخواہوں اور اجرت میں اضافے پر عمل بھی کیا گیا۔

جدول 2.11: پاکستان ریلویز کے انجنوں کی تعداد			
میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	
521	536	542	مجموعی ملکیت
169	187	192	مسافرانہ
40	95	117	مال برداری
-	12	22	مرمت
-	-	-	خریداری
یاد دہانی: 1			
0.6	0.5	0.5	مسافروں سے یافت (روپے)
1.6	1.4	1.2	مال برداری سے یافت (روپے)

ماخذ: پاکستان ریلویز ہیڈ کوارٹر

10 ارب روپے کی اضافی رقم دینے پر اتفاق کیا ہے، 47 تاہم ہمارے خیال میں ان عارضی اقدامات کی جگہ حکومت کو خسارے میں جانے والے سرکاری اداروں کی تیزی سے تنظیم نو پر توجہ کرنی چاہیے، اور اس مرحلے پر وسیع پیمانے پر اصلاحات متعارف کرائی جائیں۔ سب سے ضروری کام ریلوے بورڈ کی تنظیم نو ہے، نئی شعبے سے ارکان بورڈ میں لینے جائیں، قابل بحور سہنشلز کی تیاری کے لیے عالمی سطح کی کسی معروف آڈٹ فرم کی خدمات لینے چاہئیں، رولنگ اسٹاک کے انتظام پر توجہ بڑھانی چاہیے اور پاکستان ریلویز کے ہمراہ شرکت پر آمادہ نئی سرمایہ کاروں کو ساتھ ملانا چاہیے خواہ یہ شرکاء انتظامی امور میں آنا چاہیں، خواہ آپریشنز میں یا خدمات (مثلاً مال برداری) کی مارکیٹنگ میں، وغیرہ۔ ان اقدامات کے ذریعے ادارے کی عملی کارگزاری بڑھانا ممکن ہے، مثال کے طور پر نفع دینے والے ریش اور اسٹیشنوں کی بندش، موجودہ رولنگ اسٹاک اور انجنوں کی بحالی، اور مارکیٹ کی حرکیات کے مطابق کرایوں میں ردوبدل، نیز حکومت ان غیر نفع بخش ریش کو ذرا عانت فراہم کر سکتی ہے جنہیں وہ دور رس اہمیت کا حامل سمجھے۔ یہ اصلاحات نہ کی گئیں تو غالب امکان یہی ہے کہ ادارے کو دے جانے والے مالی وسائل تصرف بے جا کی نذر ہو جائیں گے۔ اس خدشے کو ڈیٹر جنرل آف پاکستان کی ریلویز کے حسابات برائے م 10ء پر رپورٹ سے تقویت ملتی ہے جو متعدد مالی بے قاعدگیوں کی نشان دہی کرتی ہے۔

جدول 2.12: پی آئی کی مالیات کا خلاصہ					
ارب روپے، ہجری فیصد میں					
2010ء	2009ء	2008ء	2007ء	2006ء	
آمدنی	107.5	94.6	88.9	70.5	70.6
نمو	13.7	6.4	26.1	-0.2	10.2
جاری اخراجات	106.8	98.6	120.5	76.4	79.2
نمو	8.3	-18.1	57.7	-3.5	18.0
ایڈجسٹ	45.2	31.2	46.2	30.3	33.2
غیر ایڈجسٹ	61.6	67.4	74.3	46.1	46.0
معاوضے اور تنخواہیں	18.1	17.2	14.2	11.9	10.4
زرمبادلہ کا خسارہ	2.1	6.5	24.1	0.7	0.5
جاری توازن	0.7	-4.1	-31.6	-5.9	-8.6
مالی لاگت	9.3	9.2	8.4	7.1	4.8
نفع/(تقصان) قبل از ٹیکس	-8.6	-12.4	-40.0	-13.1	-13.2
ٹیکس	1.1	1.4	3.8	0.3	0.5
نفع/(تقصان) بعد از ٹیکس	-20.8	-4.9	-36.1	-13.4	-12.8
یاد دہانی: 2					
ایڈجسٹ کی اوسط لاگت (ڈالر فی ریل)	79.9	62.5	90.1	72.4	67.1

ماخذ: سالانہ رپورٹ پی آئی اے

گذشتہ چند برسوں کے دوران فعال انجنوں کی شدید کمی نے پاکستان ریلویز کی عملی کارکردگی کو بری طرح متاثر کیا ہے (دیکھئے جدول 2.11)۔ مسافروں کی طلب پوری کرنے کے لیے ادارے نے کچھ عرصے سے اپنی مال برداری کی سرگرمیوں میں نمایاں کمی کردی حالانکہ مال برداری نہایت نفع بخش تھی، چنانچہ م 10ء سے اس مد میں آمدنی تیزی سے کم ہوئی۔

ادارے کے حالات کچھ عرصے سے مالیاتی کھاتوں پر اضافی بوجھ ڈالنے کا سبب بن رہے ہیں۔ حکومت نے ریلویز کا خسارہ پورا کرنے کے لیے صرف م 10ء اور م 11ء کے دوران جو رقم فراہم کی ہیں وہ جی ڈی پی کے 0.2 فیصد کے مساوی ہیں۔ 45 واضح رہے کہ خامے اور ڈرافٹ کی وہ اضافی سہولت اس کے علاوہ ہے جو اسٹیٹ بینک نے پاکستان ریلویز کو فراہم کی ہے اور جس میں تعزیری شرح سود (penal interest rate) بھی شامل ہے۔ 46

حکومت نے پاکستان ریلویز کو موجودہ بحران سے نکلنے کے لیے م 12ء کی پہلی سہ ماہی میں تقریباً 10 ارب روپے کی اضافی رقم دینے پر اتفاق کیا ہے، 47 تاہم ہمارے خیال میں ان عارضی اقدامات کی جگہ حکومت کو خسارے میں جانے والے سرکاری اداروں کی تیزی سے تنظیم نو پر توجہ کرنی چاہیے، اور اس مرحلے پر وسیع پیمانے پر اصلاحات متعارف کرائی جائیں۔ سب سے ضروری کام ریلوے بورڈ کی تنظیم نو ہے، نئی شعبے سے ارکان بورڈ میں لینے جائیں، قابل بحور سہنشلز کی تیاری کے لیے عالمی سطح کی کسی معروف آڈٹ فرم کی خدمات لینے چاہئیں، رولنگ اسٹاک کے انتظام پر توجہ بڑھانی چاہیے اور پاکستان ریلویز کے ہمراہ شرکت پر آمادہ نئی سرمایہ کاروں کو ساتھ ملانا چاہیے خواہ یہ شرکاء انتظامی امور میں آنا چاہیں، خواہ آپریشنز میں یا خدمات (مثلاً مال برداری) کی مارکیٹنگ میں، وغیرہ۔ ان اقدامات کے ذریعے ادارے کی عملی کارگزاری بڑھانا ممکن ہے، مثال کے طور پر نفع دینے والے ریش اور اسٹیشنوں کی بندش، موجودہ رولنگ اسٹاک اور انجنوں کی بحالی، اور مارکیٹ کی حرکیات کے مطابق کرایوں میں ردوبدل، نیز حکومت ان غیر نفع بخش ریش کو ذرا عانت فراہم کر سکتی ہے جنہیں وہ دور رس اہمیت کا حامل سمجھے۔ یہ اصلاحات نہ کی گئیں تو غالب امکان یہی ہے کہ ادارے کو دے جانے والے مالی وسائل تصرف بے جا کی نذر ہو جائیں گے۔ اس خدشے کو ڈیٹر جنرل آف پاکستان کی ریلویز کے حسابات برائے م 10ء پر رپورٹ سے تقویت ملتی ہے جو متعدد مالی بے قاعدگیوں کی نشان دہی کرتی ہے۔

بکس 2.5: فضائی کمپنی کی صنعت

م 11ء کے دوران حقیقی پی ڈی پی میں شعبہ فضائی ٹرانسپورٹ کا اضافہ قدر 40.9 فیصد بڑھ گیا جبکہ م 10ء میں 0.4 فیصد کمی دیکھی گئی تھی۔ ان حالات میں جب ایڈجسٹ کی لاگت بڑھ رہی ہے، فضائی کمپنیوں کی نفع یابی میں اضافہ پیش رفت ہے، جو فضائی سفر کی بلند طلب کے سبب ممکن ہوا، اور یہ طلب تجارتی حجم میں بہتری، اور آمدنی بڑھانے کے لیے فضائی کرایوں میں بار بار اضافے کا نتیجہ ہے۔ اس مد کے تفصیلی اعداد و شمار اگرچہ دستیاب نہیں تاہم یہ مفروضہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اضافہ قدر بڑھانے میں پیشتر حصہ غیر ملکی فضائی کمپنیوں کا ہے کیونکہ م 11ء میں ملکی فضائی کمپنیوں کی نفع یابی میں مستحکم اضافہ نہیں دیکھا گیا۔

پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کی بگڑتی ہوئی مالی صورتحال نے خود ادارے کی ادائیگی قرض کی صلاحیت کے لیے مہیب خطرات پیدا کر دیے ہیں (دیکھئے جدول 2.12)۔ دسمبر 2010ء کو ختم ہونے والے سال میں پی آئی اے کو نامیہ جاری منافع ملتا تھا تاہم اس بہتری کا حقیقی اثر معمولی سا تھا، اب ادارہ دیوالیہ پن کے دہانے پر ہے اور حکومت سے فوری مالی مدد کا طلب گار ہے۔ پی آئی اے کی مالی کارکردگی میں بہتری کے لیے لازمی ہے کہ ان بنیادی مسائل کی نشان دہی اور ان کی درستی کی جائے جو نفع یابی میں رکاوٹ ہیں۔ اس تناظر میں پی آئی اے کی کارکردگی کا بعض ایشیائی فضائی کمپنیوں (چینی سگا پور ایئر لائن، تھائی ایئر ویز، ایئر چین، کیچے پیٹنگ) کے ساتھ موازنہ دلچسپ انکشافات کرتا ہے (دیکھئے شکل 2.8)۔

☆ ضرورت سے زائد عملہ پی آئی اے کے مالی مسائل کا بنیادی سبب ہے۔ فی طیارہ ملازمین کی تعداد کے لحاظ سے پی آئی اے دوسری ایئر لائنوں سے کہیں آگے ہے۔ مثال کے طور پر سگا پور ایئر لائن اور کیچے پیٹنگ کے فی طیارہ ملازمین کی تعداد 200 سے کم ہے، ایئر چین اور تھائی ایئر ویز کے پاس 200 سے 300 کا تناسب ہے، جبکہ پی آئی اے کے پاس 450 سے زائد ملازمین فی طیارہ ہیں، جس سے زائد ضرورت عملے کا ثبوت ملتا ہے۔ نتیجتاً ایئر لائن کی جاری آمدنی کا نسبتاً بڑا حصہ ان ملازمین کی تنخواہوں کے اخراجات پر

45 م 11ء کے دوران اس ادارے کو دی گئی گرانٹ بجٹ کے سالانہ بڈف سے بھی 49.5 فیصد بڑھ گئی۔

46 پاکستان ریلویز اخراجات کی پیشگی رقم کی غرض سے اسٹیٹ بینک سے زیادہ سے زیادہ 4 ارب روپے ماکاری حاصل کر سکتی ہے۔ اس رقم پر سہ ماہی ٹی بل کی چھ ماہی اوسط کی شرح نافذ ہوگی۔ اور ڈرافٹ کی صورت میں ریلویز تعزیری شرح سود ادا کرنے کی پابند ہے جو مذکورہ شرح سے 4 فیصدی درجے زائد ہے۔ بحیثیت مجموعی ریلویز کی اخراجات کی پیشگی رقم 40 ارب ڈالر سے زائد نہیں ہو سکتی۔ تاہم ریلویز کو درپیش اشد مالی ضروریات کی بنا پر پورے مالی سال کے دوران اخراجات کی پیشگی رقم زیادہ سے زیادہ حد کے آس پاس رہی۔

47 کا بیج کمیٹی کے فیصلے کے مطابق (الف) انجنوں کی بحالی کے لیے ایک بینک کنسورٹیم کے ذریعے 6.1 ارب روپے فراہم کیے جائیں گے، (ب) م 12ء کے پی ایس ڈی پی کا ازسرنو جائزہ لے کر پٹریوں اور رولنگ اسٹاک کو بہتر بنانے کے لیے 4 ارب روپے دیے جائیں گے، اور (ج) ریلویز کو تیل کی مسلسل فراہمی کے لیے پاکستان اسٹیٹ آئل سے ریلویز کو ترغیب کی حد بڑھا کر 12 ارب روپے کردی جائے گی۔

اٹھ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر 2009ء اور 2010ء کے دوران ادارے کی جاری آمدنی کا وسطاً 17.5 فیصد معاشوں اور تنخواہوں کے اخراجات پر صرف ہو گیا، جبکہ دوسری فضائی کمپنیوں کا یہ تناسب خاصا کم تھا۔

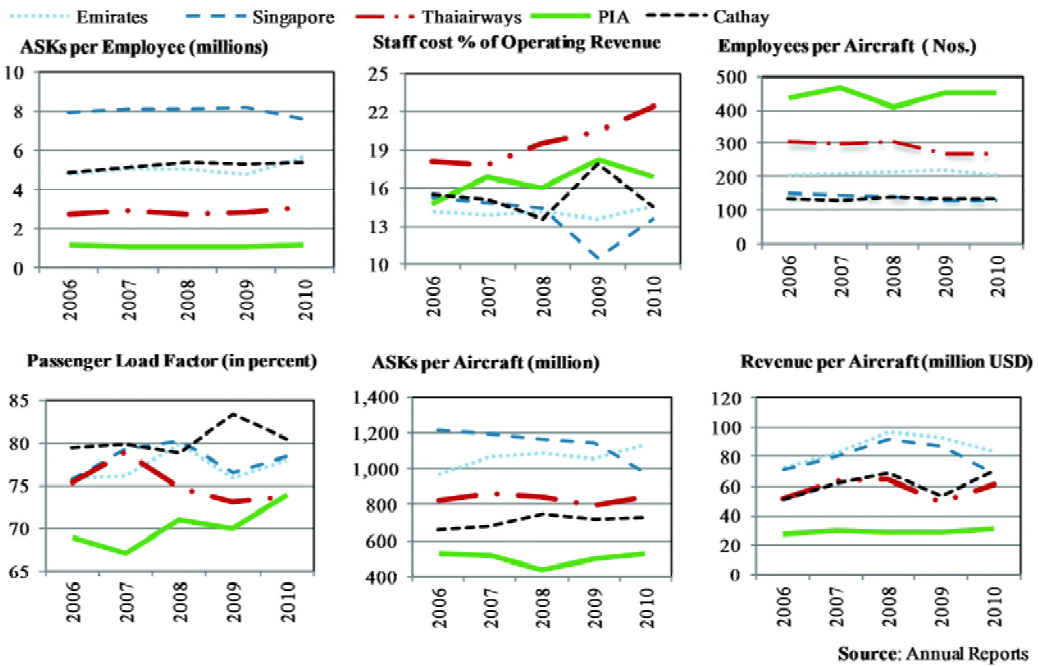
☆ اس کا سبب یہ ہے کہ عملے کے حجم کے لحاظ سے پی آئی اے کے رونیو آؤ پریٹنز خاصے محدود ہیں۔ پی آئی اے میں فی ملازم دستیاب نشست کلو میٹر (ASK) محض تقریباً ایک ملین بنتا ہے جبکہ دوسری ایئر لائنوں کا 3 سے 8 ملین ہے۔

☆ پی آئی اے کی عملی کارگزاری بھی محدود پروازوں کی بنا پر معمول سے خاصی کم ہے۔ اس کی فی طیارہ سالانہ آمدنی 30 ملین ڈالر سے کم ہے جبکہ دوسری فضائی کمپنیوں کی 50 ملین ڈالر سے خاصی زائد ہے۔ اس کی وجہ گنجائش سے کم مسافروں کا نشست سنبھالنا ہے جو کہ پی آئی اے میں 70 فیصد ہے، یہ تناسب عالمی معیار سے خاصا کم ہے۔ مثال کے طور پر سنگاپور ایئر لائنز پر بیش ایئر لائنز کا تقریباً 78 فیصد، اور کیتھ پیفک 80 فیصد ہے۔ اسی طرح پی آئی اے کی فی طیارہ دستیاب نشست کلو میٹر، تقریباً 500 ملین ہے جبکہ دوسری ایئر لائنوں کا 700 ملین سے خاصا زائد ہے۔

پی آئی اے کے مالی امور میں بہتری اس کی بہتر عملی کارگزاری پر منحصر ہے۔ اس مقصد کے لیے پروازوں میں توسیع، خسارے میں جانے والے روٹس کی بندش، اور عملے میں کمی کرنا ہوگی، ایسا کر کے ہی ایئر لائن کو نیٹ جاری لاگت میں کمی کا فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ عملے کی بھاری تعداد کی موجودگی سے پی آئی اے کی جاری لاگت بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ چنانچہ جاری اخراجات پورے کرنے کے لیے فضائی کرائے بڑھانے گئے جس کی وجہ سے دوسری ایئر لائنوں کے مقابلے میں پی آئی اے کی مسابقت مزید کم ہو گئی۔ سیاسی بنیادوں پر بھرتیوں کی وجہ سے ادارے میں عملے کی تعداد نمایاں طور پر بڑھتی رہی ہے، تاہم اب صورتحال اتنی بدتر ہو چکی ہے کہ ادارہ مالی لحاظ سے تقریباً مفلوج ہے اور چھائی کے جرأت مندانہ اقدام اور عملی کارگزاری میں اضافے کیے بغیر اسے درست نہیں کیا جاسکتا۔

فی الوقت پی آئی اے کا رپوریشن اپنے تیار کردہ پانچ سالہ برنس پلان پر وزارت خزانہ کے ساتھ تنظیم نو کے ایک اور بندوبست پر بات چیت کر رہی ہے،⁴⁸ اس پلان میں ادارے کی نفع یابی بہتر بنانے کی غرض سے آمدنی بڑھانے اور لاگت گھٹانے کے متعدد اقدامات تجویز کیے گئے ہیں۔⁴⁹ تاہم پی آئی اے کا اولین مقصد کمند یو ایہ پن سے بچنا ہے جس کے لیے یہ طویل مدتی قرضوں کے اجرائے ثانی، یا ایکویٹی کے نئے اخصال کے لیے حکومت پاکستان سے مذاکرات کر رہی ہے۔ یہ دونوں ممکنہ راستے حکومت کے مالیاتی بوجھ میں اضافہ کریں گے جو پہلے ہی 11 ارب 11 کروڑ ڈی کی 0.02 فیصد ہے۔ اس مرحلے پر جبکہ حکومت کے مالیاتی وسائل انتہائی قلیل ہیں، بلند موقع لاگت کو دیکھتے ہوئے پی آئی اے کو کوئی بھی مالی مدد جتنی کے ساتھ اس شرط پر دی جانی چاہیے کہ وہ نفع یابی بڑھانے کے لیے اپنے برنس پلان میں تجویز کردہ اقدامات پر مکمل عمل درآمد کرے گی۔

شکل 2.8: پی آئی اے بمقابلہ بین الاقوامی ایئر لائنیں۔ اعداد و شمار



48 وزارت دفاع کی توثیق کے بعد برنس پلان پر فی الوقت وزارت خزانہ غور کر رہی ہے۔

49 آمدنی بڑھانے کے مجوزہ اہم اقدامات کے تحت ایئر لائن کی عملی استعداد بڑھانے کے لیے نئے طیاروں کا اضافہ ہوگا اور موجودہ فضائی بیڑے کا استعمال بڑھایا جائے گا، وغیرہ۔ لاگت گھٹانے کے اہم اقدامات مرمت کا عمل، انسانی وسائل، ایندھن اور خوراک کی لاگت کو درست کرنا اور غیر نفع بخش روٹس کی بندش ہیں۔

3 توانائی

3.1 عمومی جائزہ

پیداوار کے روایتی عوامل یعنی زمین، محنت، سرمایہ اور انتظامیہ کے حوالے سے توانائی کی اہمیت کو بھی اب بالعموم تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جدید دور کی آمد کے ساتھ پیداوار کے طریقوں کا توانائی پر انحصار بے حد بڑھ چکا ہے، ضرورت کے مطابق توانائی کی مسلسل فراہمی کے بغیر مستحکم اقتصادی نمو حاصل نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ پائیدار نمو حاصل کرنے کے لیے کسی ترقی پذیر ملک پر لازم ہے کہ توانائی کی اہمیت کو کھل کر تسلیم کرے۔

پاکستان کے معاملے میں ایسا لگتا ہے کہ نمو کے امکانات توانائی کی ناکافی رسد کی بنا پر بری طرح ٹھٹھ کر رہ گئے ہیں۔ توانائی کی طلب گزشتہ دس برس کے دوران خاصی بڑھ چکی ہے تاہم اس تناسب سے رسد مہیا نہیں کی جاسکتی ہے جس کی وجہ ان امور میں پالیسی کی ناکامیاں ہیں: (الف) رسد بڑھانے کے لیے بجلی کے نئے موزوں منصوبوں کا قیام، (ب) قدرتی گیس، خام تیل اور کونکے کی تلاش میں اضافہ، (ج) توانائی درآمد کرنے کے لیے علاقائی منڈیوں سے ربط اور انفراسٹرکچر کا قیام، اور (د) توانائی کے قابل تجدید ذرائع کی تیاری پر راغب کرنا۔

توانائی پر متواتر پالیسی چلانے میں ناکامی نے ملک کی اقتصادی کارکردگی کو خاصے طویل عرصے سے متاثر کر ہی رکھا تھا، اب گردشی قرضے کا مسئلہ حال میں دوبارہ نئی مشکلات لے کر آیا ہے۔ گردشی قرضے نے ان وجوہات سے جنم لیا ہے: حکومت کی طرف سے بجلی پر زراعت کی عدم ادائیگی، توانائی کے صارفین کی طرف سے عدم ادائیگی، اور شعبہ توانائی میں قابل ادائیگی اور قابل وصولی رقوم کا اکٹھا ہونا۔¹ مئی 2011ء میں حکومت نے پچھو کو واجب الادا زراعت کی جگہ 120 ارب روپے دیے، تاہم یہ رقم مسئلے کے مکمل حل کے لیے ناکافی تھی، چنانچہ جون 2011ء کے اختتام تک گردشی قرضہ 251 ارب روپے تک جا پہنچا۔

میں 11ء میں گردشی قرضے کے علاوہ ایک اور مسئلے نے پریشان کیے رکھا اور وہ تھا قدرتی گیس کی قلت جس کی وجہ سے بجلی سازی کے ساتھ ساتھ مجموعی صنعتی (خصوصاً ٹیکسٹائل اور کھاد کی) پیداوار شدید متاثر ہوئی۔ قدرتی گیس کی رسد طلب کے مقابلے میں 10 سے 15 فیصد کم رہی۔ کے ای ایس سی اور بعض آئی پی بیز کو گیس کی فراہمی کم ہونے سے موسم سرما میں بجلی کی پیداوار متاثر ہوئی جبکہ فرنس آئل کی درآمد میں رکاوٹوں سے موسم گرما کے آغاز پر بجلی سازی میں تعطل آیا۔

اسی طرح خام تیل اور پیٹرولیم مصنوعات کی ملکی پیداوار بھی طلب سے کم رہی چنانچہ مئی 11ء میں ان اشیاء کی 12.3 ارب ڈالر کی درآمد کرنی پڑی۔² خام تیل کی اندازاً 70 فیصد اور پیٹرولیم مصنوعات کی 55 فیصد ضروریات درآمد سے پوری کی جاتی ہیں۔ درآمدی تیل پر اس انحصار کا نتیجہ ہے کہ تیل کی عالمی منڈی میں نرخوں کا اتار چڑھاؤ ملکی معیشت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مستقبل میں اگر اقتصادی نمو کو مستحکم رکھا گیا تو توانائی کی ضروریات بھی مسلسل بڑھتی رہیں گی۔ قدرتی گیس کی درآمد کے لیے اور بجلی سازی کے لیے انفراسٹرکچر بنانے کی ہنگامی کوششیں جاری ہیں، تاہم سرکاری شعبہ ان منصوبوں کی مالکاری اور ان پر عمل درآمد نہیں کر سکتا کیونکہ ٹیکسوں سے آمدنی محدود ہے، چنانچہ اس خلا کو نجی شعبہ اور بین الاقوامی اداروں کی شرکت ہی سے پُر کیا جاسکتا ہے۔

یہ درست ہے کہ توانائی کی رسد نہایت اہم ہے تاہم اقتصادی عالمین میں طلب کو جامع انداز میں منضبط کرنا بھی اشد ضروری ہو چکا ہے۔ بجلی اور قدرتی گیس کی رسد مقدار اور نرخ دونوں لحاظ سے فی الوقت گھریلو شعبہ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مستحکم اقتصادی نمو کی خاطر کاروباری اداروں اور صنعتوں کو ترجیح دی جائے۔ چنانچہ پالیسی سازوں کو توانائی کی تفویض اور قیمت بندی کا فیصلہ کرتے وقت عام آدمی کی ضرورت پوری کرنے کے بجائے موجودہ پالیسی کے ان اثرات کا فوری جائزہ لینا چاہیے جو ملکی صنعتوں پر پڑتے ہیں۔

¹ ان اداروں میں بنیادی توانائی کے سلاز (یعنی تیل و گیس کی تلاش اور تقسیم کی ذمہ دار کمپنیاں) اور بجلی بنانے اور تقسیم کرنے والی کمپنیاں شامل ہیں۔

² ان مصنوعات میں پیٹرولیم، آئل اور لیٹر پلینٹس شامل ہیں۔

3.2 بجلی

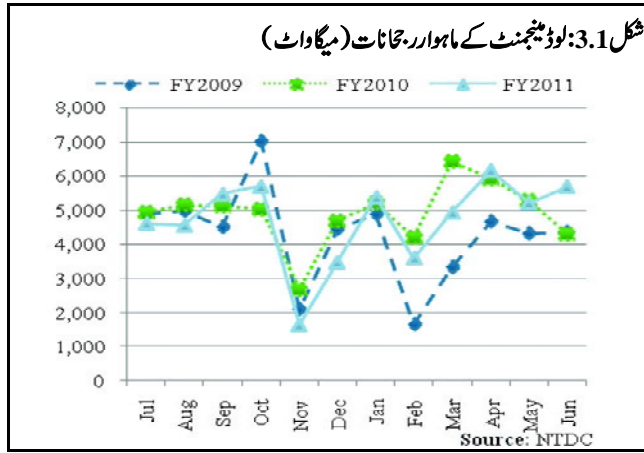
پاکستان میں بجلی کا شعبہ گزشتہ کئی سال سے متعدد مسائل کا شکار ہے۔ ماضی قریب میں اداروں کی تنظیم نو کے باوجود عام صارف کو بجلی کی فراہمی میں نمایاں بہتری نہیں آسکی ہے۔ بجلی کے شعبے کا مرکزی انتظام 1959ء سے وائریٹڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (واپڈا) کے پاس ہے۔ اس شعبے میں ناکارہ پن دور کرنے کی غرض سے 2007ء میں ادارے کی تنظیم نو کی گئی تھی۔ آبی ذرائع سے بجلی سازی اب بھی واپڈا کا کام ہے، تاہم تھرمل ذرائع سے بجلی سازی، ترسیل اور تقسیم تب سے پاکستان الیکٹرک پاور کمپنی (پیکو) کے سپرد ہے۔ اس وقت چار بجلی ساز کمپنیوں (جینکوز)، ایک نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسٹری بیوٹن کمپنی (این ڈی سی)، اور تقسیم کی ذمہ دار دس کمپنیوں میں ادائیگیوں کے لیے پیکو کی سینٹرل پاور پراجیکٹ ایجنسی (سی پی پی اے) رابطہ کار کے طور پر کام کرتی ہے۔³

جدول 3.1: بجلی کے شعبے میں توانائی کا توازن (میگا واٹ گھنٹے)						
میں 06ء	میں 07ء	میں 08ء	میں 09ء	میں 10ء	5 سالہ مرکب سالانہ شرح نمو (فیصد)	
19,450	19,419	19,420	19,785	20,921	1.8	تصنیع شدہ مجموعی گنجائش (میگا واٹ)
6,499	6,479	6,480	6,481	6,481	-0.1	واپڈا-پن بجلی
4,900	4,900	4,900	4,900	4,900	-	پیداواری کمپنیاں (جینکوز)
1,756	1,756	1,756	1,955	1,955	2.7	کے ای ایس سی
5,833	5,822	5,822	5,987	7,123	5.1	آئی ٹی پی بی
462	462	462	462	462	-	جوہری
90,109	94,624	92,142	89,765	93,304	0.9	خالص رسد (میگا واٹ گھنٹے)
93,629	98,213	95,661	91,615	95,358	0.5	الف-مجموعی پیداوار
30,862	31,953	28,707	27,784	28,093	-2.3	واپڈا-پن بجلی
22,508	21,597	20,427	19,521	19,593	-3.4	پیداواری کمپنیاں (جینکوز)
9,130	8,169	8,219	8,262	7,964	-3.4	کے ای ایس سی
28,645	34,206	35,231	34,431	36,814	6.5	آئی ٹی پی بی
2,484	2,288	3,077	1,617	2,894	3.9	جوہری
-3,463	-3,623	-3,688	-2,067	-2,260	-10.1	ب-اضافی خرچ
-203	-137	-30	-10	-43	-32.2	ج-پاکستان اسٹیل ملز کمپلکس سے خالص خریداری
146	171	199	227	249	14.3	د-درآمد
67,603	72,712	73,400	70,372	74,349	2.4	خرچ (میگا واٹ آور)
7,949	8,176	8,472	8,796	9,689	5.1	زراعت
3,985	4,246	4,342	4,177	4,418	2.6	بھاری رسد
4,730	5,363	5,572	5,252	5,606	4.3	کمرشل
30,720	33,335	33,704	32,282	34,272	2.8	مکلی
19,803	21,066	20,729	19,330	19,823	0	صنعت
417	527	581	536	541	6.7	دیگر
22,506	21,912	18,742	19,396	18,957	-4.2	ترسیل و تقسیم (ٹی اینڈ ڈی) کے نقصانات
25	23.2	20.3	21.6	20.3	-	بطور فیصد خالص رسد

ماخذ: ہائیڈرو کاربن ڈیولپمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان

میں 10ء تک جینکوز خام تنصیبی استعداد (gross installed capacity) کے 23 فیصد (4,900 میگا واٹ) کی ذمہ دار تھیں، جبکہ واپڈا آبی ذرائع سے 31 فیصد (6,481 میگا واٹ) بجلی بنا رہا تھا (جدول 3.1)۔ تاہم پن بجلی کی پیداوار میں سال بھر اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے کیونکہ زیادہ تر تنصیبی استعداد آبی ذخائر پر مبنی ہے۔ دریں اثنا جینکوز سے حقیقی دستیابی کچھ عرصے سے مندرجہ استعداد سے خاصی کم ہو چکی ہے جس کی وجہ معینہ سرمائے کی بدانتظامی اور نئے بجلی گھروں میں کم سرمایہ کاری ہے۔

³ جینکوز میں یہ کمپنیاں شامل ہیں: نادر نادر پاور جزییشن کمپنی، سینٹرل پاور جزییشن کمپنی، جام شورو پاور جزییشن کمپنی اور لاکھڑا پاور جزییشن کمپنی۔ اہم تقسیم کار کمپنیاں (ڈسکوز) کراچی (کے ای ایس سی)، لاہور (لیسکو) فیصل آباد (فیسکو)، گوجرانوالہ (جیکو)، حیدرآباد (صیکو)، اسلام آباد (آئیکسو)، ملتان (مینیکو)، پشاور (پیکو)، کوئٹہ (کیسکو) اور سکھر (سکپکو) میں واقع ہیں۔



نئی شعبے کی شرکت کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی ہے تاہم بننے والی بجلی کے اجزائے ترکیبی (generation mix) کا فعال بندوبست نہیں کیا گیا۔ 1994ء کی پاور پالیسی کے تحت انڈی پینڈنٹ پاور پروڈیوسرز (آئی پی پیز) کی بڑی تعداد نے مارکیٹ میں آکر بجلی سازی کی استعداد بڑھائی، یہ بجلی بنیادی طور پر فرس آئل سے بنائی گئی۔ 2002ء کی پالیسی کے تحت بجلی کے شعبے کو اضافی ترغیبات دی گئیں چنانچہ یہ رجحان گذشتہ ایک عشرے کے دوران جاری رہا۔ اس پالیسی کا منفی پہلو یہ ہے کہ تھرمل بجلی بنانے والی آئی پی پیز کی لاگت بلند ہو سکتی ہے، اور بجلی کے اجزائے ترکیبی میں ان کا حصہ اپن بجلی سے بڑھ چکا ہے (34 فیصد)۔ اندازاً 75 فیصد پلائٹس فرس آئل سے چلتے ہیں، بقیہ کو بجلی بنانے کے لیے قدرتی گیس درکار ہوتی ہے۔ چونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ درآمدی فرس آئل پر انحصار بڑھ چکا ہے، اس لیے بجلی سازی کی لاگت بھی تیل کی عالمی قیمتوں سے منسلک ہونے کی بنا پر اتار چڑھاؤ کا شکار رہتی ہے۔

مزید برآں، تقسیم کار کمپنیوں (ڈسکوز) نے بھی مستحکم انداز میں کام نہیں کیا ہے، خصوصاً بجلی کی پیداواری لاگت کا بوجھ مکمل طور پر صارفین پر ڈالنے کا ان کمپنیوں کو اختیار نہیں دیا گیا ہے، صارفین (خصوصاً سرکاری شعبے) سے محاصل اکٹھا کرنے کا کام وقت کے ساتھ ساتھ بگڑتا گیا ہے، اور بجلی کے نقصانات خواہ ناکافی یا فرسودہ اسٹرکچر کی بنا پر ہوں یا چوری کی بنا پر، بلاروک ٹوک بڑھ چکے ہیں۔ مئی 10ء تک حال یہ تھا کہ بجلی کی خالص رسد 20 فیصد حصہ ترسیلی اور تقسیمی نقصانات کی صورت میں متعلقہ شعبے کی نااہلی کی نذر ہو رہا تھا۔

ان حالات کی وجہ سے حالیہ برسوں میں پیک لوڈ مینجمنٹ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، مئی 07ء میں 2,645 میگا واٹ کی لوڈ مینجمنٹ کی گئی تھی جو مئی 11ء میں 6,151 میگا واٹ تک بڑھ گئی۔ بجلی کی طلب تیزی سے بڑھ جانے کے سبب یہ سلسلہ ہر سال گرمیوں کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے (شکل 3.1)۔ سردیوں کے دوران موسمی طلب گرنے کے باوجود بجلی کی قلت اس وجہ سے بڑھ جاتی ہے کہ گیس کی رسد کم ہونے اور بڑے ڈیموں میں پانی کی سطح گرنے کے سبب بجلی سازی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔

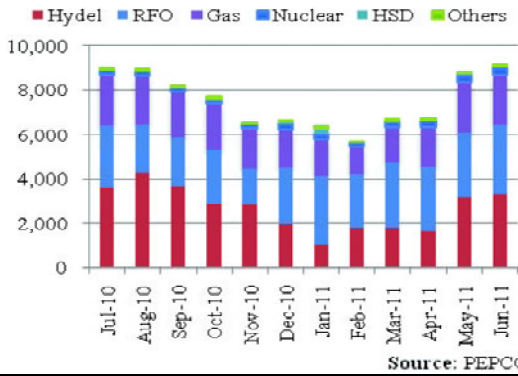
سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مئی 11ء کے دوران بجلی کی طلب و رسد کا فرق کم ہوا (جدول 3.2)۔ تاہم یہ بہتری نہایت معمولی تھی۔ سرکاری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ 4 مئی 10ء میں آف پیک سیزن (اگست تا فروری) کے دوران اوسط کی تقریباً 3,000 میگا واٹ تھی جو مئی 11ء میں 2,500 میگا واٹ رہ گئی۔ اسی طرح مئی 10ء میں پیک سیزن (مارچ تا جولائی) کے دوران کی 3,800 میگا واٹ تھی جو مئی 11ء میں 3,300 میگا واٹ رہ گئی۔ چنانچہ مئی 11ء کے دوران شہری علاقوں میں لوڈ شیڈنگ 4 سے 6 گھنٹے ہوئی جو اپریل 2011ء میں اوسطاً 10 گھنٹے تک جا پہنچی۔ اس کے مقابلے میں دیہی علاقوں میں کہیں زیادہ لوڈ شیڈنگ کی گئی جو مارچ 2011ء سے اکثر 10 گھنٹے سے بھی بڑھ گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ سرکاری شعبے میں اہلیت کی تگ و دو کے لیے لگن کا فقدان ہے۔ طویل مدتی منصوبہ بندی ناقص ثابت ہوئی ہے جبکہ سرکاری شعبے کے بجلی سازی، ترسیل اور تقسیم کے انفراسٹرکچر میں بھی نمایاں بہتری نہیں آئی ہے۔

جدول 3.2: بجلی کی پیک ڈیمانڈ، جزیں اور لوڈ مینجمنٹ کار رجحان (میگا واٹ)						
	مئی 07ء	مئی 08ء	مئی 09ء	مئی 10ء	مئی 11ء	5 سالہ مرکب سالانہ شرح نمو فیصد
پیک ڈیمانڈ لوڈ	15,838	17,398	17,852	18,467	18,511	4
پیک جزیں لوڈ	13,645	14,151	14,055	14,309	14,468	1.5
پیک لوڈ مینجمنٹ	2,645	5,454	7,018	6,408	6,151	23.5
مجموعی طلب کا فیصد	16.7	31.3	39.3	34.7	33.2	-
ماخذ: پیکو						

4 اخباری اطلاعات کچھ اور بتاتی ہیں۔ 5 مئی 2011ء کو سرکاری اعداد و شمار میں بتایا گیا کہ 5,890 میگا واٹ کی لوڈ مینجمنٹ کی گئی جبکہ رائج ابلاغ کے مطابق مئی 7,200 میگا واٹ تھی، جس کی بڑی وجہ ایندھن کی قلت تھی۔ اگرچہ بجلی سازی کے لیے فرس آئل کی یومیہ درکار مقدار 30,000 ٹن سے زائد ہے، آئل کمپنیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ بجلی ساز اداروں میں یومیہ 11,000 ٹن راشن تک محدود رکھیں، کیونکہ اُس وقت گردش کرنے سے پہلے وہ لمبے مصنوعات کی درآمدات ہوئی تھی۔ دونوں رپورٹوں میں فرق کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دن کے مختلف اوقات میں بجلی کی پیداوار ناپی گئی ہو۔

شکل 3.2: بجلی کی ماہوار پیداوار (گیگا واٹ گھنٹہ)



Source: FEPCO

ان دشواریوں کے مالی مضمرات حالیہ برسوں میں گردش قرضے کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس گردش قرضے کا تصفیہ اسی وقت ہو سکے گا جب ڈسکوز میں خود انحصاری کی عادت لازماً پروان چڑھائی جائے گی، اس کے لیے سرکاری شعبے کو بتدریج اس عمل سے نکلنے کی ضرورت ہوگی اور ضوابطی منظر نامے کو مستحکم کرنا ہوگا۔ مئی 11ء کے دوران مزدور یونینوں کے ساتھ کے ای ایس سی کے تجربے کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ شرائط پر عمل انتہائی دشوار ہو گا چنانچہ سب سے پہلے مفاد پرست عناصر پر قابو پانا ضروری ہے۔

م 11 کے دوران بجلی سازی

جون 2011ء تک مجموعی طور پر 90,489 میگا واٹ بجلی پیدا ہوئی جس سے م

10ء کی نسبت 5 فیصد کمی ظاہر ہوتی ہے (شکل 3.2)۔ م 10ء کے دوران پن بجلی کی سال بھر کی رسد جس سطح پر تھی، اس کی پیداواری سطح م 11ء میں کم از کم 14 فیصد بڑھ گئی، جبکہ گیس اور فرنس آئل سے چلنے والے تھرمل بجلی گھروں سے بجلی کی پیداوار بالترتیب 18 فیصد اور 11 فیصد کم ہو گئی، اس کی بڑی وجہ گیس اور فرنس آئل کی عدم دستیابی تھی۔

رسدی رکاوٹیں

لوڈ منیجمنٹ بڑھنے کا بنیادی سبب پیداوار میں حائل رکاوٹیں ہیں۔ جون 2011ء تک، ملکی پیداواری زیادہ سے زیادہ استعداد 21,591 میگا واٹ (علاوہ کے ای ایس سی) تھی،⁵ جبکہ وزارت پانی و بجلی کے مطابق قابل بھروسہ پیداواری استعداد انتہائی کم یعنی صرف 10,184 میگا واٹ ہے جو فروری 2011ء میں معلوم کی گئی (ضمیمے کی جدول 3.11)۔ اس فرق کی بنیادی وجوہات یہ ہیں: (الف) پن بجلی گھروں، مثلاً تربیلا (3,478 میگا واٹ) اور منگلا (1,000 میگا واٹ) کی پیداواری استعداد میں موسمی اتار چڑھاؤ آتا ہے، (ب) سوئی ناردن/سوئی سدرن گیس سے تھرمل بجلی گھروں کو گیس کی ناکافی فراہمی، (ج) تھرمل بجلی گھروں کو فرنس آئل کی ناکافی اور بے قاعدہ فراہمی، (د) استعداد میں کمی کے باعث جینٹکو ز کے لیے باربار کی جبری بندش، اور (ه) معائنے/آلات کی مرمت اور پروازوں کی تبدیلی کے لیے بجلی گھروں کی باضابطہ بندش۔

بجلی کی قلت سے نمٹنے کے لیے جوابی اقدام یہ ہے کہ نئے بجلی گھر لگائے جائیں۔ اس سلسلے میں م 11ء کے دوران نئی شعبے نے 1,602 میگا واٹ کی اضافی استعداد حاصل کی جس میں سے 852 میگا واٹ گیس سے پیدا کی گئی۔ چنانچہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر گیس سے بننے والی بجلی کی مجموعی پیداواری استعداد بڑھ کر 7,221 میگا واٹ ہو گئی جس کے لیے 1,571 ملین کعب فٹ یومیہ درکار ہے۔⁶ تاہم بجلی سازی کے لیے گیس کی حقیقی رسد م 10ء کے اختتام تک گر کر 1,005 ملین کعب فٹ یومیہ رہ گئی تھی، اور م 11ء میں بھی اس میں نمایاں بہتری نہیں آئی۔

مزید برآں، نئے بجلی گھروں کو بھی کام کرنے کے لیے فرنس آئل درکار تھا جسے درآمد سے حاصل کیا گیا۔ تاہم فرنس آئل کی درآمدی رسد اپریل 2011ء میں اس وقت متاثر ہوئی جب آئل مارکیٹنگ کمپنیز (ایو ایم سیز) کے لیے گردش قرضے کی قابل وصول رقم حد سے زیادہ ہو گئی۔ شواہد کے مطابق اس وجہ سے تھرمل بجلی کی پیداوار کے لیے فرنس آئل کی رسد یومیہ ضرورت کے مقابلے میں 30 فیصد رہ گئی۔⁷

پس، یہ ظاہر ہے کہ رسد سے متعلق مسائل کے جواب میں پالیسی اقدامات سوچ سمجھ کر نہیں کیے گئے اور زیادہ تر نئے نصب شدہ بجلی گھر بے کار پڑے رہے اور معیشت پر اضافی بوجھ ڈالتے رہے۔

⁵ پرائے پرائس کی اکھاڑ چھاڑ کی وجہ سے کے ای ایس سی کی قابل بھروسہ استعداد فروری 2011ء میں 1,821 میگا واٹ رہ گئی تھی۔

⁶ ایم ایم ای ایف ڈی کا مطلب ہے یومیہ ملین کعب فٹ گیس کا اخراج۔

⁷ وزارت پٹرولیم اور قدرتی وسائل کے مطابق صارفین کی موجودہ تعداد کے ساتھ فرنس آئل کی یومیہ ضرورت تقریباً 30,000 میٹرک ٹن ہے، جبکہ مئی 2011ء کے اوائل میں یومیہ رسد میٹرک ٹن پر گھٹ کر 11,000 میٹرک ٹن رہ گئی۔ پی ایس او نے ایندھن کی رسد کے جو معاہدے بجلی ساز کمپنیوں کے ساتھ کیے ہیں ان کے مطابق اگلے 5 سال کے لیے رسد دستیاب ہوگی تاہم گردش قرضے کے عدم تصفیے کی بنا پر تجدید (renegotiation) متاثر ہو سکتی ہے۔

طلب سے متعلق مجوزہ اقدامات

پاکستان میں بجلی کے مجموعی صرف 60 فیصد گھریلو اور زرعی شعبے استعمال کرتے ہیں چنانچہ بجلی کی طلب میں موسمی لحاظ سے اتار چڑھاؤ خاصا بلند ہے۔ ان دو شعبوں میں بجلی کی طلب کا انحصار بڑی حد تک موسمی ضروریات پر ہوتا ہے (جدول 3.3)۔ اسی وجہ سے گرمیوں میں بجلی کی قلت بھی خاصی بڑھتی جارہی ہے۔ مئی 11ء میں اس کی مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ نومبر 2010ء میں بجلی کی طلب انتہائی کم یعنی 11,081 میگا واٹ تھی جبکہ جون 2011ء میں یہ عروج پر یعنی 18,511 میگا واٹ تک جا پہنچی، اس طرح دو موسموں میں 7,400 میگا واٹ سے زائد فرق ظاہر ہوا۔

جدول 3.3: بجلی کا خرچ بلحاظ صوبہ اور شعبہ - مئی 10ء (فیصد)						
شعبہ	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخوا	بلوچستان	آزاد کشمیر	مجموعی
زراعت	6.8	1.2	0.5	4.5	0.0	13.0
بھاری رسد	3.5	1.7	0.7	0.1	0.0	5.9
کمرشل	4.7	2.0	0.7	0.1	0.1	7.5
ملکی	28.0	9.3	7.3	0.6	0.8	46.1
صنعت	18.3	6.1	1.9	0.2	0.1	26.7
دیگر	0.3	0.3	0.0	0.0	0.1	0.7
مجموعی	61.7	20.6	11.1	5.5	1.1	74,349
ماخذ: وزارت پانی اور بجلی						

لہذا اوڈیٹینجمنٹ کے لیے قلیل مدتی بنیادی کام یہ ہے کہ طلب گھٹانے والے اقدامات کیے جائیں۔ حکومت نے اس سلسلے میں مئی 10ء میں ایک ”انرجی سیونگ پلان“ نافذ کیا جس سے وہ بجلی کا صرف 1,300 میگا واٹ گھٹانے میں کامیاب ہوئی۔ اس پلان کے اہم نکات یہ تھے: ہفتے میں کام کے دورانیے میں کمی، تجارتی علاقوں کی جلد بندش، اور دن کی روشنی کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے لیے اوقات میں ردوبدل۔ طلب پر قابو پانے کے اسی طرح کے اقدامات مئی 11ء میں بھی زیر غور آئے جن سے ممکنہ طور پر ایک ہزار سے گیارہ سو میگا واٹ کی بچت ہوگی (یعنی مئی 10ء کی مجموعی طلب کا 6 فیصد)، تاہم پلان کے نفاذ پر اتفاق رائے اکتوبر 2011ء میں ہو سکا جب بلند ترین طلب کا عرصہ گزر چکا تھا۔

3.2.1 گردش قرضہ

گردش قرضے کی قابل وصول رقم مئی 11ء کے دوران خاصی حد تک بڑھ گئی (جدول 3.4)۔⁸ تیل کے زائد نرخوں کے بجلی کی زراعت پر اثرات کسی حد تک یوں زائل ہو گئے کہ ایندھن کی لاگت میں ردوبدل کو اوپڈا سے بجلی لینے والی تقسیم کار کمپنیوں کے لیے اگست 2010ء سے صارفی نرخوں میں براہ راست شامل کیا جانے لگا ہے۔ تاہم گیس کی قلت، اور سردیوں میں پانی کی کم دستیابی کے سبب بجلی سازی میں فرنس آئل کی نسبتاً زیادہ مقدار استعمال کی گئی جس سے پیداواری لاگت خاصی بڑھ گئی۔ نتیجتاً تقسیم کار کمپنیوں نے ریونیو اکٹھا کرنے میں ناکامی کا کردار دکھائی دیا چنانچہ عملی نااہلیوں کے تناظر میں گردش قرضہ بھی بڑھ گیا جس سے بجلی کی ذیلی کمپنیوں کے لیے شدید پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جون کے اختتام تک گردش قرضہ 251 ارب روپے تک جا پہنچا تھا۔

شعبہ توانائی پر اثرات

پمپنگ کے تحت کام کرنے والی تقسیم کار کمپنیوں کی قابل وصول رقم 300 ارب روپے سے تجاوز کر گئی تاہم اسے بجلی ساز کمپنیوں کو مکمل طور پر منتقل کر دیا گیا، چنانچہ یہ امر حیرت نہیں کہ اپریل 2011ء کے اختتام پر قابل وصول خالص رقم پیٹرولیم مصنوعات کی تلاش، ریفائننگ اور تقسیم کے شعبوں میں مرکوز تھی۔ گردش قرضے میں سب سے بڑا حصہ اوجی ڈی سی، پی ایس او، اور پاروکا تھا۔ جمع ہوتی ہوئی سودی ادائیگیوں نے تمام اداروں کی نفع یابی زائل کر دی جبکہ پیٹرولیم مصنوعات کی تقسیم اور بجلی سازی کے لیے اس کے آپریشنل مضمرات زیادہ شدید تھے۔⁹

خاص طور پر پی ایس او کے لیے یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ مراسلہ اعتبار کی ادائیگیوں کے قابل نہ رہے کیونکہ قابل وصول رقم کی سطح اپریل 2011ء میں ناقابل برداشت ہو گئی، اور ہائی اسپید ڈیزل اور فرنس آئل کی درآمدی رسد عارضی طور پر تعطل کا شکار ہو گئی۔ اس تعطل سے بجلی ساز کمپنیوں کے لیے ایندھن کم پڑ گیا جسے قلیل مدت میں پورا نہ کیا جاسکا، نتیجہ شدید لوڈ 8 ہمارے تجزیے میں شعبہ توانائی کی ان کمپنیوں کی قابل وصول اور قابل ادائیگی رقم کے مابین فرق کو شامل کیا گیا ہے جو بجلی یا جزوی طور پر حکومت پاکستان کی ملکیت ہیں۔ اس حوالے سے پارلیمان اور اخبارات میں آنے والے اعداد و شمار اس لیے خاصے ہماری ہر کم ہیں کہ ان میں نجی شعبے کی قابل وصول رقم بھی شامل ہیں۔

9 بڑھتی ہوئی قابل وصول رقم کی بنا پر کمپنیوں میں چونکہ سیالیت کی قلت ہے اس لیے بینکوں سے قلیل مدتی قرض گیری پر انحصار بہت بڑھ چکا ہے۔ دوسرے، دیگر کمپنیوں سے پیش میعاد قابل وصول رقم پر شرح سود بھی عائد ہے۔

جدول 3.4: گردش قرضے کی قابل وصولی رقوم (ارب روپے)					
کمپنی	قابل وصولی رقوم	قابل ادائیگی رقوم	خالص پوزیشن		تبدیلی
			30 اپریل 11ء	30 اپریل 10ء	
پی ایس او	149	98	51	30	21
ایس ایس جی سی ایل	51	44	7	(1)	8
ایس این جی پی ایل	11	25	(13)	(9)	(5)
پیکو	304	302	3	(40)	42
اوی ڈی سی ایل	116	0	116	80	36
پارکو	38	-	38	30	8
کے ای ایس سی	68	40	28	(24)	51
جی ایچ پی ایل	10	-	10	11	(1)
پی پی ایل	22	-	22	26	(4)
کراچی وائٹ رائیڈ سیوریج بورڈ	7	8	(1)	0	(1)
مجموعی	775	517	259	104	155

ماخذ: وزارت خزانہ

مینجمنٹ کی صورت میں نکالا۔ پیکو ز مجموعی تنصیبی استعداد میں سے 4,900 میگا واٹ بناتے ہیں، ان اداروں کی استعداد کم ہو کر مئی 2011ء میں 23 فیصد رہ گئی۔¹⁰

اسی طرح تھمل آئی پی بیگز سے بجلی سازی بھی کم ہو گئی جس سے بجلی کے شارٹ فال میں 2,000 میگا واٹ کا اضافہ ہو گیا۔ گردش قرضے کا بالخصوص بجلی سازی کے نجی اداروں پر بوجھ بڑھتا رہا۔ پیکو کی مالی حالت بگڑنے سے اور بجلی سازی کے نجی اداروں کو ادائیگی میں تاخیر ہونے سے بجلی کی پیداوار میں کمی دائمی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اس تناظر میں فرانس آئل کی چار آئی پی بیگز نے پیکو پر واجب الادا قابل وصول دعویٰ کے تصفیے کے لیے جون 2011ء میں ریاستی ضمانت طلب کر لی۔ مطلوبہ رقوم بعد میں ادا کر دی گئیں تاہم بجلی سازی کے نجی اداروں کو ادائیگی باضابطہ بنانے کا بنیادی مسئلہ اب بھی حل طلب ہے۔ یہ مسئلہ فوری حل نہ کیا گیا تو دیگر آئی پی بیگز بھی یہی راستہ اختیار کر سکتی ہیں۔

حل طلب امور

بجلی پر زراعت کا خاتمہ،¹¹ محاصل اکٹھا کرنے میں کمزوریاں، اور تقسیم کار کمپنیوں میں لائن لاسز وہ اہم مسائل ہیں جو فی الوقت معرض التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ نیز نسبتاً سستا ایندھن استعمال کر کے بجلی سازی کی لاگت میں اضافے پر بھی وسط مدت میں قابو پانے کی ضرورت ہے۔¹²

(الف) بجلی پر زراعت: جولائی تا مارچ م 11ء کے دوران حکومت کی طرف سے قابل ادائیگی زراعت جمع ہوتے ہوئے 119 ارب روپے تک جا پہنچا تھا جو ماہانہ 13 ارب روپے اضافے کے مساوی ہے۔ مارچ 2011ء تک بجلی کے استعمال شدہ فی یونٹ پر دیا گیا زراعت 1.99 روپے فی کلو واٹ گھنٹہ تھا۔¹³

صارفین بجلی استعمال کرنے کی جو قیمت ادا کرتے ہیں وہ پیداواری لاگت سے کم ہوتی ہے تو لاگت اور قیمت کا فرق زراعت کی صورت میں حکومت کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ تاہم یہ رقم باقاعدگی سے ادا نہ کی جائے تو گردش قرضے کا حجم بڑھنے لگتا ہے۔

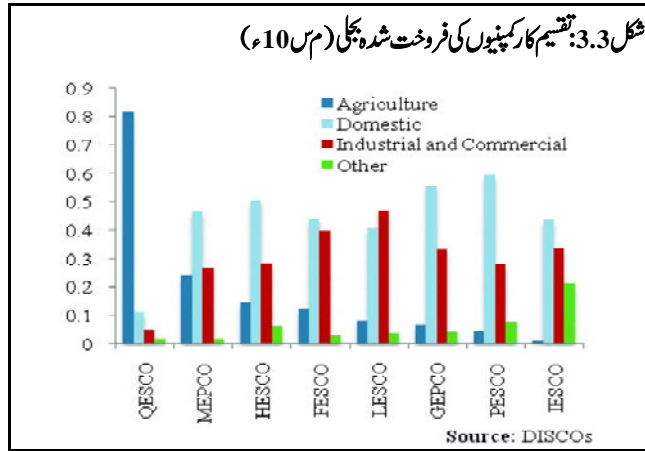
یہ زراعت ہر تقسیم کار کمپنی کے لیے، اور صارفین کے ہر زمرے کے لیے جدا جدا ہے۔ صارفین کے لیے نرخ جولائی 2010ء سے اگرچہ بڑھائے گئے ہیں، پیداواری لاگت بھی بڑھی ہے، اور گردش قرضہ بڑھانے میں زراعت کا عنصر بھی کارفرما ہے۔

¹⁰ واقعاتی شواہد بتاتے ہیں کہ فرانس آئل کی یومیہ 30,000 میٹرک ٹن ضروریات کے مقابلے میں رسد صرف 2,000 میٹرک ٹن رہ گئی چنانچہ فرانس آئل سے چلنے والے پائپس کو مجبوراً اپنے ذخائر پر انحصار کرنا پڑا اور وہ استعداد سے خاصی کم پیداوار پر چلے گئے۔

¹¹ پھر ایک اخذ کردہ پیداواری لاگت اور حکومت کے متعین کردہ نرخوں کے مابین رقم کا فرق زراعت میں دیا جاتا ہے۔

¹² جب پیداواری لاگت بڑھتی ہے تو پیکو کی جانب سے ایندھن کے پلازما زور آئی پی بیگز کو بجلی کی خریداری کے عوض خام ادائیگی بھی اسی تناسب سے بڑھ جاتی ہے چنانچہ گردش قرضے کی قابل وصول رقم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے، جب نرخ مرکزی طور پر متعین کیے جاتے ہیں تو پیداواری لاگت بڑھنے سے نرخ کا فرق یا بجلی پر زراعت بھی بڑھ جاتی ہے۔

¹³ جیسا کہ وزارت پانی و بجلی نے قومی اسمبلی کے اجلاس 22 اپریل 2011ء کو بتایا۔



(ب) محاصل کی وصولی: گردش قرضے میں اضافے کا باعث بننے والا ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ تقسیم کار کمپنیاں ناکافی طور پر محاصل اکٹھا کر رہی ہیں۔ مجموعی محاصل صارفین کو پہنچانی گئی بجلی کی لاگت نکالنے کے لیے ناکافی ہیں، جیسا کہ جدول 3.5 میں دکھایا گیا ہے۔ جہاں جہاں صارفین کی اکثریت زرعی اور گھریلو شعبوں سے، یا سرکاری شعبے سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، وہاں وہاں یہ کمپنیاں محاصل اکٹھا کرنے کا کام آسانی سے بہتر نہیں بنا سکتیں (شکل 3.3)۔ م 10ء کے سالانہ محاصل کی بنیاد پر تخمینہ بتاتے ہیں کہ گردش قرضے کا حجم بڑھانے میں کمزور وصولی کا ماہوار حصہ 14 ارب روپے ہے۔

(ج) ترسیل کا نقصان: بجلی تقسیم کرنے والی سرکاری کمپنیوں میں م 10ء کے دوران ترسیل و تقسیم کے نقصانات 11 سے 37 فیصد تھے (جدول 3.5)۔ یہ نقصانات ان کمپنیوں کی قابل ادائیگی و قابل وصولی رقوم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔¹⁴ تخمینوں کے مطابق ان نقصانات سے گردش قرضے میں ماہوار 8 ارب روپے کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

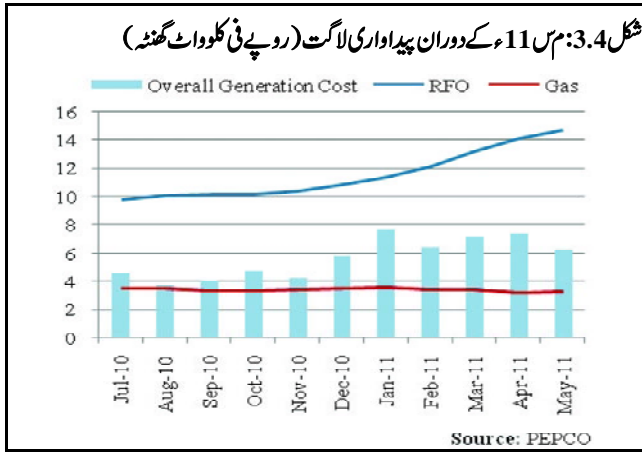
جدول 3.5: سرکاری شعبے میں محاصل کی وصولی اور ترسیل و تقسیم کے نقصانات کی قیمت ترکیبی، م 10ء								
تفصیلی کمپنی	محاصل (ملین روپے)	شرح وصولی (فیصد)			ترسیل و تقسیم کے نقصانات (فیصد فروخت)			مجموعی
		غنی صارفین	حکومتی گاہک	مجموعی	ٹرانزیکشنل نقصان	مجموعی تفصیلی نقصان	ترسیل نقصان	
حبیبکو	45,945	73	18	60	4	14	7	21
کیسکو	24,044	77	61	76	1	8	2	10
پیسکو	38,016	84	54	85	6	12	2	14
لیسکو	117,297	95	74	93	6	15	4	19
میپکو	72,150	85	53	94	19	33	5	37
جیپکو	48,137	94	52	96	22	31	4	35
آئیپیسکو	60,433	98	83	96	5	10	1	11
فیسکو	63,537	97	51	97	3	10	1	11
مجموعی	469,559	-	-	90%	-	-	-	21%

ماخذ: وزارت پانی اور بجلی، پوائس ایڈ

مسئلے کی سنگینی کا اندازہ بجلی کی تقسیم کے غیر تکنیکی زیاں سے لگایا جاسکتا ہے جس کے مطابق تقسیمی انفراسٹرکچر بہتر بنانے سے مسئلہ صرف جزوی طور پر حل ہوگا۔ زراعت کی ادائیگی کے باعث زیادہ بڑا مسئلہ یعنی بجلی چوری بڑھتے رہنے کا امکان ہے جو گردش قرضے میں اضافہ کرے گا۔ کیسکو (QESCO) کے لیے مزید دشواری ہے جہاں سرکاری بیانات کے مطابق ٹیوب ویل کے تقریباً 5000 ناجائز کنکشن ہیں اور جو محاصل کو سالانہ 14 ارب روپے کا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

(د) پیداواری لاگت: مجموعی پیداواری لاگت بڑی حد تک فرنس آئل کی قیمت پر منحصر ہے کیونکہ فرنس آئل سے بننے والی بجلی مجموعی پیداوار کا اوسطاً 35 فیصد ہوتی ہے۔ م 11ء کے دوران بجلی سازی کی مجموعی لاگت میں تقریباً 36 فیصد اضافہ ہو چکا ہے کیونکہ اس سال فرنس آئل کی فی یونٹ لاگت بڑھ گئی ہے، یہ جولائی 2010ء میں 9.81 روپے فی کلو

¹⁴ بجلی ساز اداروں سے بجلی خریدنے کے دوران ترسیل و تقسیم کے نقصانات ہوتے ہیں، چنانچہ صارفین کے ہاتھوں فروخت کے لیے دستیاب بجلی کی قدر کم، اور قابل ادائیگی رقم زیادہ ہوتی ہے۔ نتیجتاً تقسیمی نقصانات صارفین سے وصول نہ ہونے والی رقم کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں جس سے قابل وصول رقوم بڑھ جاتی ہے۔ تقسیم کے دوران ہونے والے نقصانات میں تکنیکی نقصان بھی شامل کیا جاسکتا ہے جس کا انحصار تقسیمی نیٹ ورک کے معیار اور حجم پر ہوتا ہے۔ غیر تکنیکی نقصانات بڑھانے والے عوامل بجلی چوری، ناقص انتظامیہ اور کمزور تجارتی نگرانی ہیں۔



واٹ گھنٹہ تھی جو مئی 2011ء میں 14.73 روپے ہو گئی (شکل 3.4)۔ پیداواری لاگت میں اضافے نے صارفین کے لیے نرخ بڑھا دیے جس سے محاصل اکٹھا کرنے کی صورتحال مزید بگڑ سکتی ہے۔ متبادل صورت یہ ہے کہ صارفین کے لیے نرخ جوں کے توں رکھے جائیں، ایسا کرنے سے پیداواری لاگت بڑھنے پر بجلی پر زراعت بڑھ جائے گی۔ گردش قرضے کی قابل وصول رقوم ہر صورت میں بڑھیں گی۔

م س 11ء کے دوران گردش قرضے کا بندوبست
م س 11ء کے دوران گردش قرضے پر پالیسی اقدام دو سطحوں پر مشتمل تھا۔ گردش قرضے کے حجم میں ماہوار اضافے کی روک تھام کے لیے تقسیم کار کمپنیوں کو بجلی کی زر

اعانت بتدریج ختم کر دی گئی۔ اس لحاظ سے اعلان کردہ نرخ آکٹوبر 2010ء میں (30.7 فیصد) اور نومبر 2010ء میں (2.1 فیصد) بڑھائے گئے۔¹⁵ دوسرے، صارفین کے لیے نرخوں کے اعلان کا طریقہ کار تبدیل کیا گیا، اب انڈین کی لاگت میں ماہوار ردوبدل کا جو بوجھ بجلی ساز کمپنیوں پر پڑ رہا تھا اسے براہ راست صارفین کے نرخوں میں شامل کرنے کا اختیار منسوخ کر دیا گیا۔

پالیسی اقدام کے مذکورہ دوسرے پہلو کا تعلق گردش قرضے کی واجب الادا قابل وصول رقوم سے ہے۔ زراعت کی مد میں حکومت سے پمپوں کی قابل وصول رقوم، اور اس کے خریداروں سے بجلی کے عوض ادائیگی کا مسئلہ تشویش کا بنیادی سبب رہا ہے جس میں سے 300 ارب روپے سے زائد رقم پاور ہولڈنگ کمپنی لمیٹڈ کو پہلے ہی منتقل کی جا چکی ہے۔

نیز پمپ کو زراعت کی مد میں 120 ارب روپے مئی 2011ء میں دیے گئے۔ یہ رقم دراصل جبکہ (60 ارب روپے) اور کمپیکو (29 ارب روپے) کے واجبات کی ادائیگی میں استعمال ہوئی۔¹⁶ نتیجتاً جبکہ اور کمپیکو نے 89 ارب روپے پی ایس او کو ادا کر دیے جس نے ان میں سے 61 ارب روپے ریفرنڈریز اور 10 ارب روپے ٹیکس ادائیگی کی مد میں حکومت کو ادا کیے۔ چنانچہ کل ادائیگیوں میں سے پمپوں کے لیے، بجلی ساز نجی اداروں کے واجبات کی ادائیگی کی غرض سے صرف 31 ارب روپے بچے جبکہ واجبات جولائی 2011ء تک 167 ارب روپے ہو چکے تھے۔

بہر حال آئی پی بی کو قابل ادائیگی رقوم کے جمع ہوتے رہنے کے ساتھ ساتھ وصولیوں کا مسئلہ فوری توجہ کا متقاضی ہے۔ سرکاری شعبے سے قابل ادائیگی رقوم جولائی 2011ء تک بڑھ کر 106 ارب روپے ہو چکی ہیں جبکہ 146 ارب روپے نجی صارفین کے ذمے ہیں۔¹⁷ اس سلسلے میں پاور ڈسٹری بیوٹن امپروومنٹ پروگرام کے تحت (جس پر پالیسی ایڈ کے اشتراک سے عمل درآمد جاری ہے) تقسیم کار کمپنیوں کے آپریشنل آڈٹ جیسے بعض مثبت اقدامات کیے گئے ہیں، تاہم بنیادی مسائل بظاہر م س 13ء سے پہلے حل نہیں ہوئے۔

3.3 توانائی کی بنیادی رسد

3.3.1 پن بجلی

پن بجلی کے حصول کا بنیادی، صاف ستھرا، اور ماحول دوست ذریعہ ہے، م س 11ء کے دوران ملکی پیداوار کا صرف 35 فیصد پن بجلی گھروں سے حاصل کیا گیا جو کہ گذشتہ برس کے (سال بسال 14 فیصد کے) مقابلے میں خاصی بہتر صورتحال ہے۔ اس کا بنیادی سبب اگست 2010ء میں سیلاب کی وجہ سے تریلا اور منگلا ڈیموں میں پانی کی بلند سطح ہے۔

ملک میں فی الوقت پن بجلی کی پیداواری استعداد 6,720 میگا واٹ ہے اور اس کی بیشتر تنصیبات کا مالک اور چلانے کا ذمہ دار واپڈا ہے۔ پن بجلی کی پیداوار کے لیے موسم پر بھاری انحصار کرنا پڑتا ہے کیونکہ تنصیبی استعداد کا 69 فیصد حصہ دریائی پانی کے مقابلے میں آبی ذخائر پر منحصر ہے۔ چنانچہ بجلی کی پیداوار کا بنیادی ذریعہ تھرمل ہے اور اس ذریعے سے بننے والی بجلی کی کمی کو پن بجلی گرمی کے دنوں میں پورا کرتی ہے جب بجلی کی طلب عروج پر ہوتی ہے۔ آبی ذخائر سے آب پاشی بھی کی جاتی ہے۔

¹⁵ ہمارا تخمینہ نرخ برائے اسکوا کی تنصیلات کی بنیاد پر ہے جو چشم کشا ہے۔ منہر اسکوا کے اخذ کردہ نرخ ہر تقسیم کار کمپنی کے لیے عملاً جدا جدا ہیں جبکہ حکومت کے اعلان کردہ نرخ ملک بھر میں یکساں ہوتے ہیں۔

¹⁶ جبکہ اور کمپیکو کی قابل وصول رقوم 3 مئی 2011ء کو بالترتیب 108 ارب روپے اور 170 ارب روپے تک جا پہنچی تھیں۔ اس کے مقابلے میں پی ایس او کو قابل ادائیگی رقوم بالترتیب 86 ارب روپے اور 140 ارب روپے تھیں۔

¹⁷ اس تناظر میں سرکاری شعبے کی تفریح میں وفاقی/صوبائی سرکاری محلے/ادارے، آزاد جموں و کشمیر حکومت اور کے ای ایس شامل ہیں۔

جدول 3.6: پاکستان کے ہائیڈرو الیکٹرک امکانات (میگا واٹ)						
صوبہ	چلتے ہوئے منصوبے	زیر عمل منصوبے		نامیاتی سائٹس	خام سائٹس	مجموعی ہائیڈرو پاور وسائل
		سرکاری	نجی			
خیبر پختونخوا	3,849	9,482	2,398	77	8,930	24,736
گلگت بلتستان	133	11,876	40	534	8,542	21,125
پنجاب	1,699	720	1,028	3,606	238	7,291
آزاد جموں و کشمیر	1,039	1,231	3,264	1	915	6,450
سندھ	-	-	-	67	126	193
بلوچستان	-	-	-	1	-	1
مجموعی	6,720	23,309	6,730	4,286	18,751	59,796

ماخذ: پرائیویٹ پاور اینڈ انفراسٹرکچر بورڈ

پرائیویٹ پاور انفراسٹرکچر بورڈ کے مطابق م س 11ء تک پاکستان میں پن بجلی کے 89 فیصد وسائل کو استعمال ہی نہیں کیا گیا (جدول 3.6)۔ پن بجلی کی زیادہ تر پیداوار صوبہ خیبر پختونخوا میں، اور بقیہ پنجاب، آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان میں ہوتی ہے۔ 53,076 میگا واٹ پن بجلی بنانے کے وسائل کی نشان دہی ہو چکی ہے اور انہیں استعمال کیا جانا ابھی باقی ہے، ان میں سے 79 فیصد وسائل گلگت بلتستان اور خیبر پختونخوا میں واقع ہیں۔

بہت سے منصوبوں کے قابل عمل ہونے کی رپورٹیں مکمل کر لی گئی ہیں تاہم زیر تعمیر منصوبوں کی تعداد خاصی کم ہے۔ زیر تعمیر منصوبوں سے 2019ء تک اندازاً 6,176 میگا واٹ پن بجلی کی پیداوار متوقع ہے۔¹⁸ تاہم چونکہ اکثر منصوبے سرکاری رقوم سے بنائے جانے ہیں اس لیے رقوم کا اکٹھا کرنا منصوبوں پر عمل درآمد میں اہم رکاوٹ بن سکتی ہے۔ منظور شدہ منصوبوں کے لیے فی الوقت آسان شرائط پر قرضوں، اور ”احباب پاکستان“ سے پلانز کرڈٹ کی شکل میں 15 ارب ڈالر تک بطور معاونت حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اہم ڈونر ملکوں کی اقتصادی صورتحال، اور پاکستان کے داخلی سیاسی حالات کے پیش نظر بظاہر یہ رقوم تاخیر کی شکار ہو سکتی ہیں اور مرحلہ وار مل سکتی ہیں جس کا بڑی حد تک انحصار اس بات پر ہوگا کہ حکومت پن بجلی کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔

3.3.2 خام تیل

م س 11ء میں ریفائنریوں کے استعمال کے لیے دستیاب خام تیل کی مجموعی رسد 10.1 ملین میٹرک ٹن تک جا پہنچی جس میں درآمد اور اندرونی پیداوار سے حاصل ہونے والا خام تیل شامل ہے۔ ریفائننگ پر منافع بڑھنے اور پروسیدنگ کی استعداد میں معمولی اضافے کی بنا پر تیل کی درآمد بھی بڑھ گئی۔ ملک میں مجموعی طور پر پروسیس ہونے والے خام تیل 30% سے 35 فیصد مقامی پیداوار سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ م س 11ء میں (سال بسال 0.6 فیصد اضافے کے ساتھ) 3.3 ملین میٹرک ٹن رہا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تیل کی مقامی پیداوار طلب میں اتار چڑھاؤ کا ساتھ نہیں دے پاتی، اور دستیاب ذخائر کے علاوہ تیل کی تلاش اور پیداوار کی سرگرمیوں پر بڑی حد تک انحصار کرتی ہے۔ چنانچہ مقامی طلب اور پیداوار میں فرق کو درآمد پورا کرتی ہے جو م س 11ء میں سال بسال 3.8 فیصد بڑھ کر 6.8 ملین میٹرک ٹن تک پہنچ گئی۔¹⁹

تیل کی تلاش اور پیداوار کی سرگرمیاں

گذشتہ سال تیل کی تلاش اور پیداوار کی سرگرمیاں ماند رہیں۔ م س 11ء میں 80 کنوؤں کو تلاش، ترقی اور تنقیص کے لیے نظر میں رکھا گیا تھا²⁰ تاہم جون 2011ء تک صورتحال یہ تھی کہ صرف 49 کنوؤں پر کام جاری تھا جن میں سے 15 تلاش کے لیے مختص تھے اور بقیہ کو ترقی اور تنقیص کے لیے گزشتہ برسوں میں مختص کیا گیا تھا (شکل 3.5)۔ چنانچہ تلاش و پیداوار کی کمپنیوں کی زیادہ تر وجہ نئے کنوؤں کی تلاش میں سرمایہ لگانے کے بجائے پہلے سے موجود کنوؤں پر کام کرنے پر رہی۔

18 تعمیراتی لاگت کا تخمینہ تقریباً 1,056 ارب روپے ہے۔ ان میں اہم ڈیامیر، بھاشا ڈیم، اور نیلم، جہلم، الائی کھاؤ اور دوہر کھاؤ پن بجلی منصوبے ہیں۔ اولین دو منصوبے لگ بھگ 2019ء میں مکمل ہوں گے جبکہ مؤخر الذکر 2012ء تک کام شروع کرے گا۔

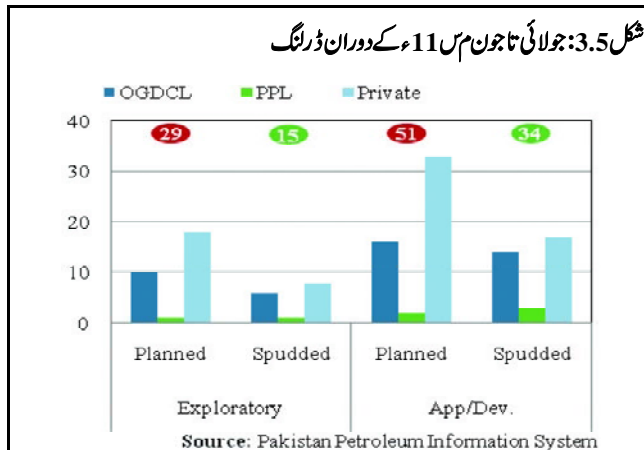
19 جیسا کہ آئل کمپنیز انڈیا زری کمیٹی (او سی اے سی) کی رپورٹ ہے۔ کمیٹی میں اکثر بڑی ریفائنریاں اور پیٹرولیم مصنوعات کی تقسیم کار کمپنیاں شامل ہیں۔ یہ اعداد و شمار شیے کی کارکردگی کی بڑی حد تک نمائندگی کرتے ہیں۔

20 تلاش کے لیے کھودے گئے کنوؤں سے اس مقام پر خام تیل کی موجودگی معلوم کی جاتی ہے، تنقیصی کنوئیں ذخائر کا حجم جاننے میں استعمال ہوتے ہیں، معلوم شدہ ذخائر والی فیلڈ سے تیل نکالنے کے لیے ترقیاتی کنوئیں تعمیر کیے جاتے ہیں۔

جدول 3.7: خام تیل کی پیداوار، درآمدات اور خرچ کا جائزہ (ملین میٹرک ٹن)						
پانچ سالہ مرکب سالانہ شرح نمو	میں 10ء	میں 09ء	میں 08ء	میں 07ء	میں 06ء	
الف۔ پیداوار	3.18	3.22	3.43	3.30	3.21	
ادبی ڈی سی	1.78	1.98	2.03	1.78	1.54	
بی پی	0.56	0.48	0.47	0.54	0.62	
پی پی ایل	0.26	0.23	0.25	0.24	0.18	
دیگر	0.58	0.53	0.68	0.74	0.87	
ب۔ درآمدات*	6.89	8.06	8.42	8.22	8.60	
پارکو	3.56	3.56	4.56	4.36	4.60	
این آر ایل	1.71	2.32	2.22	2.37	2.39	
پی آر ایل	0.98	1.30	0.85	0.78	0.91	
بانگیو	0.63	0.88	0.79	0.71	0.70	
مجموعی رسد (الف+ب)	10.07	11.28	11.85	11.52	11.81	
ج۔ طلب (Crude processed)	9.87	10.74	11.69	11.24	11.35	
پارکو	3.56	3.66	3.87	3.72	3.79	
این آر ایل	2.14	2.42	2.73	2.79	2.77	
اے آر ایل	1.74	1.70	1.93	1.84	1.87	
پی آر ایل	1.60	1.89	2.18	1.98	2.14	
دیگر**	0.83	1.06	0.98	0.91	0.78	

* ڈی جی آئل، وزارت پٹرولیم کے مطابق
** ان میں بانگو، ای این اے آر اور ڈھوک شامل ہیں۔

ماخذ: ہائیڈروکاربن ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان



میں 11ء کے دوران تیل کے تین نمایاں ذخائر دریافت کیے گئے (جدول 3.8)، جن کی بی پی ڈی 4,071 بیرل متوقع ہے۔²¹ تکمیل کے بعد یہ کنویں خام تیل کی سالانہ پیداوار کا 6 فیصد پورا کر سکیں گے۔ نیز، جاری منصوبوں سے توقع ہے کہ 12ء سے 13ء کے دوران یومیہ 9,000 بیرل یا پیداوار کا 14 فیصد تیل مل سکے گا۔

خام تیل کی مقامی پیداوار کے امکانات سے فائدہ اٹھانا داخلی، خصوصاً خیر پختونخوا اور بلوچستان میں سلامتی کی صورتحال کے باعث ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ گذشتہ سال تلاش و پیداوار کی کمپنیوں کے افراد پر حملوں کے متعدد واقعات رونما ہوئے، ان حملوں کی وجہ سے بعض کنویں اور فیلڈز میں سرگرمیاں روک دی گئیں۔

خام تیل کی پروسیسنگ

خام تیل کی طلب پروسیسنگ کی تنصیبی استعداد تک محدود ہے جو 11ء میں 14.25 ملین میٹرک ٹن تھی۔ ہائی اسپیڈ ڈیزل پر 7.5 فیصد ڈیمینڈ ڈیوٹی کی صورت میں تحفظ فراہم کیے جانے کے باوجود ریفرننگ کی استعداد میں نمو جا رہی ہے (بکس 3.1)۔ چنانچہ ملکی ریفرنریوں نے 10ء اور 06ء میں 10ء کے درمیان اپنی استعداد کا اوسطاً 85 فیصد استعمال کیا۔ پاکستان جیسی منڈی میں جہاں پیٹرولیم مصنوعات کی قلت ہے، اگر استعداد زیادہ سے زیادہ استعمال کی جائے تو ان مصنوعات کے درآمدی اخراجات سے بچا جاسکتا ہے۔

21 اس کا مطلب ہے یومیہ پیداوار

جدول 3.8: مئی 11ء کے دوران دریافت ہونے والے تیل کے نئے ذخائر			
آپریٹر	صوبہ	ترقیاتی کیفیت	امکانی پیداوار (بی بی ڈی)
ایم اداہیل	خیبر پختونخوا	شروع کیا گیا	3,029
پی اداہیل	پنجاب	شروع کیا گیا	942
ادجی ڈی سی	سندھ	شروع کیا گیا	100
مجموعی			4,071

ماخذ: وزارت پٹرولیم اور قدرتی وسائل

پاکستان 3.1: پاکستان میں ریفائننگ کا شعبہ
پاکستان میں پٹرولیم مصنوعات کی صفائی کا شعبہ پانچ ریفائنریوں پر مشتمل ہے جس کی مجموعی استعداد 13.1 ملین میٹرک ٹن سالانہ ہے۔ ریفائنریوں کے نام یہ ہیں: پاک عرب ریفائنری (پاکو، 4.5 ملین میٹرک ٹن)، بنش ریفائنری (این آر ایل، 2.7 ملین میٹرک ٹن)، پاکستان ریفائنری (پی آر ایل، 2.1 ملین میٹرک ٹن)، اٹک ریفائنری (اے آر ایل، 1.9 ملین میٹرک ٹن) اور بانکو (1.7 ملین میٹرک ٹن)۔ مصنوعات کی فہرست چونکہ کسی ریفائنری کے ترتیب اجزاء سے معلوم کی جاتی ہے، اور اہم پٹرولیم مصنوعات کی طلب ملکی صرف کی حد تک ہوتی ہے چنانچہ اس شعبے میں استعداد کا استعمال جاننے کے لیے پٹرولیم کی جدا جدا مصنوعات اور خام زرخوں کے مابین شرح منافع پر بڑی حد تک انحصار کیا جاتا ہے۔

اس شعبے میں زیادہ تر استعداد ہائڈرو اسکلمنگ ترتیب اجزاء پر مبنی ہے، اس لیے مصنوعات کی فہرست میں فرنس آئل کا (جسے امتیازی طور پر خام زرخوں پر رعایتاً بیچا گیا) تناسب خاصا بلند ہے۔ نتیجتاً اس شعبے میں شرح منافع حد سے نسبتاً کم ہے، اور ریفائنریاں اپنی بینکانوی بہتر بنانے کے لیے سرمایہ لگانے کے قابل نہیں ہیں۔ اس مقصد کے لیے، اور پٹرولیم مصنوعات کے لیے یورو II کے سخت معیاری پابندی کی غرض سے حکومت نے ڈیوڈ ڈیوٹی کی صورت میں زرخوں کا تحفظ فراہم کیا تاہم یہ تحفظ بھی ایک ایک کر کے مصنوعات پر سے بتدریج ختم کر دیا گیا اور گزشتہ برسوں کے دوران صرف ہائی اسپیڈ ڈیزل تک رہ گیا ہے (جدول 3.9)۔

جدول 3.9: پٹرولیم مصنوعات پر ڈیوڈ ڈیوٹی (deemed duty) کا تحفظ					
مصنوعہ	مئی 06ء	مئی 07ء	مئی 08ء	مئی 09ء	مئی 10ء
کیروٹین	6.0%	-	-	-	-
بے پی 4 *	6.0%	5.0%	-	-	-
بے پی 8	6.0%	5.0%	-	-	-
ہائی اسپیڈ ڈیزل	10.0%	10.0%	10.0%	7.5%	7.5%
ایل ڈی او	6.0%	-	-	-	-
* بے پی کا مطلب ہے جیٹ پروپیلنٹ (Jet Propellant)، ایل ڈی او کا مطلب ہے لائٹ ڈیزل آئل۔					

ماخذ: اوگرا

ریفائنریوں سے صاف ہونے والے خام تیل کی مقدار مئی 11ء میں گرتی رہی اور 9.6 ملین میٹرک ٹن تک جا پہنچی جس کی وجہ رسد کی تعطل تھا۔ 22 تاہم گراؤٹ کی رفتار کو خاصا کم کر لیا گیا، یعنی یہ مئی 10ء میں 8.3 فیصد تھی جو مئی 11ء میں ایک فیصد تک آگئی۔ مئی 11ء کے دوران ریفائنریوں میں خام تیل کی طلب پر کئی عوامل نے گہرا اثر ڈالا: (الف) سیلاب کی وجہ سے ستمبر اکتوبر مئی 11ء کے دوران پارکو کی بندش، (ب) مئی 2011ء کے دوران تکنیکی خرابی کے سبب اے آر ایل کی بندش، اور (ج) بانکو میں اندرونی مالی امور کی بنا پر سرگرمیاں عارضی طور پر روک دی گئیں جس سے مئی 2011ء میں خام تیل کی بحیثیت مجموعی پروکیورمنٹ پرواجی اثر پڑا۔

تاہم خام تیل کی صفائی کے بیشتر داخلی امکانات سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے۔ مئی 11ء میں ملک میں مجموعی طور پر 18.4 ملین میٹرک ٹن پٹرولیم مصنوعات استعمال ہوئیں جن میں سے 49 فیصد درآمد کی گئیں۔ اگر پٹرولیم مصنوعات درآمد کرنے کے بجائے درآمدی خام تیل مقامی طور پر صاف کر کے ملکی ضروریات کو پورا کرنا مقصد بنالیا جائے تو اس کے لیے 15 ملین میٹرک ٹن تیل صاف کرنے کی اضافی استعداد درکار ہوگی۔ فی الوقت بانکو کی 5 ملین میٹرک ٹن سالانہ کی اضافی استعداد جلد حاصل ہونے کی توقع ہے اور مستقبل کے لیے 20 ملین میٹرک ٹن تک کی اضافی استعداد زیر منصوبہ ہے۔ یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ اس میں سے کتنی استعداد حقیقتاً مارکیٹ میں لائی جائے گی۔ 23 دریں اثنا مصنوعات میں فرنس آئل کا تناسب کم کرنے کے لیے موجودہ ریفائنریوں کی توجہ پیداواری ترتیب اجزاء (configuration) بہتر بنانے پر لگی ہوئی ہے تاکہ ہائی اسپیڈ ڈیزل کے یورو-II تقاضے پورے کیے جاسکیں۔ 24

3.3.3 قدرتی گیس

پاکستان کو مالی سال 11ء کے دوران گیس کی تاریخی بدترین قلت کا سامنا کرنا پڑا اور صنعتی، سی این جی اور بجلی کے شعبوں کو اس کی رسد میں خاصی کمی واقع ہوئی۔ یہ کمی موسم سرما میں اس وقت بلند سطح پر پہنچ گئی جب ملک میں گیس ہیڈز کا استعمال بڑھ گیا تھا اور 3,878 ملین کعب فٹ رسد کے مقابلے میں طلب بڑھ کر 4,850 ملین کعب فٹ تک پہنچ گئی تھی۔ سال کے باقی حصے میں اس کی کمی ملکی طلب (400 تا 700 ملین کعب فٹ) کے مقابلے میں دس سے پندرہ فیصد کم رہی۔ اس کی رسد کے لیے گیس کی اہم فیلڈز پر انحصار کیا جاتا ہے۔

گیس کے استعمال کو حقیقت پسندانہ بنانے کے لیے اکتوبر 2010ء میں لوڈینجمنٹ کے ایک منصوبے پر عملدرآمد شروع کیا گیا (جدول 3.10)۔ منصوبے کے مطابق پنجاب اور سندھ میں صنعتی شعبے کو دو روز کے لیے گیس کی فراہمی بند کر دی گئی جبکہ سی این جی شعبے کو ہفتے میں پانچ دن تک گیس دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ 25 اس کا ٹیکسٹائل کے شعبے پر انتہائی نقصان دہ اثر 22 اوی اے سی کی رکن کمپنیوں کے لیے۔

23 ان میں ٹرانس ایلیا سے (4.5 ملین میٹرک ٹن)، انڈس سے (4.5 ملین میٹرک ٹن) اور خلیفہ کوٹل سے (11 ملین میٹرک ٹن) اضافے شامل ہیں۔

24 فی الوقت پانچ میں سے چار ریفائنریوں میں ہائڈرو اسکلمنگ (hydro-skimming) ترتیب اجزاء کی جاتی ہے، جبکہ پارکو کے پاس سی سی آر ڈیزل میکس/وزبریکر (Visbreaker) ترتیب اجزاء ہے۔ اول الذکر کی مصنوعات میں سلفر کی مقدار زیادہ (یعنی بلحاظ وزن ایک فیصد) ہوتی ہے جس سے کم منافع ملتا ہے۔ یورو-II کا اخراجی معیار بلحاظ وزن 0.05 فیصد ہے، یہ تقاضا پورا کرنے کی غرض سے اور ڈیزل کو سلفر سے پاک کرنے کے لیے ریفائنریوں کو مخصوص پینش کی تنصیب پر اضافی سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت ہے۔

25 اعلان کے باوجود کوئی مئی سال کے دوران تبدیلی ہوتی رہی اور طلب و رسد کی صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے صنعتی شعبے کے لیے بڑھا کر ہفتے میں تین دن کر دیا گیا۔ فروری 2011ء سے ٹیکسٹائل شعبے کو گیس ہفتے میں ساڑھے تین دن فراہم کی گئی (یکم 2.3.2)۔

جدول 3.10: لوڈ منجمنٹ کی وجہ سے گیس میں کمی				
کم کردہ حجم (ملین مکعب فٹ پوریم)				
مجموعی	بجلی	سی این جی	صنعت	
پنجاب				
اکتوبر 10ء	0	13	98	111
نومبر 10ء	0	20	224	244
دسمبر 10ء	0	26	354	380
جنوری 11ء	0	26	295	321
فروری 11ء	0	28	261	289
مارچ 11ء	0	26	197	223
سندھ				
اکتوبر 10ء	0	0	131	131
نومبر 10ء	0	0	147	147
دسمبر 10ء	0	0	225	225
جنوری 11ء	0	0	284	284
فروری 11ء	0	0	234	234
مارچ 11ء	0	0	168	168
بلوچستان				
اکتوبر 10ء	3.8	0	0	3.8
نومبر 10ء	10	0	0	10
دسمبر 10ء	10	0	0	10
جنوری 11ء	10	0	0	10
فروری 11ء	10	0	0	10
مارچ 11ء	10	0	0	10

ماخذ: وزارت پٹرولیم اور قدرتی وسائل

پڑا (سیکشن 2.3.2) اور کھاد ساز کارخانوں کے لیے گیس کے مختص کوٹے میں 20 فیصد کمی کر دی گئی۔ بجلی کے شعبے کو گیس کی فراہمی بھی طلب سے کم رہی۔ خاص طور پر کے ای ایس سی کو گیس کی فراہمی اس کے سرکاری کوٹے (276 ملین مکعب فٹ) کا 55 فیصد رہی جبکہ گیس پر کام کرنے والے آئی پی بیز بیکار رہنے پر مجبور ہو گئے یا انہوں نے پیداواری گنجائش سے کم کام کیا۔²⁶

گیس کی اہم فیلڈز سے رسد میں عارضی قحط (سیلاب اور تکنیکی خرابیوں کے باعث) قلیل مدت کے دوران اس کی دستیابی میں اتار چڑھاؤ کا باعث بنا۔ اہم گیس فیلڈز کو مرمت کے لیے بھی بند کیا گیا جس میں تقریباً 30 دن لگ جاتے ہیں۔

قدرتی گیس کی قلت کا باعث بننے والے عوامل
پاکستان میں قدرتی گیس کی دریافت کا کام بھرپور انداز میں نہیں کیا جا رہا جس کی وجہ سے پیداوار میں تنوع نہیں لایا جا سکا۔ مالی سال 10ء تک قدرتی گیس 98 فیلڈز سے حاصل کی جا رہی تھی جس میں سے نو فیلڈز کا روزانہ رسد میں حصہ 80 فیصد تک ہے۔ دریافت و پیداوار کی سرگرمیوں کا بڑا حصہ سندھ میں مرکوز ہے (مالی سال 10ء تک مجموعی پیداوار کا 71 فیصد، جدول 3.11) اور گیس کی آخری بار اہم دریافت 1998ء میں کی گئی تھی۔ اس لیے ذخائر میں توسیع نہیں کی جاسکی اور مرس 11ء تک اصل قابل بازیابی ذخائر (540 کھرب کیوبک فٹ) کا 49 فیصد تک استعمال کیا جا چکا ہے۔ اگر پیداوار کی موجودہ شرح کو برقرار رکھا جائے تو ملک کے دستیاب ذخائر صرف 20 سال تک چل سکتے ہیں۔ پاکستان کو اس قیمتی جنس کی رسد کو متنوع بنانے کے متبادل دریافت کرنا چاہئیں۔

گیس کی دریافت کے عمل میں کمی کا ایک بڑا سبب اس کی قیمتوں کی ساخت ہے۔ گیس دریافت کرنے کی قیمتوں کو خام تیل سے منسلک کیا گیا ہے لیکن حوالہ خام قیمتوں میں تبدیلیوں کے اثرات سرمایہ کاروں²⁷ کو مکمل طور پر منتقل نہیں کیے گئے کیونکہ تلافی کے لیے نشانیہ قیمتوں کو سال میں دو بار اخذ کیا جاتا ہے۔²⁸ مزید برآں، دریافت و پیداوار کرنے والی کمپنیوں کے لیے مذکورہ سطح پر گیس کی قیمت میں کسی بھی قسم کے اضافے کا صرف 50 فیصد واجب الوصول ہوتا ہے جبکہ باقی رقم حکومت ونڈ فال لیوی (windfall levy) کی شکل میں وصول کرتی ہے۔ گیس کی پیداواری قیمت اس کی دریافت میں معاون ثابت نہیں ہوتی اور پیداواری کمپنیوں کو درآمدی مساوات کی سطح سے کم قیمت حاصل ہوتی ہے۔

ملک میں گیس کی قیمتوں کے تعین کا طریقہ بادی النظر میں غیر معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن ملکی صنعتوں کو پہنچنے والے فائدے کے باعث یہ کافی حد تک جائز ہیں۔ تاہم پچھلے کچھ عرصہ سے صنعتوں و بجلی کے شعبوں کے بجائے اس کی ڈاؤن اسٹریم قیمتوں پر ہائیکس صارفین اور کھاد بنانے والے کارخانوں کے لیے خاصا زراعت مہیا کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ سبھی

²⁶ ان میں اورینٹ پاور، سیف پاور، سیٹھانڑا لیکٹریک اور بال مور پاور شامل ہیں جو 908 میگا واٹ بجلی پیدا کرتے ہیں۔

²⁷ پیٹرولیم پالیسی (2009ء) کے مطابق حوالہ خام تیل کی قیمت عربی/ایرانی خام تیل کی باسکٹ پر مبنی ہوتی ہے لیکن گیس کی قیمتیں اخذ کرنے کے لیے اس کی حد 100 ڈالر فی بیرل مقرر کی گئی ہے۔ مزید برآں، اگر حوالہ خام تیل کی قیمت 20 ڈالر فی بیرل سے تجاوز کرتی ہے تو اس پر پیمانے کے مطابق رعایت دی جاتی ہے جبکہ اس کے بعد زکوٰۃ رعایت ہوتی ہے جو اس ملکی علاقے کو دی جاتی ہے جہاں گیس پیدا ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں گیس کی قیمتیں 35.35 ڈالر/بیری کی یو کی سطح سے تجاوز نہیں کر سکتیں جب خام تیل کی قیمت 100 ڈالر فی بیرل سے تجاوز کر جائے۔ موجودہ شرح ہائے مبادلہ پر یہ قیمت تقریباً 460 روپے/بی ٹی یو کے مساوی ہو جاتی ہے۔

²⁸ گیس کی قیمتیں نکالنے کے لیے حوالہ خام تیل کی قیمت کی اوسط ششماہی مدت سے اخذ کی جاتی ہے، جس کا مطلب ہے کہ سرمایہ کاروں کو اس جنس کی قیمت میں عارضی اضافے کا فائدہ نہیں پہنچتا۔

جدول 3.11: قدرتی گیس کی پیداوار اور خرچ (ملین مکعب فٹ پورے)						
پیداوار	میں 06ء	میں 07ء	میں 08ء	میں 09ء	میں 10ء	5 سالہ مرکب سالانہ شرح نمو
پیداوار	3,836	3,873	3,984	4,002	4,063	1.4%
سندھ	2,691	2,741	2,830	2,870	2,877	1.7%
بلوچستان	904	872	876	837	790	-3.3%
پنجاب	186	188	197	209	190	0.6%
خیبر پختونخوا	55	72	81	86	205	38.9%
خرچ	3,347	3,345	3,494	3,478	3,501	1.1%
بجلی	1,343	1,185	1,178	1,107	1,005	-7.0%
پیداواری صنعتیں	722	795	837	836	878	5.0%
کھاد	543	530	549	551	603	2.7%
ملکی	469	508	559	587	601	6.4%
دیگر	271	326	371	397	413	11.1%
ضائع شدہ	488	528	490	524	562	3.6%
فیصد پیداوار	13%	14%	12%	13%	14%	-

ماخذ: ہائیڈرو کاربن ڈولپمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان

غیر مستعدی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ دوم، ملک بھر میں گیس کی قیمتوں کو یکساں رکھا جاتا ہے، جس کے لیے ترسیل و تقسیم کی مختلف لاگوں کو گیس کی قیمت میں شامل کیا جاتا ہے اور اس کا اعلان کا بینہ کی اقتصادی تعاون کمیٹی کرتی ہے۔²⁹

ان وجوہ کی بنا پر گیس کی طلب و رسد کی صورتحال میں خاصا بگاڑ آچکا ہے جبکہ امکان ہے کہ ملکی رسد کے لحاظ سے گیس کی قلت میں 16ء تک بڑھ کر 3,021 ملین مکعب فٹ ہو جائے گی (تخمین شدہ طلب 48 فیصد، جدول 3.12)۔ اگر زیر جائزہ انتظامات مقررہ وقت تک مکمل کر لیے گئے تو اس خسارے کا تقریباً آدھا حصہ درآمدات سے پورا ہو سکتا ہے۔ تاہم مستقبل قریب میں قدرتی گیس کی راشن بندی اور رہائشی صرف میں کمی کے لیے با معنی اقدامات ناگزیر ہوں گے تاکہ کھاد اور بجلی کے شعبوں کو ترجیحی بنیادوں پر اس کی رسد فراہم کی جاسکے۔³⁰

طلب و رسد کے فرق کو دور کرنا

وزارت پٹرولیم و قدرتی وسائل کے مطابق میں 12ء سے گیس کی طلب 2 فیصد سالانہ کے حساب سے بتدریج بڑھتے ہوئے میں 16ء تک یومیہ 5,970 ملین مکعب فٹ تک پہنچ جائے گی۔ میں 11ء کے دوران طلب میں اضافے کی اہم وجوہات میں 852 میگا واٹ گنجائش کے حامل گیس سے چلنے والے ایک آئی پی پی سے سمجھوتہ بھی شامل ہے۔ دیگر کئی منصوبوں پر بھی کام جاری ہے جس کی وجہ سے امکان ہے کہ میں 13ء کے دوران بجلی کے لیے گیس کی مجموعی طلب بڑھ کر 1,731 ملین مکعب فٹ ہو سکتی ہے (یا متوقع پیداوار کا 41 فیصد)۔

طلب کی نمور رسد میں ہونے والے اضافے سے زیادہ رہے گی اور گیس کی قلت مستقبل قریب میں شدت اختیار کر سکتی ہے۔ رسد کے تخمینوں کے مطابق گیس کی ملکی پیداوار میں 14ء میں 3,860 ملین مکعب فٹ کی بلند سطح پر پہنچ جائے گی اور اس کے بعد اس میں کمی ہونا شروع ہوگی۔ گیس فیلڈز میں ذخائر کے بتدریج خاتمے کی وجہ سے رسد کم ہو جائے گی جبکہ طلب میں 16ء تک بڑھ کر 5,970 ملین مکعب فٹ ہو جائے گی۔ اس لیے، جن گیس فیلڈز میں توسیعی منصوبوں کی نشاندہی کی گئی ہے، وہاں سے گیس کی رسد کی فراہمی طلب و رسد کا فرق کم

²⁹ گیس کی قیمتوں کا تعین ایس ایس این جی پی ایل اور ایس ایس جی جی کی جانب سے دی گئی سالانہ آمدنی کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اس حساب کتاب میں گیس کی خریداری کی لاگت، ترسیل و تقسیم کی لاگتیں، ضائع ہونے والی گیس کی نشاندہی اور اثاثوں پر عین منافع (ایس این جی پی ایل کا 17.5 فیصد اور ایس جی جی کی 17 فیصد) کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ اس لیے کمپنیوں کو اپنے تقسیمی نیٹ ورک کو توسیع دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ لیکن اس سے موثر فائدہ اٹھانے کی ترغیب بہت کمزور ہے کیونکہ ترسیل و تقسیم کی لاگت کو گیس کی قیمتوں کے تعین میں شامل کیا جاتا ہے اور مقررہ حد سے زیادہ ضائع ہونے والی گیس کی حتمی لاگت حکومت کو برداشت کرنی چاہیے۔

³⁰ فی الوقت، قدرتی گیس مختص کرنے کی قومی پالیسی میں رہائشی شعبے کو ترجیح دی گئی ہے جس کے بعد پیداواری ضروریات کے لیے کھاد اور صنعتی شعبوں کا نمبر آتا ہے۔ گیس سے بجلی پیدا کرنے والی کمپنیوں کو یومیہ تک رسد مہیا کی جاتی ہے جبکہ باقی ماندہ گیس بہترین کوششوں کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ اسی طرح کے ای ایس سی، واپڈ اور آئی پی پیز اور بجلی کے دیگر منصوبوں کو گیس کی رسد کی سمجھوتے کے بغیر بہترین کوششوں کی بنیاد پر دی جاتی ہے اور تقسیم کے لحاظ سے ترجیحات میں یہ پانچویں نمبر پر ہے۔

جدول 3.12: قدرتی گیس کی طلب، رسد اور کمی کی پیش گوئی (ملین مکعب فٹ پرمیہ)					
مکعب فٹ	مکعب فٹ	مکعب فٹ	مکعب فٹ	مکعب فٹ	مکعب فٹ
16م	15م	14م	13م	12م	خالص طلب
5,970	5,820	5,788	5,670	5,497	الہس این جی پی ایل
2,576	2,542	2,556	2,486	2,374	الہس ایس جی پی ایل
2,343	2,279	2,255	2,193	2,132	خود مختار نظام
1,051	999	977	991	991	یو ایف جی اور پی اینڈ ڈی نقصانات
330	322	320	307	279	گیس کا داخلی خرچ
54	54	57	55	49	مجموعی طلب
6,354	6,196	6,165	6,032	5,825	موجودہ رسد
2,249	2,417	2,663	2,933	3,124	منتوق رسد
1,084	1,166	1,198	447	242	ایران سے درآمد
750	487	263	-	-	ایل این جی ون
500	500	500	500	300	مجموعی رسد
4,583	4,570	4,623	3,880	3,667	گیس کی کمی
3,021	2,613	2,305	2,652	2,458	مقامی رسد کے لحاظ سے
1,771	1,626	1,542	2,152	2,158	درآمد شدہ اور مقامی رسد کے لحاظ سے
ماخذ: اوگرا، وزارت پٹرولیم اور قدرتی وسائل					

کرنے کے لیے کلیدی اہمیت کی حامل ہوگی۔ اس 14ء تک گیس کے جن منصوبوں کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کا امکان ہے ان سے 460 ملین مکعب فٹ گیس حاصل ہو سکے گی۔

مزید برآں، چونکہ گیس کی ملکی پیداوار ملکی صرف کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہوگی، اس لیے درآمدات پر انحصار میں اضافہ ہوگا۔ مالی سال 12ء تا مالی سال 16ء کے دوران ملک میں گیس کا شارٹ فال 2,458 ملین مکعب فٹ سے بڑھ کر 3,021 ملین مکعب فٹ ہونے کا تخمینہ لگایا گیا ہے جسے درآمدات کے ذریعے 40 فیصد تک کم کیا جاسکتا ہے (بکس 3.2)۔

اگر قدرتی گیس درآمد کرنے کے ملکی منصوبوں پر عملدرآمد میں تاخیر ہوگئی تو اس کی قلت بدترین شکل اختیار کر سکتی ہے۔ نجی شعبے نے ایل این جی کے درآمدی انفراسٹرکچر منصوبوں کو ترقی دینے میں خاصی دلچسپی دکھائی ہے۔ تاہم اگر بلوچستان میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال یا منصوبے کے لیے قرضوں کے حصول میں تاخیر کے باعث پاکستانی علاقے میں گیس پائپ لائن مقررہ مدت میں تعمیر نہیں کی جاتی تو ایران سے درآمدات میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ اس سے قطع نظر، ہمارے خیال میں اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ پائپ لائن کی تعمیر میں تاخیر ہوگی کیونکہ اس کے لیے چین مالی معاونت فراہم کر سکتا ہے اور افغانستان سے امریکی افواج کے انخلا کے باعث پاکستان کی خارجہ پالیسی کو پہلے سے زیادہ علاقائی اثر و

بکس 3.2: قدرتی گیس کی درآمد کے منصوبے

قدرتی گیس درآمد کرنے کے لیے ذیل میں دیے گئے منصوبوں پر کام کیا جا رہا ہے:

مالی سال 11ء میں مشعل ایل این جی منصوبے کا دوبارہ ٹینڈر جاری کیا گیا اور نجی شعبے نے اس میں زبردست دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ الہس ایس جی کو سہولت کا مقرر کیا گیا ہے۔ سمندر میں رواں فریٹل تعمیر کیا جائے گا اور اس منصوبے پر 150 ملین ڈالر کی لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے جبکہ اس میں 500 ملین مکعب فٹ گیس کی رسد فراہم کرنے کی گنجائش موجود ہوگی۔ مالی سال 12ء کے آغاز میں اس منصوبے کے ذریعے 300 ملین مکعب فٹ گیس کی شپ منٹس درآمد کی جاسکیں گی۔

ایران سے درآمدات مالی سال 14ء تک شروع ہونے کی توقع ہے اور پہلی رسد 264 ملین مکعب فٹ ہوگی۔ توقع ہے کہ پائپ لائن پر تعمیراتی کام نومبر 2011ء سے شروع ہو جائے گا اور اس کی تعمیر پر 1.5 ارب ڈالر کی لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے جس کے لیے چین سے قرضہ حاصل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس پائپ لائن کے ذریعے نو ارب 2100 ملین مکعب فٹ گیس فراہم کی جاسکے گی اور ایران سے گیس کی درآمد پر حال ہی میں مذاکرات کیے گئے ہیں جو 750 تا 1,000 ملین مکعب فٹ تک ہوگی۔

ترکمانستان، افغانستان، پاکستان، بھارت (ٹی اے پی آئی) گیس پائپ لائن کے منصوبے پر کام جاری ہے۔ ایک بین الاقوامی سمجھوتے اور گیس پائپ لائن فریم ورک سمجھوتے پر دستخط کیے جاسکے ہیں اور گیس کی خرید و فروخت میں حائل اہم رکاوٹوں کو دور کیا جا رہا ہے۔ اس منصوبے میں ایشیائی ترقیاتی بینک تعاون کر رہا ہے اور اس پر مجموعی طور پر 7.6 ارب ڈالر لاگت آئے گی اور گیس کی فراہمی شروع کرنے کے لیے 2016ء کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ اس پائپ لائن کی مجموعی رسد میں سے پاکستان کو 1,365 ملین مکعب فٹ گیس حاصل ہو سکے گی۔

جدول 3.13: مجموعی جائزہ - کوئلے کا خرچ اور پیداوار (ملین میٹرک ٹن)						
میں 06ء	میں 07ء	میں 08ء	میں 09ء	میں 10ء	5 سالہ مرکب سالانہ شرح نمو	
7.71	7.89	10.11	8.39	8.14	1%	خرچ *
-	0.00	0.00	0.00	-	-	ملکی
4.22	3.28	3.76	3.27	3.01	-8%	اینٹ بیکٹ کی صنعت
2.78	4.14	5.72	3.80	4.58	13%	سینٹ / دیگر صنعت
0.56	0.31	0.47	1.20	0.43	-7%	پاکستان اسٹیل
0.15	0.16	0.16	0.11	0.13	-4%	بجلی (واپڈ)
4.87	3.64	4.12	3.74	3.48	-8%	پیداوار
2.01	1.00	1.06	0.84	1.20	-12%	سندھ
1.96	1.83	2.27	2.06	1.50	-6%	بلوچستان
0.57	0.51	0.55	0.57	0.59	1%	پنجاب
0.33	0.30	0.24	0.27	0.19	-13%	خیبر پختونخوا / فانا
2.84	4.25	5.99	4.65	4.66	13%	درآمدات
-	-	-	-	186,008	-	ذخائر
-	-	-	-	-	-	جس میں
-	-	-	-	3,450	-	پیمائش شدہ
-	-	-	-	68,259	-	نشانہ بندی کی گئی اور اخذ کیا گیا
-	-	-	-	114,298	-	مفروضہ
* کوئلے کے خرچ کے شعبہ دار اعداد و شمار دستیاب نہیں اس لیے تخمینہ لگایا گیا ہے۔						
ماخذ: ہائیڈرو کاربن ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان						

رسوخ حاصل ہو جائے گا۔

3.3.4 کوئلہ

پاکستان میں کوئلہ بنیادی طور پر سینٹ (56 فیصد) اور خشت سازی (37 فیصد) میں استعمال ہوتا ہے (جدول 3.13)۔ م س 10 تک کوئلے کے معلوم ذخائر اگرچہ وسط مدتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی تھے، تاہم پیداوار (3.1 ملین میٹرک ٹن) ملکی ضروریات (8.14 ملین میٹرک ٹن) کو پورا کرنے کے لیے ابھی ناکافی ہے۔ اس فرق کو ماضی میں درآمدات سے پورا کیا جاتا رہا ہے جو م س 06ء سے 10ء تک اوسطاً 13 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھتی رہی ہے۔

فی الوقت، کوئلے کے ذخائر کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہے کہ آیا ملکی کوئلہ درآمدی ایندھن کا متبادل ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بالخصوص، اب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کوئلے کے ذخائر تھر (176 ارب میٹرک ٹن) ہٹھ (14 ارب میٹرک ٹن) اور اس سے ملحقہ صوبہ سندھ کے دیگر علاقوں میں بڑی مقدار میں موجود ہیں جن سے ملک کی طویل مدتی توانائی کی ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ تاہم، ان معلوم ذخائر کا معیار اتنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً تھر میں دریافت ہونے والے ذخائر بھورے کوئلے کے ہیں جس میں نمی کا تناسب 55 فیصد اور گرمی کی قدر کی سطح بھی پست ہے۔

اس سے قطع نظر، ملک میں کوئلے کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں، خاص طور پر بجلی کی پیداوار میں۔ اسی لیے تھر کو ل اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کے چیئرمین وزیر اعلیٰ سندھ ہیں اور اس کا مقصد کوئلے کے وسائل کو ترقی دینا ہے۔³¹ مزید برآں، نجی شعبے کی شمولیت کی حوصلہ افزائی کے لیے سندھ کو ل اتھارٹی اور تھر کو ل اینڈ انرجی بورڈ بھی تشکیل دیا گیا ہے۔³² اس ضمن میں حکومت سندھ نے اینگرو پاور جزییشن کے ساتھ تھر بلاک ٹو میں کوئلے کی کان کو ترقی دینے کے ایک مشترکہ معاہدے پر دستخط کیے

31 آئین میں کوئلے کو صوبائی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔ وفاقی حکومت سروے کے ذریعے بنیادی جغرافیائی اعداد و شمار اکٹھے کر سکتی ہے۔ اس وقت یفرینڈ جیولوجیکل سروے آف پاکستان انجام دے رہا ہے۔

32 مذکورہ کوششیں قابل تعریف ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کام میں پیشہ ور افراد کو شامل کیا جائے جو اس منصوبے کے تکنیکی پہلوؤں سے اچھی واقفیت رکھتے ہوں اور پالیسی کی تشکیل میں معاونت کر سکیں۔ مزید برآں، یہاں پر مختلف صوبائی ایجنسیوں کے مفادات کا ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

ہیں جو 2016ء سے 1000 میگاواٹ بجلی کے پلانٹ کو ایندھن مہیا کرے گا۔ اسی طرح، ایک برطانوی کمپنی سے کان کنی اور بجلی کی پیداوار کے لیے مفاہمتی یادداشت پر دستخط کیے گئے ہیں اور اس ضمن میں بلاک فور میں انفراسٹرکچر کو ترقی دینے کے کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ زیر زمین کوئلے سے گیس تیار کرنے کے امکانات پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد

جدول 3.14: پیٹرولیم مصنوعات کی طلب، رسد اور درآمدات کا عمومی جائزہ (ملین میٹرک ٹن)						
میں 07ء	میں 08ء	میں 09ء	میں 10ء	میں 11ء ¹	5 سالہ مرکب سالانہ شرح نمو	
16.85	18.08	17.91	19.13	20.33	5%	خرچ ²
7.98	9.38	8.84	8.86	8.99	3%	ٹرینپورٹ
6.74	7.08	7.57	8.81	8.15	5%	بجلی
1.60	1.07	0.97	0.98	1.52	-1%	صنعت
0.53	0.54	0.53	0.47	1.67	33%	دیگر
10.86	11.31	10.34	9.54	9.32	-4%	ملکی پیداوار
3.19	3.32	3.09	2.48	2.41	-7%	فرنس آئل
1.22	1.34	1.29	1.35	1.25	1%	موٹر گیسولین
3.24	3.56	3.26	3.14	3.23	0%	ہائی اسپیڈ ڈیزل
1.17	1.01	0.96	0.94	0.82	-9%	ہوا بازی ایندھن
1.50	1.52	1.23	1.08	1.12	-7%	دیگر
0.55	0.56	0.51	0.54	0.49	-3%	غیر توانائی مصنوعات
8.33	9.03	9.97	11.18	12.41	10%	درآمدات
3.97	4.51	4.40	4.39	3.76	-1%	ہائی اسپیڈ ڈیزل
4.31	4.27	5.08	5.60	6.79	12%	فرنس آئل
-	0.13	0.25	0.58	1.06	-	موٹر گیسولین
0.05	0.12	0.25	0.61	0.80	100%	دیگر
1.34	1.34	1.21	1.45	1.43	-	برآمدات
0.27	0.30	0.32	0.41	-	-	بکریگ

1 وفاقی دفتر شماریات اور آئل کمپنیز ایڈوائزری کمیٹی کے شماریاتی اعداد و شمار۔

2 اسی اسے کے اعداد و شمار پر مبنی۔

ماخذ: ہائیڈروکاربن ڈویلپمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان

کے

لیے سندھ حکومت نے کوگرا نرجی کوکان کنی میں رعایت دی ہے جس کے تحت تھر بلاک فور کو ترقی دیتے ہوئے اس سے 400 میگاواٹ بجلی کا منصوبہ تیار کیا جائے گا۔

3.4 پیٹرولیم مصنوعات

پیٹرولیم، تیل اور اس کی مصنوعات کی خصوصیات میں زائد استعمال اور کم پیداوار شامل ہیں اور پاکستان اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے تیل کی درآمدات پر بھاری انحصار کرتا ہے۔ مالی سال 11ء تک محیط پانچ برسوں کے عرصہ میں پیٹرولیم مصنوعات کے استعمال میں 4.8 فیصد کی اوسط سے اضافہ ہوا ہے جبکہ ملکی پیداوار صرف 50 فیصد ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے اور اس میں 3.8 فیصد کی اوسط سے کمی آئی ہے۔ طلب و رسد کے فرق کو پورا کرنے کے لیے اس کی درآمدات میں 07ء کی 8.3 ملین ٹن سطح سے بڑھ کر 11ء میں 12.4 ملین ٹن ہو چکی ہیں (جدول 3.14)۔

پیٹرولیم مصنوعات کا درآمدی بل گزشتہ برس کے 6.6 ارب ڈالر سے بڑھ کر مالی سال 11ء میں 8.3 ارب ڈالر تک جا پہنچا جس کا سبب مقدار اور قیمتوں میں ہونے والی منفی تبدیلیاں ہیں۔ درآمدی مقدار بڑھ کر 12.4 ملین میٹرک ٹن ہو گئی تھی جبکہ مشرق وسطیٰ میں ناسا گز حالات کی وجہ سے تیل کی قیمت اپریل 2011ء میں 120 ڈالر فی بیرل کی سطح کو

33 درآمدی اعداد و شمار اسی کی رکن کمپنیوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ پیٹرولیم مصنوعات کی طلب کا بڑا حصہ بجلی کے شعبے میں مرکوز ہے اور اس کے نتیجے میں فرانس آئل کی ملکی ضروریات مسلسل بڑھ رہی ہیں۔ چونکہ مالی سال 10ء میں فرانس آئل کی ملکی پیداوار ملک کی صرف 27 فیصد ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی تھی، اس لیے باقی تیل درآمد کرنا پڑا تھا تاکہ بجلی پیدا کی جاسکے۔ بجلی کے شعبے میں فرانس آئل کا متبادل تلاش کرنے کی اشد ضرورت ہے، لیکن اس کے لیے پالیسی سازوں کے پاس آپشن بے حد محدود ہیں۔

پیٹرولیم مصنوعات کی رسد میں خسارے کے لحاظ سے ہائی اسپیڈ ڈیزل کا دوسرا نمبر ہے۔ مالی سال 10ء کے دوران ہائی اسپیڈ ڈیزل کا مجموعی صرف 6.8 ملین میٹرک ٹن تھا جس میں سے 90 فیصد کاراکٹر انپورٹ کے شعبے میں دیکھا گیا۔ ڈیزل کے استعمال کی سطح بلند ہے کیونکہ ملک میں ریلوے کے بجائے روڈ ٹرانپورٹ کو زیادہ اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ اگر پاکستان ریلوے مستعدی سے کام کرے تو ڈیزل کی طلب میں خاصی کمی کی جاسکتی ہے۔ جس سے ملک کے لیے بڑی مقدار میں زرمبادلہ بچانا بھی ممکن ہو سکے گا۔

صرف کا درست اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ ڈیزل کی ملکی پیداوار کے لیے آئل ریفاائنریوں کو طویل عرصہ سے اس کی فروخت پر معین فیصدی مارجن (ڈیمڈ ڈیوٹی) کی رعایت حاصل ہے۔ تاہم، ماضی میں ڈیمڈ ڈیوٹی کی رعایت سے حاصل ہونے والے منافع کو ٹیکنالوجی بہتر بنانے کی سرمایہ کاری میں استعمال نہیں کیا گیا اور اس کے بجائے اس ڈیوٹی کو تیل کی قیمتوں میں ہونے والے اتار چڑھاؤ کے نتیجے میں ریفاائنریوں کے مارجن میں تغیر پذیری کی تلافی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے ملکی ریفاائنریوں کی موجودہ ہیئت کی خصوصیات میں ڈیزل کی پست پیداوار اور فرانس آئل کی بلند پیداوار شامل ہیں (بکس 3.1) اور ڈیزل پر رعایتیں دینے کے نتائج ابھی تک برآمد نہیں ہو سکے۔

مالی سال 11ء میں پیٹرولیم مصنوعات کا استعمال

مالی سال 11ء کے دوران پیٹرولیم مصنوعات کے استعمال میں 2.4 فیصد کمی دیکھی گئی جبکہ گزشتہ برس کی اسی مدت میں یہ 9.4 فیصد بڑھا تھا۔ مالی سال 11ء کے دوران اس کے سالانہ استعمال میں کمی کا ایک بڑا سبب فرانس آئل کی کم فروخت (1.9 فیصد تخفیف) ہے اور توانائی کی مصنوعات کے آمیزے کے استعمال میں اس کا حصہ 45 فیصد بنتا ہے۔

فرانس آئل کے استعمال میں سب سے زیادہ کمی اگست 2010ء میں دیکھی گئی کیونکہ وسیع پیمانے پر سیلاب کی وجہ سے اس کی دستیابی متاثر ہوئی تھی۔ دوسری مرتبہ فروخت میں قابل ذکر کمی اپریل 2011ء میں ہوئی تھی جس کا سبب گردش قرضوں کے مسئلے کی وجہ سے تیل کی بازار کاری کرنے والی کمپنیوں کو درپیش ذخائر کے انتظام کے مسائل تھے۔

مالی سال 11ء کے دوران غیر توانائی مصنوعات میں 22.6 فیصد کمی دیکھی گئی جبکہ مالی سال 10ء میں یہ 3.9 فیصد بڑھ گئی تھی۔³⁴ اس گروپ کی نمویں بحیثیت مجموعی کمی کا اہم سبب اسفالت کا کم استعمال (سال بسال 34.3 فیصد کمی)³⁵ ہے جسے سڑکوں کی تعمیر میں برتا جاتا ہے اور غیر توانائی گروپ میں اس کا حصہ تقریباً 65 فیصد بنتا ہے۔ اسی طرح، لبریکیشن کی فروخت مالی سال 11ء کے دوران معمولی سی بڑھی جبکہ مالی سال 10ء میں اس میں 11.1 فیصد نمو ہوئی تھی۔

مالی سال 11ء میں پیٹرولیم مصنوعات کی پیداوار

مالی سال 11ء کے دوران ریفاائنری کی پیداوار 2.3 فیصد کمی کے ساتھ 9.3 ملین ٹن رہی۔³⁶ پیداوار میں کمی کا سلسلہ مالی سال 10ء کی نسبت سست پڑ گیا جس کی اہم وجہ تیل کی عالمی قیمتیں بڑھنے کے باعث مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں ریفاائننگ کے مارجنز میں بہتری تھی۔³⁷ ایک اور پیشل ریفاائنریوں کے تخمین شدہ خام مارجن اپریل 2011ء میں 5 ڈالرنی بیرل کی سطح پر عبور کر گئے تھے اور پیداوار میں فرانس آئل کا بلند تناسب رکھنے والی ریفاائنریوں کے مارجن بھی مثبت میں رہے۔

34 غیر توانائی مصنوعات میں اسفالت، لبریکیشن آئل، محلول (solvent) اور گریس (grease) شامل ہیں۔

35 اسفالت کی فروخت عام طور پر سرکاری ترقیاتی اخراجات میں مختص رقوم کے لحاظ سے بلتی رہتی ہے جن میں مالیاتی پریشانیوں کے باعث مالی سال 11ء میں خاصی کمی گئی تھی۔

36 پیداواری اعداد و شمار اسے سی کی رکن کمپنیوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

37 خام ریفاائننگ مارجن اوگرا کی جانب سے اعلان کردہ سی اینڈ ایف قیمتوں اور عرب لائٹ خام تیل کا ایک ماہ کا ذخیرہ فرض کرتے ہوئے اخذ کیے جاتے ہیں۔

38 اس سے قبل تیل کی بازار کاری کرنے والی کمپنیوں کے مارجن ریفاائنری کے باہر کی قیمت کے فیصد اور اندرون ملک مال برداری اخراجات شامل کر کے معلوم کیے جاتے تھے، جس سے مال برداری اخراجات تیل کی قیمتوں کے لحاظ سے ہر ماہ بدل جایا کرتے تھے۔ تاہم، بعد میں مارجن متعین کر کے ایم ایس کے لیے 1.5 روپے فی لٹر، ہائی اسپیڈ ڈیزل کے لیے 1.35 روپے فی لٹر اور رائج ادبی سی کے لیے 1.72 روپے فی لٹر ہے۔

پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں تبدیلیاں اور مالیاتی اثر

مالی سال 11ء کے دوران تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے صارفی اثرات کا انتظام مستعدی سے کیا گیا لیکن بالواسطہ ٹیکس محصولات پر اس کے کچھ منفی اثرات مرتب ہوئے۔ خصوصاً

بکس 3.3 خام تیل اور پیٹرولیم مصنوعات کی درآمد کا انفراسٹرکچر

پاکستان خام تیل کی ضروریات کا بڑا حصہ مشرق وسطیٰ سے لیتا ہے اور اس کے اہم رسد کنندگان (سپلائرز) میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور ایران شامل ہیں۔ پاکستان پمپنگ سٹنگ کارپوریشن (پی این ایس سی) کے تین سے چار ٹینکرز کو ہر ماہ اوسطاً 600,000 میٹرک ٹن خام تیل درآمد کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس وقت خام تیل اور اس کی مصنوعات کی درآمدات کے لیے صرف دو ٹرمینلز موجود ہیں: کینا ڈی اور فوٹکو (FOTCO) بن قاسم۔ یہ دونوں بندرگاہیں کراچی میں واقع ہیں اور ایک 25 کلومیٹر طویل پائپ لائن (سالانہ دو ملین میٹرک ٹن گنجائش کی حامل) سے منسلک ہیں۔ اس پائپ لائن کو بنیادی طور پر درآمد شدہ پیٹرولیم مصنوعات (خصوصاً ڈیزل) کو ملک کے بالائی علاقوں میں منتقل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ فوٹکو (FOTCO) پائپ لائنوں کے نیٹ ورک سے منسلک ہے۔ اس میں اکثریتی حصہ پاکستان پائپ لائنز (51 فیصد) کا ہے جبکہ باقی حصہ پی این ایس اور شیل اور شیبرون کے پاس ہے۔ پارکو، این آر ایل اور پی آر ایل اس پائپ لائن سے منسلک ہیں۔

اس وقت بندرگاہوں پر پیٹرولیم مصنوعات کی کارگو ہینڈلنگ کی مجموعی استعداد 33 ملین میٹرک ٹن (24 ملین میٹرک ٹن کینا ڈی اور 9 ملین میٹرک ٹن فوٹکو) ہے۔ لیکن خام تیل کی ہینڈلنگ کی گنجائش بہت کم ہے (کینا ڈی پر 6 ملین میٹرک ٹن اور فوٹکو پر 0.6 ملین میٹرک ٹن)۔ مزید برآں، کے پی ٹی او پی ون کی مرمت کی وجہ سے خام تیل کی ہینڈلنگ کی گنجائش 2013ء تا 2015ء کے دوران کم ہو جائے گی۔ مزید برآں، مستقبل میں پیٹرولیم مصنوعات کی طلب اور ریفاہنریوں کی پیداواری گنجائش میں اضافے سے کارگو ہینڈلنگ کے موجودہ انفراسٹرکچر پر دباؤ بڑھ جائے گا۔

خام تیل کی درآمدات کی کارگو ہینڈلنگ کی گنجائش کو بہتر بنانے اور انفراسٹرکچر میں توسیع کی ہنگامی بنیادوں پر ضرورت ہے۔ خصوصاً، رات کے وقت جہاز رانی متعارف کرانے اور فوٹکو کے ڈرافٹ کو بڑھانے سے کارگو ہینڈلنگ کی صلاحیت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں دیے گئے آپشنز کا رآمدات ہو سکتے ہیں:

☆ خام تیل کی درآمدات کے لیے حب میں سٹنگل ہوائے مورنگ (ایس بی ایم) 40 کی تنصیب جو باگور ریفاہنری سے منسلک ہو۔

☆ کے پی ٹی کے تین جدید سمندری پلیٹ فارمز کے بہتر استعمال کے لیے کے پی ٹی اور فوٹکو کے درمیان سفید تیل کی پائپ لائن کو منسلک کرنا تاکہ چٹکوں کے ٹریڈ مل کو کے پی ٹی تک رسائی دی جاسکے اور بحری جہازوں کی آف لوڈنگ میں تاخیر سے بچا جاسکے۔

☆ بجلی کی پیداوار کے لیے فرنس آئل کی بڑھتی ہوئی طلب کے باعث فوٹکو میں دوسری برتھ کا قیام۔

مختلف قسم کی پیٹرولیم مصنوعات پر تیل کی بازار کاری کرنے والی کمپنی کے مارجن کو کم کر دیا گیا³⁸ جبکہ پیٹرولیم ڈولپمنٹ لیوی (پی ڈی ایل) جسے ڈپو سے باہر (ex-depot) قیمتوں کے فارمولے میں شامل کیا گیا، کو بحیثیت مجموعی کم کر دیا گیا۔³⁹ اوگرانے ریفاہنری کے باہر کی قیمتوں کے تعین میں بھی رد و بدل کرتے ہوئے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں جہاز رانی اور اتفاقی لاگت کے اثر کو خارج کر دیا۔

مزید برآں، اوگرانے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کے تعین کا طریقہ کار بتا دیا ہے جو کہ مالی سال 12ء سے نافذ العمل ہے، جس کے مطابق ایم ایس، ایچ او بی سی، ایل ڈی او، ایوی ایشن اینڈ ہن کی قیمتوں کو ریفاہنری اور ڈیپو کی سطح پر ڈی ریگولیٹ کرتے ہوئے اسے درآمدی مساوات کی قیمت اور ریفاہنری کے باہر اتفاقی لاگت سے منسلک کیا گیا ہے۔ تاہم، ہائی اسپیڈ ڈیزل کی قیمتوں کا تعین اوگرانے ریفاہنری کی سطح پر کر رہا ہے جبکہ مٹی کے تیل کی قیمت کا اعلان ریفاہنری اور ڈیپو دونوں سطح پر کیا جا رہا ہے۔

اگرچہ ایک مسابقتی منڈی میں ڈی ریگولیشن کے نتیجے میں قیمتوں میں کمی آئی چاہیے لیکن ہمارے خیال میں مذکورہ تبدیلیوں کا صارفین پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ڈیپو کے بعد کی قیمتوں کے اہم اجزا میں تیل کی بازار کاری کرنے والی کمپنی، ڈیلر کیمیشن، حکومتی ٹیکس اور اندرون ملک مال برداری کو مساوی کرنے کے مارجن (آئی ایف ای ایم) شامل ہوتے ہیں۔ نئے فریم ورک کے تحت تیل کی بازار کاری کرنے والی کمپنیوں کا ان میں سے کسی بھی جز پر کنٹرول نہیں ہے کیونکہ کیمیشن طے کر دیا گیا ہے، ٹیکسوں کا تعین حکومت کرتی ہے اور سفارشات کے باوجود آئی ایف ای ایم کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اس لیے قیمتوں کو ڈیپو کی سطح پر ڈی ریگولیٹ کرنے سے صارفین پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

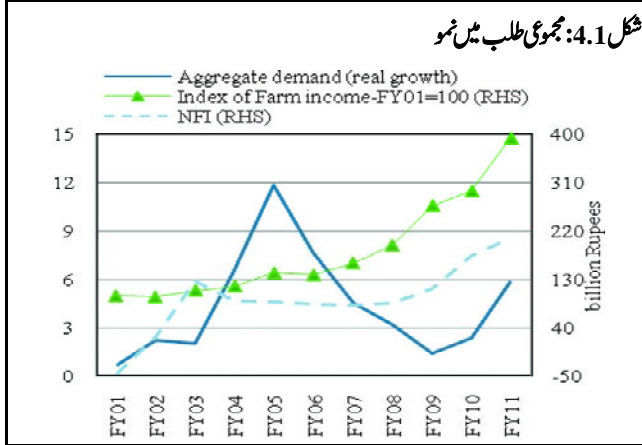
39 پیٹرولیم ڈولپمنٹ لیوی (پی ڈی ایل) میں کمی کے مالیاتی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ مالی سال 10ء کے دوران پی ڈی ایل سے وصولیاد ہدف سے 10 ارب روپے کم رہی اور توقع ہے کہ مالی سال 11ء میں خسارہ بڑھ کر 120 ارب روپے تک ہو سکتا ہے۔ اس سے قطع نظر، ہمارے خیال میں آئندہ سال پی ڈی ایل کا مقررہ 120 ارب روپے ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ خام تیل کی علاقائی قیمتیں مالی سال 12ء کے دوران 80 ڈالر فی بیرل سے نیچے رہیں، جیسا کہ مالی سال 09ء میں دیکھنے میں آیا تھا۔

40 ایس بی ایم سمندری ایک مکمل آزاد منگل ہوائے ٹرمینل کی تنصیب ہے جس میں جہاز لنگر انداز ہو سکتے ہیں اور اس سے خام تیل کے بہت بڑے بحری جہازوں یا بہتی ہوئی تنصیبات سے کارگو منتقل کیا جاسکتا ہے۔ ایس بی ایم سٹروم فور ای استعمال کی بندرگاہیں کہا جاتا ہے کیونکہ انہیں گہرے پانیوں میں پیٹریز کی تعمیر کے بغیر نصب کیا جاسکتا ہے۔

ضمیمہ جدول 3.1: 31 دسمبر 2011ء میں تعین شدہ اور دستیاب پیداواری استعداد (میگا واٹ)					
نمبر شمار	مصوبہ کا نام	ایجنٹ	تعین شدہ	دستیاب	وجہ
	جین کوز		3,550	1,380	
1	لاکھڑا	کونسل	30	-	پورے کھمبے کا F/O *
2	جی ٹی ٹی ایس فیصل آباد	گیس	210	-	U-5 S/O، گیس کوٹھارے **
3	کوٹری	گیس	140	-	گیس کوٹھارے
4	کوئٹہ	گیس	25	-	گیس کوٹھارے
5	مظفر گڑھ	آرائیف اور ہٹا	1,130	480	U-5,6 F/O, U-1 S/O
6	ایس بی ایس فیصل آباد	آرائیف اور	100	-	U-1,2 اسٹینڈ بائی
7	گلدو	آرائیف اور گیس	1,155	620	U-1,2,4,5A, 8 F/O, U-7 S/O
8	جامشورو	آرائیف اور گیس	700	280	U-1, 2 F/O
9	مٹان	آرائیف اور گیس	60	-	U-4 F/O, U-1 S/O, U-3 اسٹینڈ بائی
آئی بی پی					
1	ایچ پاور لمیٹڈ	گیس	551	-	پورے کھمبے کا F/O
2	اینگرہ پاور چین	گیس	217	218	-
3	اورینٹ پاور لمیٹڈ	گیس	213	-	گیس کوٹھارے
4	ٹی این بی ٹی پاور	گیس	212	-	پورے کھمبے کا S/O
5	سیف پاور لمیٹڈ	گیس	210	-	گیس کوٹھارے
6	سٹارٹر انڈسٹریز پاور لمیٹڈ	گیس	209	-	گیس کوٹھارے
7	لیوٹی پاور ٹیکسٹائل لمیٹڈ	گیس	200	177	U-9 S/O
8	فونی کیر والا پاور سٹیشن	گیس	151	121	-
9	حبیب اللہ کوئل	گیس	129	64	U-3,4 F/O
10	آئلرن انرجی	گیس	27	-	پورے کھمبے کا F/O
11	چشمہ تکسیر پاور پلانٹ	جوہری	300	304	-
12	روش پاور لمیٹڈ	آرائیف اور	395	205	آدھے کھمبے کا F/O
13	اسے ای ایس الال ہیر	آرائیف اور	348	342	-
14	اسے ای ایس پاکستان	آرائیف اور	348	-	پورے کھمبے کا F/O
15	ایس پاور لمیٹڈ	آرائیف اور	214	193	U-1 F/O
16	نشاط پور پاور	آرائیف اور	195	195	-
17	نشاط پاور لمیٹڈ	آرائیف اور	195	196	-
18	ایکسپریس پاور	آرائیف اور	156	102	U-3,5 F/O, U-8 S/O
19	صبا پاور	آرائیف اور	126	-	پورے کھمبے کا F/O
20	کوہو رانز پاور لمیٹڈ	آرائیف اور	120	92	U-1, 8 S/O
21	سدرن انڈسٹریز	آرائیف اور	119	-	ایجنٹ کی کمی
22	جایان پاور سٹیشن	آرائیف اور	77	23	تیل کی کمی کے باعث کم شیرنگ
23	گلگت ریشل	آرائیف اور	62	62	-
24	ٹیکو پاور	آرائیف اور	60	-	پورے کھمبے کا F/O
25	کینیکو	آرائیف اور گیس	1,342	680	U-4, 10 F/O, U-1,3,7,8 S/O
26	حب کو	آرائیف اور گیس	1,200	900	U-3 F/O
27	مالاکنڈ تھرپی	ران آف دی ریور	81	41	U-3 F/O
28	جاگراں	ران آف دی ریور	30	-	پورے کھمبے کا F/O
واپڈ ایجنٹ پاور			6,444	4,889	
1	ترینا	ریور دواڑ	3,478	2,345	R/L 1437.45 ft., U-4,10 S/O
2	منگلا	ریور دواڑ	1,000	776	R/L 1109.35 ft, U-5 F/O
3	چشمہ پائینڈرو	ریور دواڑ	184	128	U-7 S/O
4	غازی رودھ	ران آف دی ریور	1,450	1,450	-
5	دارسک	ران آف دی ریور	243	150	U-1, 4 S/O
6	اسال پائینڈل	ران آف دی ریور	89	40	-
مجموعی			17,481	10,184	-
* F/O کا مطلب forced outage ہے۔ ** S/O کا مطلب ہے مینٹیننس کے لیے scheduled outage۔ U کھمبے کے اندر بجلی پیدا کرنے والے یونٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ ☆☆☆ Residual Fuel Oil = RFO					
نوٹ: کے ای ایس بی میں نصب کچا کھس اس جدول میں نہیں دکھائی گئی۔ ماخذ: وزارت بجلی اور پانی					

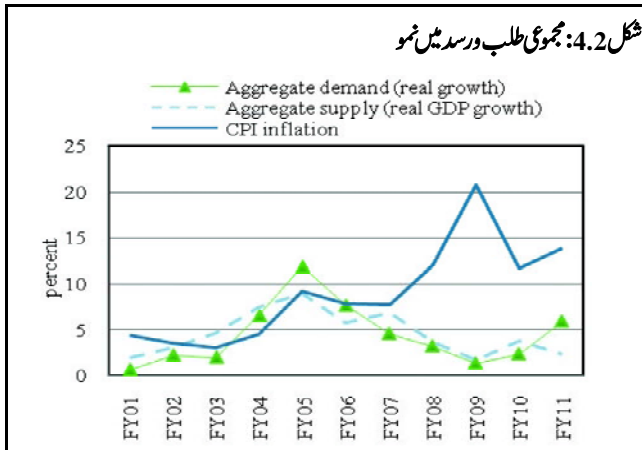
4 مجموعی طلب

4.1 عمومی جائزہ



گذشتہ دو برسوں کے دوران مجموعی طلب کی حقیقی نمو میں اضافہ دیکھا گیا جبکہ مالی سال 05ء تا 09ء کے دوران اس میں کمی کا رجحان رہا تھا۔¹ مجموعی طلب کے رجحان میں اس تبدیلی کی تین اہم وجوہات ہیں: (الف) بیرون ملک سے ترسیلات زر کی بھاری مقدار میں آمد (ب) زرعی اجناس کی بلند قیمتوں کے نتیجے میں کاشت کاروں کی آمدنی میں اضافہ اور (ج) سرکاری شعبے کے ملازمین کی اجرتوں کا بڑھنا (شکل 4.1)۔²

م 11ء میں مجموعی طلب کی سطح مجموعی رسد سے زیادہ رہی۔ مجموعی رسد میں کمی کے اسباب میں توانائی کی قلت اور سیلاب سے بڑے پیمانے پر ہونے والی تباہی شامل ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے خوراک، کپڑوں اور خیموں کی طلب بڑھ گئی۔ سیلاب کی تباہ کاریوں سے اجناس کے ذخائر کو نقصان پہنچا جبکہ پیداواری عمل اور رسد کی کڑیوں میں تعطل پیدا ہونے سے رسد میں کمی واقع ہو گئی لیکن بنیادی اجناس کی طلب میں تیزی سے اضافہ ہو گیا تھا۔ ملکی اور عالمی امدادی ایجنسیوں کی امدادی رقم اور بیرون ممالک سے بھیجی گئی ترسیلات زر سے طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں رسد کو بحال میں ہونے میں خاصا وقت لگتا ہے۔³ مذکورہ حالات اضافی طلب کو جنم دیتے ہیں جس سے پوری معیشت میں گمرانی کے دباؤ میں شدت آ جاتی ہے (شکل 4.2)۔



مجموعی طلب اور مجموعی رسد کے فرق کو اضافی طلب کہا جاتا ہے اور یہ پیداواری فرق کے ایک پہلو کو ظاہر کرتی ہے جبکہ دوسرا پہلو ممکنہ اور حقیقی پیداوار کا فرق

ہے۔ پاکستان کی معیشت کو دونوں قسم کے فرق کا سامنا ہے جبکہ حقیقی جی ڈی پی کی نمو بھی سست رفتاری کا شکار ہے۔ اس صورتحال نے ملک کے مجموعی معاشی استحکام پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اضافی طلب کے نتیجے میں معیشت میں گرانی کا دباؤ پیدا ہوتا ہے اور پیداواری فرق استعمال نہ ہونے والی پیداواری استعداد کو ظاہر کرتا ہے جس کے نتیجے میں سرمایہ کاری اور روزگار کے مواقع میں کمی آ جاتی ہے۔ ایسی صورتحال میں معاشی پالیسیاں تشکیل دینے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ مثلاً، مجموعی طلب کو کم کرنے کے پالیسی نسخوں میں سرمایہ کاری اور روزگار کو متاثر کرنے کے خطرات پنہاں ہیں جبکہ اس سے معیشت میں رسد بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے مختلف عوامل اور ممکنہ اثرات کے حوالے سے پیداواری فرق کے ان پہلوؤں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

4.2 پیداواری فرق

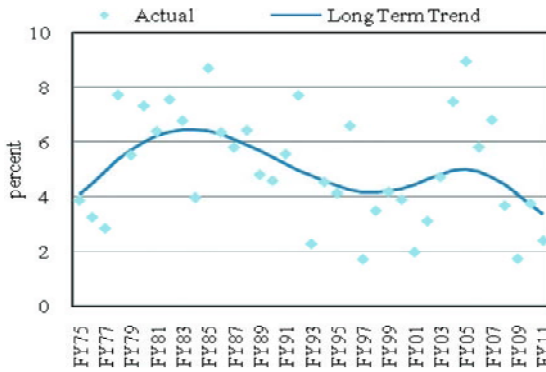
توانائی کی مسلسل قلت، امن و امان کی خراب صورتحال اور غیر موثر نظم و نسق نے گزشتہ چند برسوں کے دوران ملک میں معاشی سرگرمیوں پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ مالی سال

¹ نجی صرف، حکومتی اخراجات اور سرمایہ کاری کے مجموعے کو مجموعی ملکی طلب کہا جاتا ہے۔ درآمدات کو مجموعی طلب میں شامل کیا جاتا ہے جبکہ برآمدات اس میں شامل نہیں کیونکہ یہ بیرونی صارفین کی طلب کو ظاہر کرتی ہیں۔

² مالی سال 11ء کے بجٹ میں سرکاری شعبے کی تنخواہوں میں 50 فیصد اضافے کا اعلان کیا گیا۔

³ اگر بیرونی امداد مل جائے تو بعض اجناس کی قلت (غذائے اساس) کی جزوی تلافی ہو سکتی ہے۔

شکل 4.3: اصل جی ڈی پی نمو بمقابلہ طویل مدتی رجحان



11ء کے ابتدائی مہینوں میں آنے والا تباہ کن سیلاب معیشت کو مزید کمزور کرنے کا باعث بنا۔ حقیقی جی ڈی پی کی نمو جو مالی سال 05ء میں 9 فیصد کی بلند سطح پر تھی، وہ مالی سال 09ء تا 11ء کے دوران کم ہو کر 3 فیصد پر آ گئی۔ یہ امر تشویشناک ہے کہ سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کے تناسب میں گزشتہ چار برسوں کے دوران 9 فیصدی درجے کی آہٹکی ہے اور مالی سال 11ء میں یہ 13.4 فیصد پر آ گئی (مس 74ء کے بعد سے پست ترین سطح)۔ روزمرہ کے کاروباری امور میں درپیش مسائل کی وجہ سے آج رین ماضی میں پیداواری گنجائش میں کیے جانے والے اضافے سے پورا استفادہ کرنے سے قاصر ہیں۔ شکل 4.3 سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالیہ برسوں میں حقیقی جی ڈی پی میں ہونے والی نمو مالی سال 08ء سے مسلسل غیر خطی (non-linear) طویل مدتی رجحان سے نیچے ہے، جس سے پیداواری فرق کی نشاندہی ہوتی ہے۔⁴

شکل 4.4: طلب و رسد کا فرق بلحاظ جی ڈی پی فیصد



رسدی دھچکوں کا وقت نامناسب تھا کیونکہ ملک کو پہلے ہی گزشتہ چند برسوں سے گرانی کے دباؤ کا سامنا ہے۔ اسی دباؤ کے نتیجے میں 2008ء میں گرانی 25 فیصد سے تجاوز کر گئی تھی۔ اگرچہ سخت زری پالیسی کی وجہ سے گرانی دسمبر 2009ء تک کم ہو کر 8.8 فیصد پر آ گئی تھی لیکن نجی شعبے کے صرف میں مضبوط نمو (مس 09ء میں 12.2 فیصد) اور پیداواری سرگرمیوں میں مسلسل کمی نے معیشت میں گرانی کے دباؤ کو ایک بار پھر بڑھا دیا۔ دسمبر 2009ء کے بعد سے گرانی دس فیصد سے نیچے نہیں آ سکی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معیشت پست معاشی نمو اور بلند گرانی کے ماحول میں ہے جسے جمودی گرانی (stagflation) کہا جاتا ہے۔

ایسی صورتحال مرکزی بینک کی جانب سے مشکل معاشی فیصلوں کی متقاضی ہوتی ہے۔ خصوصاً پالیسی سازوں کو اب معاشی نمو اور گرانی دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔

دشوار پالیسی ماحول کا ادراک کرتے ہوئے اسٹیٹ بینک نے مالی سال 11ء میں محتاط انداز میں زری پالیسی کو سخت کیا۔ مالی سال کی پہلی ششماہی کے دوران اسٹیٹ بینک نے پالیسی ریٹ میں تین مرتبہ اضافہ کیا اور اگلی ششماہی میں اسے 14 فیصد پر برقرار رکھا تھا۔ سخت زری پالیسی کا مقصد معیشت میں مجموعی طلب کو کم کرنا تھا کیونکہ مالی سال 11ء کے ابتدائی مہینوں میں آنے والے سیلاب کے باعث رسد کو نقصان پہنچا تھا۔ اس زری پالیسی کے نتیجے میں طلب و رسد کے فرق کو جی ڈی پی کے 1 فیصد تک لانے میں مدد ملی (شکل 4.4)۔ ملکی طلب میں کمی کا نتیجہ مسلسل تیسرے برس سرمایہ کاری اخراجات میں مٹنی نمو کی صورت میں برآمد ہوا۔ اگر سخت زری پالیسی کو نہیں اپنایا جاتا تو بڑھتے ہوئے طلب و رسد کے فرق کی وجہ سے پیدا ہونے والے گرانی کے دباؤ کی شدت یقیناً کہیں زیادہ ہو سکتی تھی۔

معاشی نمو کی پست شرح اور بلند گرانی کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ رسد میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ توانائی کی قلت کو لیں۔ کیا توسیعی زری اور مالیاتی پالیسیوں سے معیشت میں رسد کی فراہمی کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی؟ اس کا ممکنہ بہترین جواب یہ ہے: نہیں۔ خصوصاً، بیکس کی رسد میں کمی نے بجلی اور کھاد کے شعبے کی پیداواری صلاحیت اور ٹیکسٹائل شعبے کی سرگرمیوں کو بری طرح متاثر کیا اور ان مسائل کا تذکرہ زری پالیسی میں زری کے ذریعے ممکن نہیں۔ دوسری جانب، موجودہ معاشی ماحول میں توسیعی مالیاتی پالیسی ملکی طلب میں اضافے کا باعث بنے گی جو کہ نقصان دہ ثابت ہوگا۔ معیشت کو بہتر بنانے میں توانائی کی قلت پر قابو پانے کے لیے ایک طویل مدتی حکمت عملی کے ساتھ ساتھ ہم آہنگ زری و مالیاتی پالیسیاں مرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ پیداواری فرق کو کم کرتے ہوئے معیشت کو طویل مدتی نمو کے راستے پر ڈالا جاسکے۔

⁴ وہ مقدار جس سے اصل جی ڈی پی نمونہ جی ڈی پی سے کم ہو، اسے کساد بازاری کا فرق کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ معیشت کی نمونہ جی ڈی پی کا تخمینہ لگانے کا کوئی آسان طریقہ موجود نہیں۔ ہم نمونہ جی ڈی پی کی غیر خطی رجحان سے اخذ کرتے ہیں جسے ایچ پی فلٹر استعمال کرتے ہوئے مالی سال 75ء تا مالی سال 11ء کے دوران اصل جی ڈی پی کی نمو سے نکالا گیا ہے۔

4.3 مجموعی طلب کے اجزائے ترکیبی

نئی صرف کو مجموعی طلب کے سب سے بڑے جز کی حیثیت حاصل ہے۔ تاہم، حالیہ برسوں کے دوران پاکستان میں اس کے حصے میں 90 فیصد کا توشیشناک اضافہ دیکھنے میں آیا ہے (جدول 4.1)۔ صارفین کے رویے میں خاصی تبدیلی دیکھنے میں آرہی ہے کیونکہ صرف کا ختم میلان بھی تیزی سے بڑھ گیا ہے (جدول 4.2)۔ مالی سال 11ء کے دوران اوسط صارف نے صرف کے اخراجات کے لیے 100 روپے میں سے 97 روپے مختص کیے تھے۔ یہ مالی سال 11ء میں بچتوں کی صرف 3 فیصد شرح کو ظاہر کرتا ہے جو کہ مالی سال 01ء تا 08ء کے دوران 30 فیصد تھا۔

جدول 4.1: مجموعی طلب کی نمونہ حصہ (فیصد)			
سرمایہ کاری	حکومت	نئی صرف	
10.1	14.5	75.4	1960ء کی دہائی
13.1	11.9	75.0	1970ء کی دہائی
20.7	17.4	61.9	1980ء کی دہائی
16.4	9.9	73.7	1990ء کی دہائی
19.8	11.2	69.0	2001ء تا 2008ء
2.6	-10.8	108.2	میں 09ء
-1.9	7.4	94.5	میں 10ء
3.7	8.0	88.3	میں 11ء

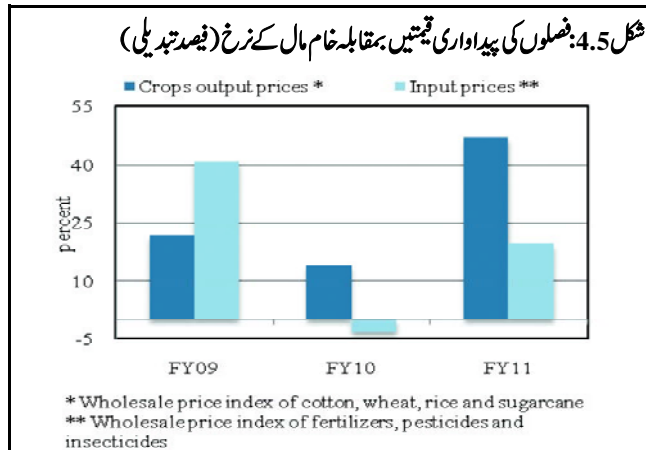
جدول 4.2: صرف اور سرمایہ کاری کا ختم میلان (فیصد)			
سرمایہ کاری	صرف	نئی	
16.5	11.8	72.5	1960ء کی دہائی
13.8	11.2	75.8	1970ء کی دہائی
19.3	16.4	63.0	1980ء کی دہائی
17.2	10.7	77.7	1990ء کی دہائی
21.3	11.3	70.8	2001ء تا 2008ء
2.3	-9.5	95.6	میں 09ء
-1.6	6.4	81.8	میں 10ء
4.1	8.8	97.0	میں 11ء

بچتوں کی پست شرح (گھرانوں میں ناگزیر فنڈز کی غیر مناسب رسد) کے ساتھ غیر ملکی سرمایہ کاروں کی عدم دلچسپی کے نتیجے میں ملک میں سرمایہ کاری کی شرح تاریخ کی پست ترین سطح پر آگئی ہے۔ نتیجتاً مجموعی طلب میں سرمایہ کاری کے حصے میں تیزی سے کمی آئی اور یہ 2001ء تا 2008ء کی 20 فیصد اوسط سطح سے گزر کر مالی سال 11ء میں 3.7 فیصد پر آ گیا ہے۔ مالیاتی کیجانی کی کوششوں میں مصروف حکومت کا مجموعی طلب کو بڑھانے میں حصہ 10 فیصد سے کم رہا۔

4.3.1 صرف

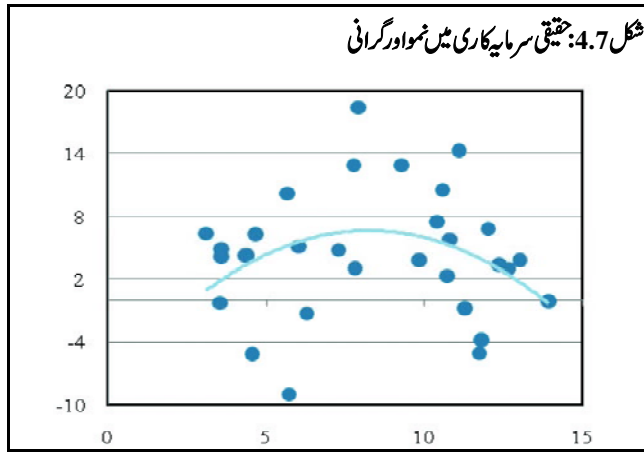
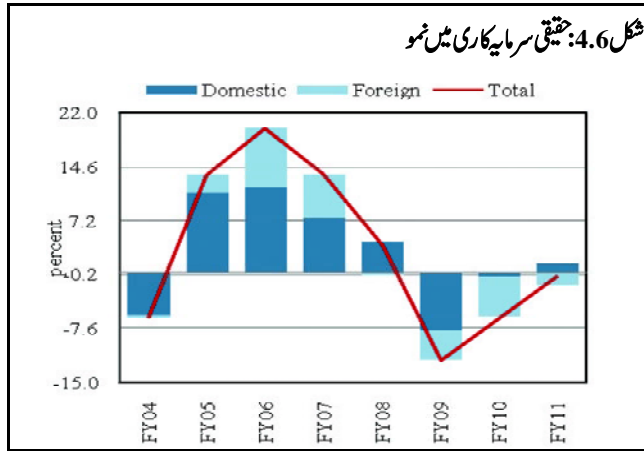
میں 09ء تا 11ء کے دوران نئی صرف میں اوسطاً 7.7 فیصد کی حقیقی نمو ہوئی جس کا اہم سبب ترسیلات میں مسلسل اضافہ ہے اور یہ پاکستان میں وصول کنندگان کی آمدنی کا باقاعدہ حصہ بن چکا ہے۔ بلند گرانے کے نتیجے میں غیر یقینی صورتحال نے بھی صرف کی طلب کو مضبوط کیا۔ نیز چونکہ صرف کے مجموعی اخراجات میں خوراک کا حصہ زیادہ ہے، اس لیے گزشتہ تین برسوں میں غذائی گرانے (اوسطاً 20 فیصد) بلند سطح پر رہی جس کی وجہ سے صارفین کو اپنی آمدنی کا بڑا حصہ صرف کے لیے مختص کرنا پڑا (باب کے آخر میں باکس 4.1 بھی دیکھئے)۔ چنانچہ میں 11ء کے دوران حقیقی فی کس صرف میں تیزی سے اضافہ ہوا اور یہ 2001ء تا 2008ء کی 1.2 فیصد سطح سے بڑھ کر میں 11ء میں 5.5 فیصد تک پہنچ گیا۔

مالی سال 09ء اور مالی سال 10ء کے دوران گندم کی بلند قیمتوں اور پیداوار میں اضافے اور مالی سال 11ء کے دوران کپاس کی قیمتوں میں تیزی سے اضافے



(40 فیصد سے زائد) نے بھی دیہی آمدنیوں کو بڑھانے میں کردار ادا کیا جس سے صرف کی طلب بڑھ گئی۔ اگرچہ فارم کے خام مال کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے لیکن یہ نتیجہ با آسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حالیہ برسوں کے دوران اہم فصلوں (گندم، کپاس، گنا اور چاول) کی قیمتوں میں بلند اضافے سے فارم کی خالص آمدنی کو بڑھانے میں مدد ملی ہے۔⁵ خصوصاً، گزشتہ دو برسوں کے دوران فصلوں کی پیداواری قیمتوں اور خام مال کی قیمتوں میں درمیان 20 فیصدی درجے کا فرق رہا ہے (شکل 4.5)۔

⁵ دیہی معیشت کو اگست 2010ء میں آنے والے تباہ کن سیلاب سے نقصان پہنچا۔ سیلاب کے نتیجے میں کپاس کی 20 فیصد پیداوار تباہ ہوگئی اور اس کی قیمت میں 100 فیصد سے زائد اضافہ ہو گیا۔ اگرچہ سیلاب کی وجہ سے تقسیم کے نگین مسائل پیدا ہوئے تھے لیکن اس کا فارم کی مجموعی آمدنی پر خالص اثر مثبت رہا۔ یعنی جن کاشتکاروں کی فصل تباہ ہوئی انہیں بھاری نقصان اٹھانا پڑا جبکہ جو کپاس کی چٹائی میں کامیاب رہے انہیں بہت فائدہ ہوا۔



جدول 4.3: بچت و سرمایہ کاری کا فرق				
جی ڈی پی کا فیصد				
2011ء	2010ء	2009ء		
24.2	23.3	21.8	بچت	دنیا
23.6	22.9	21.7	سرمایہ کاری	
34.2	33.0	31.9	بچت	امریکی اور
31.7	31.3	30.3	سرمایہ کاری	ترقی پذیر
32.4	33.4	31.6	بچت	چینی
26.1	26.4	23.6	سرمایہ کاری	صنعت یافتہ
13.8	13.2	12.5	بچت	پاکستان
13.3	15.3	18.2	سرمایہ کاری	

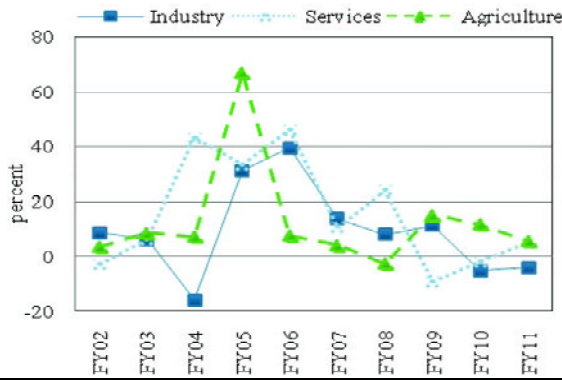
ماخذ: عالمی معاشی امکانات، ستمبر 2011ء

سالانہ منصوبہ (مختلف شمارے)، منصوبہ بندی کمیشن

شعبہ وار سرمایہ کاری میں نمو وسیع البیاد ہے اور مالی سال 11ء کے دوران معیشت کے تمام شعبوں میں منحنی نمود کیلئے آئی (شکل 4.8)۔ صنعتی شعبے میں، بڑے پیمانے کی اشیا سازی اور تعمیراتی سرگرمیوں میں سرمایہ کاری گزشتہ برس کے مقابلے میں کم رہی۔ ٹیکسٹائل شعبے میں اسپننگ اور فنٹنگ کی مصنوعات میں بجلی و گیس کی قلت پیداوار میں کمی کا باعث بنی۔ درآمد شدہ ریفائنڈ مصنوعات سے مسابقت کی وجہ سے ملک میں تیل کی ریفائننگ کے شعبے کو اپنی پیداواری گنجائش بڑھانے کی ترغیب نہیں مل سکی۔ اگرچہ آئل ریفائنریوں میں سرمایہ کاری کمزوری لیکن توانائی کے شعبے میں مالی سال 11ء کے دوران آئی پی بیز کی جانب سے سرمایہ کاری

⁶ پاکستان میں بچتوں اور سرمایہ کاری پر فیملی ڈیٹا کے لیے شماریاتی تخمینہ جات کی جدول 2.4 ملاحظہ کیجیے۔ اس تخمینے کو الگ شائع کیا گیا ہے۔

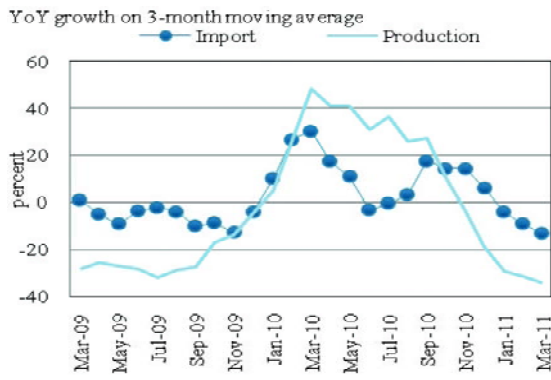
شکل 4.8: سرمایہ کاری میں نمو۔ شعبہ دار



میں اضافہ دیکھا گیا اور صنعتی استعمال کے لیے بجلی پیدا کرنے والے آلات کی درآمدات بھی بڑھ گئی۔⁷ حکومت پاکستان نے چار ملٹی کمپنیوں سے 3000 میگا واٹ بجلی پیدا کرنے کے معاہدے پر بھی دستخط کیے ہیں جس کے تحت تھرکول پاور پراجیکٹ میں مجموعی طور پر 12 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔

میں 11 سال کے دوران تعمیرات کے شعبے کی معین سرمایہ کاری میں مسلسل چوتھے سال 2 ارب روپے کی کمی دیکھی گئی۔ رینل اسٹیٹ مارکیٹ میں مسلسل گراؤ اور اس شعبے میں بینکوں کے قرضہ نادمندگان کی بڑھتی ہوئی تعداد نے سیلاب کے بعد شروع ہونے والی تعمیراتی سرگرمیوں کے مثبت اثرات کو زائل کر دیا۔

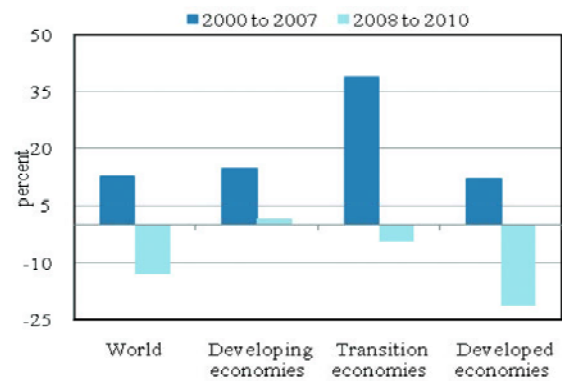
شکل 4.9: اشیائے سرمایہ کی طلب



اگر اشیائے سرمایہ کی طلب کا جائزہ لیں تو اس میں کمی کے رجحان سے ظاہر ہے کہ سرمایہ کاروں کا معیشت پر اعتماد ختم ہوتا جا رہا ہے (شکل 4.9)۔ دیگر شعبوں کے علاوہ تعمیرات وکان کنی میں بھی اشیائے سرمایہ کی طلب میں کمی دیکھی گئی۔

زریعہ شعبے میں بھی سرمایہ کاری کی سطح پست رہی اور مالی سال 11ء کے دوران اس شعبے میں سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کا تناسب گزشتہ برس کے 11.8 فیصد سے گزر کر 5.5 فیصد پر آ گیا۔ اناج کی پروسیسنگ، ذخیرہ کاری اور ڈیری فارمنگ جیسے شعبوں میں سرمایہ کاری کے وسیع مواقع موجود ہیں تاہم اس کے لیے درکار انفراسٹرکچر کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ حکومت سرمایہ کاری کے ساتھ ساتھ ایک مؤثر پالیسی تیار کرے۔

شکل 4.10: دنیا میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی نمو (فیصد)



خدمات کے شعبے کی سرمایہ کاری میں کمی کا سبب ٹیلی مواصلات کے شعبے میں طلب کا نہ ہونا ہے۔ اس میں بڑا حصہ بیرونی سرمایہ کاری میں کمی کا ہے کیونکہ سخت مسابقت اور تکنیکی مہارت کے فقدان کے باعث سرمایہ کاری کے زیادہ مواقع نہیں ہیں۔ تاہم، تھری جی ٹیلی کام ٹیکنالوجی متعارف کرانے سے ملک میں خاصی مقدار میں بیرونی سرمایہ کاری آ سکتی تھی۔

براہ راست بیرونی سرمایہ کاری

وسائل کی قلت سے دوچار معیشت میں ملکی سرمایہ کاری اور معاشی نمو کو بڑھانے میں بیرونی سرمایہ کاری اہم کردار ادا کر سکتی ہے لیکن مالی سال 11ء میں بھی اس میں مسلسل تیسرے برس کمی کا رجحان دیکھا گیا۔ گورننس، توانائی اور امن و امان کی صورتحال جیسے مسائل میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی نمو میں رکاوٹ ہیں جبکہ اس کے ساتھ ساتھ عالمی کساد بازاری کے باعث پوری دنیا میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں کمی کا رجحان ہے (شکل 4.10)۔

مالی سال 11ء میں ترقی یافتہ ملکوں⁸ سے پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی آمد گزر کر 604 ملین ڈالر رہ گئی جو گزشتہ برس 1,026 ملین ڈالر تھی جبکہ ابھرتی ہوئی معیشتوں⁹ سے براہ

⁸ ان میں امریکہ، برطانیہ، جاپان، برٹنی، سوئٹزرلینڈ، ناروے، جنوبی کوریا اور ہانگ کانگ شامل ہیں۔

⁹ تفصیلات کے لیے دیکھئے توانائی پریسراہاب۔

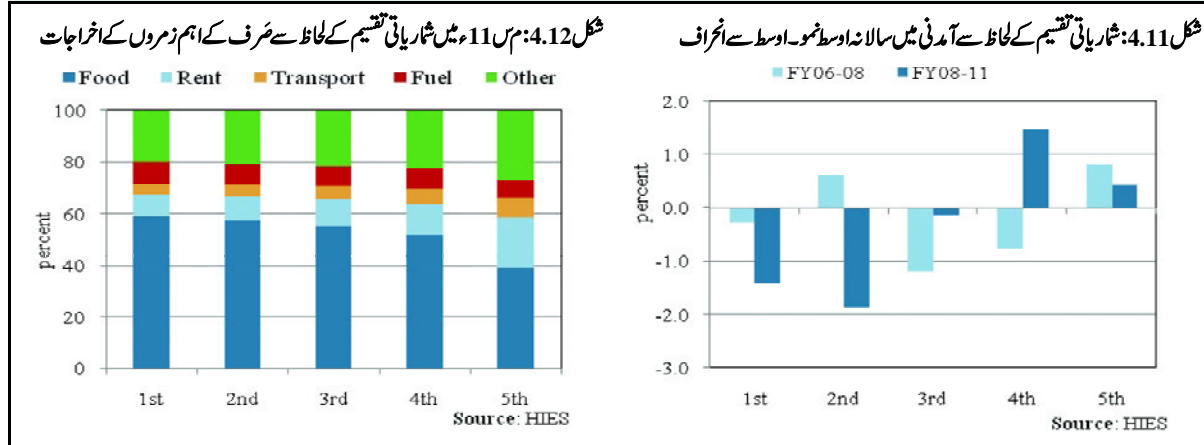
راست بیرونی سرمایہ کاری گزشتہ برس کے 105 ملین ڈالر سے بڑھ کر 338 ملین ڈالر تک پہنچ گئی۔ نجکاری کی وصولیوں کے علاوہ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری 577 ملین ڈالر کی کے ساتھ 1.6 ارب ڈالر رہی جو مالی سال 10ء میں 2.2 ارب ڈالر اور مالی سال 08ء میں 5.3 ارب ڈالر تھی۔ بد قسمتی سے سرکاری شعبے کے اداروں کی نجکاری کا عمل بھی شروع نہیں کیا جا سکا (جدول 4.4 الف)۔

مالی خدمات اور بجلی کے شعبوں کے علاوہ معیشت کے بیشتر شعبوں میں بیرونی سرمایہ کاری میں کمی دیکھنے میں آئی۔ سب سے زیادہ کمی ٹیلی مواصلات کے شعبے میں ہوئی جس میں منافع کی منتقلی نئی سرمایہ کاری سے 34.1 ملین ڈالر زیادہ رہی جو کہ مالی سال 10ء کے دوران 291 ملین ڈالر کی مثبت سرمایہ کاری سے کافی زیادہ ہے۔ ترقی پذیر منڈی اور صرف 60 فیصد گنجائیت ہونے کے باعث اس شعبے میں سرمایہ کاری کے وسیع مواقع موجود ہیں، خصوصاً، ٹیلی مواصلات کمپنیوں کو تھری جی لائسنسوں کی نیلامی سے۔ لیکن آمدنی کے اس ممکنہ ذریعے سے ابھی تک استفادہ نہیں کیا جا سکا کیونکہ اس کے متعلق کسی بھی پالیسی کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔

جدول 4.4 الف: پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری - شعبہ دار (ملین امریکی ڈالر)					
2010-11ء	2009-10ء	2008-09ء	2007-08ء	2006-07ء	
238.9	468.3	869.9	1309.3	913.1	امریکہ
208.1	294.6	263.4	460.2	860.1	برطانیہ
284.2	242.7	178.1	589.2	661.5	متحدہ عرب امارات
3.2	26.8	74.3	131.2	64.4	جاپان
125.6	9.9	156.1	339.8	32.6	ہانگ کانگ
47.2	170.6	227.3	169.3	174.7	سویٹزرلینڈ
6.5	-133.8	-92.3	46.2	103.5	سعودی عرب
21.2	53.0	76.9	69.6	78.9	جرمنی
7.7	2.3	2.3	1.2	1.5	جنوبی کوریا
-48.0	0.4	101.1	274.9	25.1	ناروے
47.4	-3.6	-101.4	13.7	712.0	چین
631.6	1019.6	1964.2	2005.2	1512.2	دیگر
1573.6	2150.8	3719.9	5409.8	5139.6	مجموعی بشمول نجی رقوم
0.0	0.0	0.0	133.2	266.4	نجکاری کی رقوم
1573.6	2150.8	3719.9	5276.6	4873.2	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی نجی رقوم
ماخذ: بینک دولت پاکستان					
جدول 4.4 ب: پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری - شعبہ دار (ملین روپے)					
2010-11ء	2009-10ء	2008-09ء	2007-08ء	2006-07ء	
512.2	740.6	775.0	634.8	545.1	تیل و گیس
246.9	163.0	707.4	1864.9	930.3	مالی کاروبار
25.0	27.8	36.9	30.1	59.4	ٹیکسٹائلز
53.0	117.0	166.6	175.9	172.1	تجارت
60.8	101.6	93.4	89.0	157.1	تغیرات
155.8	-120.6	130.6	70.3	193.4	بجلی
30.5	112.1	74.3	79.3	46.1	کیمیکل
104.6	132.0	93.2	74.2	30.2	ٹرانسپورٹ
-34.1	291.0	879.1	1626.8	1898.7	تغیرات (آئی ٹی و ٹیلی کام)
418.9	586.3	763.4	764.5	1107.2	دیگر
1573.6	2150.8	3719.9	5409.8	5139.6	مجموعی بشمول نجکاری رقوم
0.0	0.0	0.0	133.2	266.4	نجکاری وصولیاں
1573.6	2150.8	3719.9	5276.6	4873.2	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری علاوہ نجی وصولیاں
ماخذ: بینک دولت پاکستان					

پاکس 4.1: آمدنی کی تقسیم اور صرف کار رجحان

گھرانوں کے مربوط معاشی سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال 08ء سے آبادی کے امیر طبقے کی آمدنی میں غریبوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ شکل 4.11 سے ظاہر ہوتا ہے کہ گذشتہ تین برسوں کے دوران غریب گھرانوں (پہلے اور دوسرے کوئن ٹائل یعنی 40 فیصد آبادی) کی آمدنی میں اضافہ اوسط نمونے خاصا کم رہا¹⁰ جبکہ امیر خاندانوں (چوتھے اور پانچویں کوئن ٹائل) کی آمدنی میں اوسط نمونے سے زائد اضافہ ہوا ہے۔ نمونہ کار رجحان مالی سال 06ء تا 08ء کے دوران ہونے والی نمونے کے رجحان سے مختلف ہے جس سے نشاندہی ہوتی ہے کہ حالیہ برسوں میں آمدنی کی عدم مساوات میں اضافہ ہوا ہے۔



آمدنی کی تقسیم میں تبدیلیاں، صرف کے رجحان اور مجموعی طلب کے اجزائی ترکیبی پر اثرات مرتب کرتی ہیں مختلف اشیاء و خدمات کی آمدنی کی لگنداری میں فرق کی وجہ سے عدم مساوات کے بدلتے رجحانات مختلف زمروں کے مجموعی اخراجات کو متاثر کرتے ہیں۔ مثلاً، سب سے کم آمدنی والے گروپ کے بجٹ اخراجات میں غذا کا حصہ 60 فیصد تک ہوتا ہے جبکہ سب سے زیادہ آمدنی والا گروپ غذا کے لیے 40 فیصد شخص کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بلند ترین آمدنی والا طبقہ گھر کے کرائے، ٹرانسپورٹ اور تعلیم پر زیادہ رقم خرچ کرتا ہے (شکل 4.12)۔

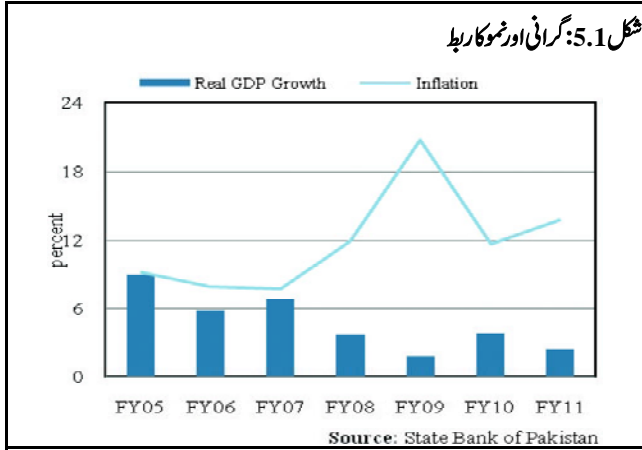
گورانی نے صرف کے رجحان کو بدل دیا ہے: گذشتہ چند برسوں کے دوران غذائی گرانی کی بلند سطح کے باعث غذائی اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ بلند ترین آمدنی کے گروپ نے بھی غذا کے لیے اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ مختص کیا تھا (اس گروپ کے غذائی اخراجات مالی سال 11ء میں ان کی آمدنی کا 39.5 فیصد جبکہ مالی سال 06ء میں 33.1 فیصد کی سطح پر تھے۔

جدول 4.5: اخراجات کی تقسیم: کم ترین اور بلند ترین آمدنی گروپ اور اوسط (فیصد)								
میں 11ء			میں 08ء			میں 06ء		
بلند ترین	بلند ترین	کم ترین	اوسط	بلند ترین	کم ترین	اوسط	بلند ترین	کم ترین
48.9	39.5	59.2	44.2	35.5	55.3	43.1	33.1	55.6
غذا								
5.1	4.5	5.7	5.5	4.7	6.8	5.7	4.8	7.0
کپڑے اور جوتے								
6.0	7.5	3.9	6.2	7.8	3.9	6.2	7.9	4.2
ٹرانسپورٹ اور مواصلات								
3.7	3.6	4.0	3.6	3.4	4.1	3.6	3.1	4.0
صفائی، لائٹری وغیرہ								
0.4	0.6	0.2	0.7	1.0	0.2	0.7	1.0	0.1
تفریح								
3.5	5.3	1.5	3.9	5.8	1.4	3.7	5.5	1.3
تعلیم								
13.9	19.1	8.5	15.1	19.7	9.2	15.2	21.3	8.2
کرایہ								
7.6	7.0	8.4	7.6	6.6	8.6	8.0	7.1	9.0
اینڈرشن و روشنی								
10.8	12.8	8.6	13.2	15.4	10.6	14.0	16.2	10.6
متفرق								
ماخذ: ای آئی ایس								

¹⁰ گھرانوں کے مربوط معاشی سروے (ایچ آئی ای ایس) کے مطابق نامیہ آمدنی میں سالانہ اوسط مرکب شرح نمو مالی سال 06ء تا 08ء کے دوران 8 فیصد اور مالی سال 08ء تا 11ء کے دوران 14.8 فیصد تھی۔

5 گرانى اور زرى پاليسى

5.1 عمومى جائزہ



فعال زرى انتظام کے باوجود مالی سال 11ء دو ہندسی گرانى کا ایک اور برس ثابت ہوا، جس کا سبب رسدى شعبے کے عوامل، بشمول سال کے آغاز میں شديد سيلاب، اور تيل اور زرعى اشيا کی مستحکم عالمی قیمتیں تھیں۔ طلب کے شعبے میں حکومت کی اسٹیٹ بینک سے بالخصوص سال کی پہلی سہ ماہی کے دوران بھاری قرض گیری کے سبب گرانى کی توقعات میں اضافہ ہوا۔ نومبر 2010ء کے بعد حکومت کی قرض گیری اسٹیٹ بینک سے بجائے کمرشل بینکوں کو منتقل ہو گئی۔ اگرچہ گرانى کی توقعات کے انتظام کے لیے یہ ایک خوش آئند تبدیلی ہے، تاہم اس سے نجی شعبہ کے لیے قرضوں کی گنجائش نہیں رہتی۔

رسدى رکاوٹوں نے نہ صرف گرانى کو بلند رکھا بلکہ نمو کو بھی متاثر کیا (شکل 5.1)۔ بجلی اور گیس کی مسلسل قلت، سلامتی کے خدشات میں اضافے اور سرمائے کی بڑھی ہوئی لاگت کے باعث معاشی سرگرمیاں شديد متاثر ہوئیں۔ گرانى اور حقیقی خام ملکی پیداوار میں اضافہ، دونوں کے اہداف حاصل نہیں ہوئے، جیسا کہ شکل 5.2 میں ظاہر کیا گیا ہے۔ حقیقی سالانہ گرانى م 11ء میں ہدف کی سطح سے کافی بلند رہی، جیسا کہ مالی سال 2006ء سے صورتحال ہے۔ نیز جی ڈی پی کی نمو گزشتہ سات میں سے پانچ برسوں میں ہدف سے کم رہی۔

ایسی صورتحال (یعنی کم نمو اور زائد گرانى) میں زرى پاليسى کی تشکیل خاص طور پر مشکل ہوتی ہے کیونکہ گرانى کے دباؤ کو کم کرنے کے پاليسى اقدامات سے معاشی سرگرمیوں میں مزید رکاوٹ کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔¹ ان چیلنجوں سے

آگاہی کے باعث اسٹیٹ بینک نے حالیہ برسوں میں گرانى کو روکنے اور معاشی سرگرمیوں کو تحریک دینے کے لیے ہر ممکنہ گنجائش پر نگاہ رکھتے ہوئے اس کا استعمال کیا۔ پاليسى ريل میں رد و بدل کرنے کے علاوہ اسٹیٹ بینک اپنے زرى پاليسى فریم ورک کو بہتر بنانے اور کاروباری سرگرمیوں کے فروغ کے لیے بھی اقدامات کرتا رہا ہے۔

م 11ء سے آگے اقتصادی صورتحال²

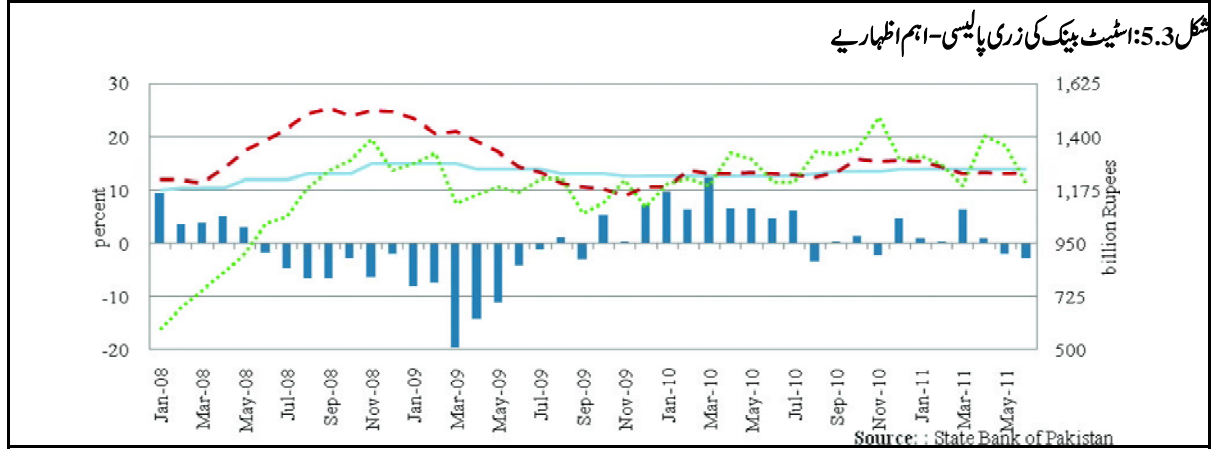
م 11ء کے آغاز سے قبل عمومى گرانى م 10ء کی دوسری ششماہی کے دوران بتدریج کم ہو رہی تھی، جبکہ تیزی گرانى (غیر غذائی، غیر توانائی) 10.3 فیصد کے ارد گرد تھی۔ بڑے پیمانے کی اشیا سازی معتدل رفتار سے نمو پا رہی تھی۔ جاری حسابات کے توازن میں کچھ بہتری ظاہر ہو رہی تھی، جسے بھرپور برآمدات اور کارکنوں کی ترسیلات زر میں ٹھوس اضافہ سے تقویت ملی۔ کپاس، جو پاکستان کے لیے ایک برآمدی شے ہے، کی قیمتوں میں بھی م 10ء کی چوتھی سہ ماہی میں یکدم اضافہ دیکھا گیا۔ ان مثبت چیزوں کے برعکس، مالیاتی

¹ اقتصادیات کے لٹریچر میں نمو اور گرانى کے مابین سمجھوتے کے بارے میں کثیر مواد دستیاب ہے۔

² اس سیکشن میں گرانى کے اعداد و شمار پرانی اساس پر مبنی ہیں کیونکہ م 11ء میں زرى پاليسى کے فیصلے اور گرانى کی پیش گوئیاں انہی اعداد پر مبنی تھیں۔

پیش رفت پہلے کے تخمینوں سے ہم آہنگ ثابت نہیں ہوئی کیونکہ م س 10ء کا خسارہ جی ڈی پی کے 6.3 فیصد تک پہنچ گیا جبکہ اس کا ہدف 4.9 فیصد تھا۔

م س 10ء میں گرانٹی 11.7 فیصد رہی جبکہ ہدف 9.0 فیصد تھا۔ مزید برآں، حکومت م س 10ء کی تیسری اور چوتھی سہ ماہی کے لیے آئی ایم ایف کے اسٹینڈ بائی از ایجنٹ پروگرام کے تحت اسٹیٹ بینک سے اپنی سہ ماہی قرض گیری کی حدود کی تعمیل نہیں کر سکی۔ اسٹیٹ بینک نے ان ملی مالی تبدیلیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے م س 2010ء کی دوسری ششماہی کے دوران زری پالیسی کے تینوں اعلانات میں اپنا پالیسی ریٹ بغیر کسی تبدیلی کے 12.5 فیصد کی شرح پر برقرار رکھا (شکل 5.3)۔



م س 11ء میں زری پالیسی موقف

م س 11ء کے آغاز میں اسٹیٹ بینک کا گرانٹی کا تخمینہ 9.5 فیصد کے حکومتی ہدف کے مقابلے میں سالانہ 11 سے 12 فیصد کے درمیان تھا۔ گرانٹی کا دباؤ بلندی کی جانب تھا کیونکہ حکومت کی اسٹیٹ بینک سے قرض گیری میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ جولائی 2010ء کے پہلے تین ہفتوں میں اسٹیٹ بینک سے حکومت کی خالص قرض گیری 65 ارب روپے تک پہنچ گئی۔ یہ اضافہ گزشتہ سال کی دوسری ششماہی کے دوران ہونے والے 100 ارب روپے سے زائد کے اضافے کے علاوہ تھا۔

م س 11ء کے لیے مالیاتی خسارے کو 4 فیصد ہدف کی سطح تک محدود رکھنا واضح طور پر بہت مشکل تھا۔ ریفارمز جنرل سیکرٹریٹس کے نفاذ، جیسا کہ آئی ایم ایف سے اتفاق ہوا تھا، کے ممکنہ اثر اور بجلی کے نرخوں میں اضافے کے باعث گرانٹی کی صورتحال بدتر ہوئی۔ اس دوران بیرونی حسابات میں معمولی بہتری کی پیش گوئی تھی۔ ان تبدیلیوں کے باعث زری پالیسی میں تبدیلی ضروری ہو گئی تھی تاکہ گرانٹی کا دباؤ کم کیا جاسکے، چنانچہ اسٹیٹ بینک نے اپنے جولائی 2010ء کے زری پالیسی اعلان میں پالیسی ریٹ 50 پیسے پوائنٹس بڑھا کر 13 فیصد کر دیا۔ زری پالیسی کمیٹی کے اجلاس کی روداد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کمیٹی کے تمام اراکین نے اتفاق رائے سے نشانیہ شرح سود میں اضافے کی سفارش کی تھی۔

تاہم پالیسی ریٹ میں اضافہ ہوتے ہی ملک میں تباہ کن سیلاب آیا جس سے زرعی اراضی کا خاصا حصہ متاثر ہوا۔ انفراسٹرکچر (مثلاً سڑکوں، ریل کی پٹریوں، نہری نظام، مواصلات، سرکاری عمارتوں وغیرہ) کو شدید نقصان پہنچا اور دو کروڑ سے زائد افراد بے گھر ہوئے۔ نتیجتاً، غذائی گرانٹی میں بے حد اضافہ ہوا اور وہ ستمبر 2010ء میں 21.2 فیصد ہو گئی جبکہ جولائی میں 12.8 فیصد تھی۔ اسی عرصے کے دوران عمومی گرانٹی بھی بڑھ گئی اور 337 پیسے پوائنٹس اضافے کے ساتھ 15.7 فیصد ہو گئی۔

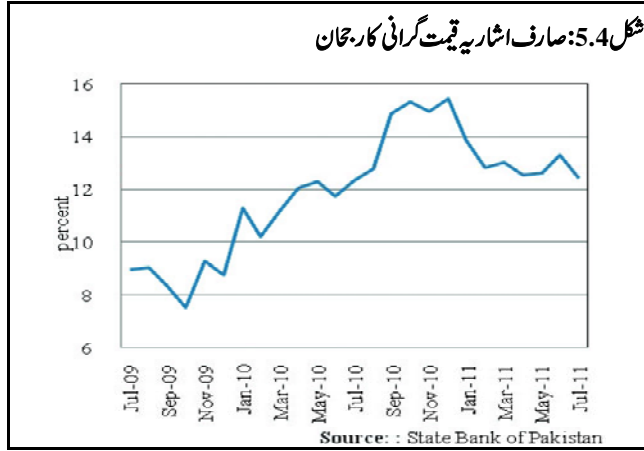
سیلاب کے باعث حکومت کی خسارہ کم کرنے کی کوششیں بھی متاثر ہوئیں۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے اخراجات میں نمایاں اضافہ ہوا، ترجیحات ترقیاتی اخراجات سے سیلاب متاثرین کی بحالی میں تبدیل ہو گئیں اور محاصل کی وصولیوں کی کوششوں کو شدید دھچکا پہنچا۔ بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے کی بڑی حد تک مالکاری بینکاری نظام سے قلیل المدتی قرضے کے ذریعے کی گئی۔ بالخصوص اسٹیٹ بینک سے حکومت کی قرض گیری 24 ستمبر 2010ء تک سال کے آغاز سے ہی بڑھ کر 220.3 ارب روپے تک پہنچ گئی۔ زربندیاں بھی اسی عرصے میں 9.4 فیصد کی توسیع ہوئی جبکہ یہ م س 10ء کے دوران پورے سال 11.4 فیصد توسیع ہوئی تھی۔

ان حالات میں اسٹیٹ بینک کے گرائی کے تخمینوں پر نظر ثانی کی گئی اور گرائی کی سطح بلند ہو کر 13.5 فیصد سے 14.5 فیصد کے درمیان رہنے کی پیش گوئی کی گئی۔ مزید برآں غذائی اشیاء کی درآمدات میں ممکنہ اضافے اور برآمدات میں سست روی کے باعث جاری حساب کا توازن بگڑنے کی بھی پیش گوئی کی گئی۔ ان معاملات کے گرائی پر اثرات کا ادراک کرتے ہوئے اسٹیٹ بینک نے ستمبر 2010ء کے اختتام کے زری پالیسی بیان میں اپنا پالیسی ریٹ 50 پیس پوائنٹس کے اضافے کے ساتھ 13.5 فیصد کر دیا۔

بندرتج زری سخت گیری کے باوجود گرائی کی صورتحال بدستور بدتر ہوتی گئی۔ مئی 11ء کی دوسری سہ ماہی میں غذائی گرائی بڑھ کر 20 فیصد سے زائد کی سطح پر پہنچ گئی۔ اسٹیٹ بینک سے حکومت کی قرض گیری میں اضافے کا رجحان برقرار رہا اور اسٹیٹ بینک کے 29 نومبر کے زری پالیسی اعلان سے عین قبل 27 نومبر 2010ء کو یہ 251.3 ارب روپے تک پہنچ گئی۔ اشیاء کی عالمی قیمتوں میں تیز اضافہ گرائی کی صورتحال کے لیے ایک اضافی خطرہ بن کر ابھرا۔ بالخصوص، تیل کی قیمت میں مئی 11ء کے ستمبر تا نومبر عرصے کے دوران نمایاں اضافہ ہوا۔ تاہم ان منفی چیزوں کا ایک مثبت پہلو بھی تھا کیونکہ کپاس اور ٹیکسٹائل پر مبنی برآمدات کی بڑھتی ہوئی عالمی قیمتوں کا جاری حسابات پر انتہائی مثبت اثر مرتب ہوا۔ تاہم اس وقت بیرونی شعبے پر مجموعی اثر خاصا غیر یقینی تھا۔ اگرچہ ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں جاری حسابات کے توازن میں نمایاں بہتری ظاہر ہوئی تاہم نومبر 2010ء میں اس میں ایک بار پھر بگاڑ پیدا ہو گیا۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے اسٹیٹ بینک نے نومبر 2010ء میں اپنا پالیسی ریٹ مزید 50 پیس پوائنٹس کے اضافے کے ساتھ بڑھا کر 14 فیصد کر دیا۔ زری پالیسی کمیٹی کے اجلاسوں کی روداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ آٹھ اراکین میں سے چھ نے پالیسی ریٹ میں 50 پیس پوائنٹس اضافے اور ایک رکن نے 100 پیس پوائنٹس اضافے کے حق میں رائے دی جبکہ ایک اور رکن نے پالیسی ریٹ 13.5 کی شرح پر برقرار رکھنے کے حق میں رائے دی۔ اس اعلان کے ساتھ پالیسی ریٹ میں مجموعی اضافہ سال کی پہلی ششماہی کے دوران 150 پیس پوائنٹس تک پہنچ گیا۔

زری پالیسی موقف، سختی سے برقراری تک: مالی سال 2011ء کی دوسری ششماہی

اگرچہ ٹیکس وصولی کے دائرہ کار میں توسیع کے لیے مالیاتی اصلاحات کے نفاذ کو التوا میں رکھا گیا تاہم حکومت نے اپنی قرض گیری اسٹیٹ بینک سے کمرشل بینکوں کی جانب منتقل کرنے کی ٹھوس کوششیں کیں۔ دسمبر 2010ء کے وسط سے حکومت نے



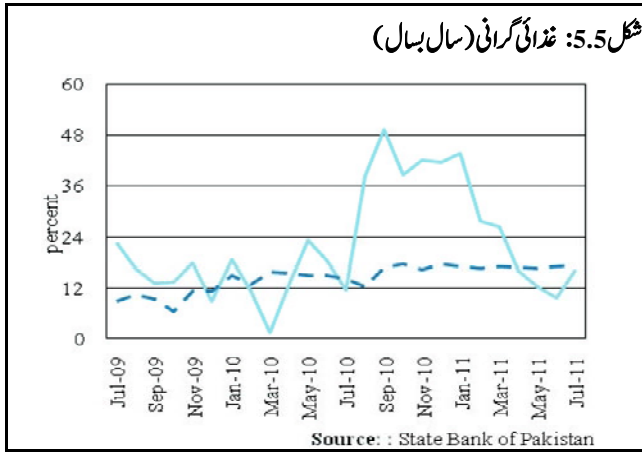
مرکزی بینک کو اپنے قرضے بندرتج ادا کرنے شروع کر دیے۔ حکومت نے ڈیڑھ ماہ (11 دسمبر 2010ء سے 29 جنوری 2011ء تک) کے دوران 214.1 ارب روپے کے قرضے ادا کیے۔ علاوہ ازیں بیرونی حساب کی صورتحال کو لاحق خطرات کم ہو رہے تھے نیز ایک بار رسدی شعبے کی خرابیوں کا اثر زائل ہونے کی صورت میں گرائی کا دباؤ کم ہونے کی بھی توقع تھی۔ مالی سال 11ء کی پہلی ششماہی میں زری سخت گیری کے بندرتج اثر کے علاوہ ان تبدیلیوں نے اسٹیٹ بینک کو اپنا زری پالیسی موقف بندرتج سخت گیری سے برقراری کی جانب لے جانے کا موقع دیا۔ اسٹیٹ بینک نے جنوری 2011ء کے زری پالیسی اعلان میں اپنا پالیسی ریٹ بغیر کسی تبدیلی کے 14 فیصد کی شرح پر برقرار رکھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پالیسی ریٹ کو بغیر تبدیلی کے برقرار رکھنے کی سفارش کے معاملے میں زری پالیسی کمیٹی میں خاصا اختلاف تھا۔ آٹھ اراکین میں سے تین کی رائے تھی کہ پالیسی ریٹ میں اضافہ کیا جانا چاہیے کیونکہ گرائی کی سطح بلند ہونے کے خطرات زیادہ تھے۔⁴ زری بنیاد کی فراہمی میں یکم جولائی 2010ء سے 15 جنوری 2011ء کی مدت کے دوران 16.5 فیصد کی توسیع ہوئی جبکہ گزشتہ سال کی اسی مدت کے دوران یہ 11.4 فیصد اضافہ ہوا تھا۔

جنوری 2011ء میں پالیسی ریٹ میں تبدیلی نہ کرنے اور اسے برقرار رکھنے کا دوراندیشانہ فیصلہ درست ثابت ہوا۔ حکومت نے اپنی قرض گیری کا رخ اسٹیٹ بینک سے کمرشل

³ پاکستان کے درآمدی تیل پر انحصار کے سبب تیل کی قیمتوں میں تبدیلیوں کے گرائی کی صورتحال پر بلا واسطہ اور بالواسطہ، دونوں ذرائع سے ٹھوس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

⁴ پانچ اراکین نے سابق صورتحال برقرار رکھنے، یعنی سود کی شرحوں میں تبدیلی نہ کرنے کے حق میں رائے دی۔

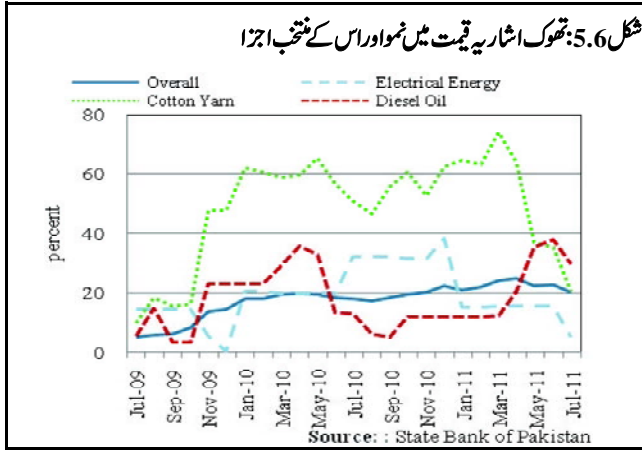


بینکوں کی جانب سے تبدیل کرنے کے وعدے کی پاسداری کی۔ اس کے باوجود نہایت ضروری مالیاتی اصلاحات (خصوصاً محصولات کی تخلیق کے لیے) کے نفاذ میں تاخیر ہو گئی۔⁵ حقیقی اطمینان بیرونی شعبے میں بہتری سے آیا۔ برآمدات میں ٹھوس نمو اور بیرون ملک پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی ترسیلات زر میں قابل ذکر اضافے کی وجہ سے جاری حسابات کے توازن میں نمایاں بہتری واقع ہوئی۔ ان مثبت امور کے باعث اسٹیٹ بینک اپنے دو آئندہ زری پالیسی بیانات (26 مارچ اور 21 مئی 2011ء) میں اپنا پالیسی ریٹ بغیر تبدیلی کے برقرار رکھنے میں کامیاب ہو سکا۔

میں 11ء میں عمومی گرانی 13.9 فیصد رہی۔ اس کے مقابلے میں گزشتہ سال یہ 11.7 فیصد تھی (جبکہ اس کا اساسی سال 2000-01ء تھا)۔ اگرچہ یہ بڑی حد تک اسٹیٹ بینک کے 14 فیصد اور 14.5 فیصد کے تخمینوں کے مطابق تھی۔ تاہم اسٹیٹ بینک کے مؤثر زری انتظام کے باوجود سرکش گرانی پر اشاعتی ذرائع ابلاغ اور کاروباری طبقوں کیچھ تنقید کی۔⁶ چنانچہ اسٹیٹ بینک میں یہ احساس بڑھتا گیا کہ معاشی سرگرمیاں بڑی حد تک رسدی شعبے کے عوامل مثلاً توانائی کی قلت، سلاستی کے خطرات اور معاشرتی و سیاسی غیر یقینی صورتحال کے باعث محدود ہوئی ہیں۔ لہذا پالیسی کی تشکیل میں توازن قائم کرنے کی ضرورت تھی۔

مالی سال 2012ء کے لیے گرانی کا ہدف اور سال کے آغاز میں زری نرمی

میں 11ء کی پہلی ششماہی کے دوران زری سخت گیری کے بتدریج اثر، اسٹیٹ بینک سے حاصل شدہ گراں قرضوں کی بتدریج ادائیگی (میں 11ء کی پہلی ششماہی کے دوران) اور جی ڈی پی کے 4 فیصد مالیاتی خسارے کے ہدف کی بنیاد پر اسٹیٹ بینک نے مالی سال 2012ء کے لیے گرانی 11.5 سے 12.5 فیصد کی حد کے اندر رہنے کی پیش گوئی کی تھی۔ بیرونی شعبے میں مسلسل بہتری کے علاوہ ان تبدیلیوں نے بھی اسٹیٹ بینک کو اپنا زری پالیسی موقف تبدیل کرنے کی تھوڑی گنجائش مہیا کی۔ چنانچہ اسٹیٹ بینک نے دو متواتر زری پالیسیوں میں اپنا پالیسی ریٹ 200 بیس پوائنٹس کی کمی کے ساتھ 12.0 فیصد کر دیا۔



بہر کیف ہم اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ مالیاتی حسابات میں کمزوری اس سال گرانی کی صورتحال کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ لہذا اہم مالیاتی اصلاحات، بالخصوص محاصل کی تخلیق اور خسارے میں چلنے والے سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کی تشکیل نو سے متعلق اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم ہم پُر اعتماد ہیں کہ حکومت اسٹیٹ بینک سے اپنی قرض گیری کی حکم رکھنے کے وعدے کی پاسداری کرے گی اور بیرونی ماکاری کے غیر روایتی ذرائع تہی سے تلاش کرے گی۔

5.2 گرانی

میں 11ء کے لیے سالانہ اوسط گرانی 13.7 فیصد تھی جبکہ اس کے مقابلے میں

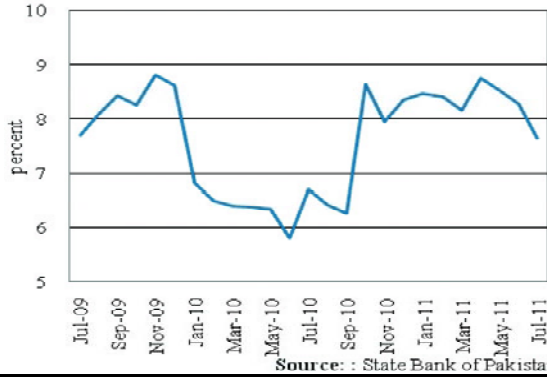
گزشتہ سال یہ 10.1 فیصد تھی۔ میں 11ء کے ابتدائی حصے میں آمدہ سیلاب گرانی کا بڑا سبب ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ قیمتوں میں دوہندی اضافہ کم و بیش ناگزیر تھا۔

⁵ بالخصوص، اہم مالیاتی اصلاحات، بشمول ٹیکس کے دائرہ کار کی زری شعبے تک توسیع، خسارے میں چلنے والے سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کی تنظیم نو اور ریٹائرڈ جنرل سٹورٹس کے نفاذ کے ضمن میں حکومت بڑی حد تک غیر فعال رہی۔ تفصیلات کے لیے سرکاری مالیات سے متعلق باب ملاحظہ کیجیے۔

⁶ اس تنقید کا رد عمل حکومت کی جانب سے میں 11ء کی پہلی ششماہی کے دوران اسٹیٹ بینک سے بھاری قرض گیری اور سال کے آغاز میں شدید سیلاب کے باعث رسدی رکاوٹوں کی جانب توجہ مبذول کرانے کے دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر اسٹیٹ بینک سال کی پہلی ششماہی کے دوران زری سخت گیری جاری نہ رکھتا تو سالانہ گرانی میں 11ء کی سطح سے نمایاں طور پر بلند ہوتی۔

⁷ یہ سیکشن نئے اساسی پر مبنی ہے جس کا اساسی سال 2007-08ء ہے۔ قیمتوں کے مختلف اشاریوں کے رجحانات کی تفصیلات کے لیے اسٹیٹ بینک کا ماہانہ انفلیشن مانیٹر مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر ملاحظہ کیجیے:

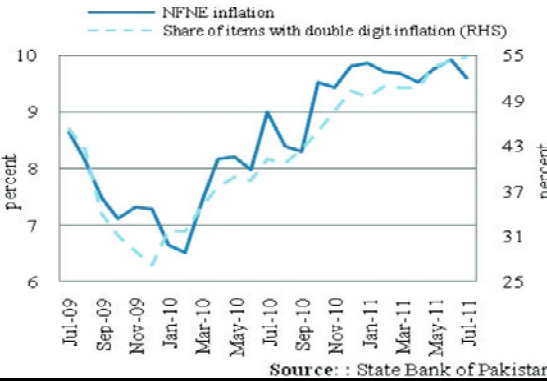
شکل 5.7: اشاریہ کرایہ مکان (سال بسال نمو)



ناپائیدار اشیا کی قیمتیں زیادہ تر سیلاب سے متاثر ہوئیں کیونکہ رسد میں شدید رکاوٹیں حائل تھیں۔ م س 11ء میں ناپائیدار اشیا کی قیمتوں میں اوسط گرانی 29.8 فیصد رہی۔ اس کے مقابلے میں م س 10ء میں یہ 15.0 فیصد تھی۔ تاہم دیگر غیر ناپائیدار اشیا، جن کے لیے پیداوار اور رسد سیلاب سے بڑی حد تک متاثر نہیں ہوئیں، کی قیمتوں میں بھی سال کے دوران خاصا اضافہ ہوا۔

غیر ناپائیدار غذائی اشیا اور بالعموم غیر غذائی اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ایک حد تک اشیا کی بڑھتی ہوئی عالمی قیمتوں کا نتیجہ تھا۔ خوردنی تیل، شکر، کپاس، خام تیل، نیز پٹرولیم مصنوعات اور دھاتوں کی بلند عالمی قیمتوں نے مجموعی طور پر ملکی قیمتوں پر بالائی دباؤ برقرار رکھنے میں بلا واسطہ یا بالواسطہ اہم کردار ادا کیا۔

شکل 5.8: قوزی گرانی اور اس کا نفوذ



تھوک اشاریہ قیمت کا رجحان، جوم س 11ء میں اوسطاً 21.1 فیصد رہا، اشیا کی عالمی قیمتوں میں اضافے کا غماز ہے۔ م س 11ء کے وسط میں کپاس کی قیمتوں میں ڈرامائی اضافہ اور تیل اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں م س 11ء کے بیشتر حصے میں مسلسل اضافہ تھوک اشاریہ قیمت گرانی کے اہم محرکات تھے۔ تاہم م س 11ء کے آخر میں چونکہ اشیا کی عالمی قیمتوں میں کمی واقع ہوئی اس لیے ملکی تھوک قیمتوں میں بھی یا تو ٹھہراؤ آیا یا مابانہ بنیاد پر کمی واقع ہوئی۔

اگرچہ م س 11ء میں اشیا کی عالمی قیمتوں کا کردار اہم تھا، تاہم ملکی پالیسی فیصلوں، مثلاً بجلی پر زرعات کا بندرتیج خاتمہ اور سبز نیٹس میں مزید اشیا اور خدمات کی شمولیت نے بھی گرانی کا دباؤ برقرار رکھنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مکانات کے کرایوں میں بھی تعمیرات کی بڑھتی ہوئی لاگتوں کے نتیجے میں اضافہ ہوا۔ اس رجحان نے صارف اشاریہ قیمت میں اپنے وزن کی وجہ سے عمومی گرانی میں اہم کردار ادا کیا۔⁸

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں حکومت کے بارے میں گراں مالیات مثلاً مرکزی بینک سے قرض استعمال کرنے کا تصور گرانی کی توقعات پوری ہونے کو تقویت پہنچاتا ہے۔ تاہم اب تک حکومت نے م س 11ء کی گذشتہ دوسہ ماہیوں میں اسٹیٹ بینک سے اپنی قرض گیری کی سطح کم کرنے کا انتظام کر لیا ہے، جو آئندہ کی توقعات کی روک تھام کے لیے اہم ہے۔

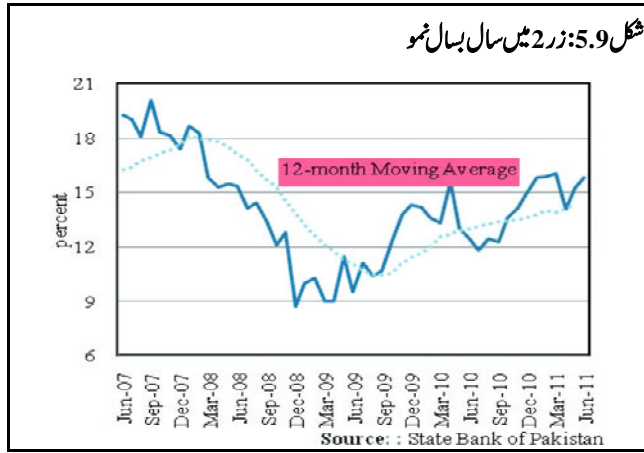
گرانی کی ایسی توقعات معیشت میں اشیا کی وسیع البہیاد نوع کی گرانی میں محسوس کی جاسکتی ہیں۔ دو ہندی گرانی ظاہر کرنے والی اشیا کی شرح فیصد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ نومبر 2009ء میں یہ شرح 29 فیصد تھی جو جولائی 2011ء میں بڑھ کر 55 فیصد ہو گئی۔⁹ غیر غذائی غیر توانائی گرانی، جو قوزی گرانی کا ایک پیمانہ ہے، م س 11ء میں مستقلاً بڑھ کر اوسطاً 9.4 فیصد ہو گئی جو معیشت میں گرانی کے مستقل دباؤ کی عکاسی کرتی ہے۔

مستقل گرانی کی تصدیق ایک داخلی سروے سے ہو چکی ہے جو گرانی کی توقعات کی ماضی بین نوعیت کی نشاندہی کرتا ہے۔¹⁰ چنانچہ م س 2012ء کے لیے حکومت نے گرانی کا جو 12 فیصد ہدف مقرر کیا ہے اس میں بظاہر گرانی کا یہ تسلسل شامل ہے۔

⁸ اشاریہ کرایہ مکان کا صارف اشاریہ قیمت میں فی الوقت وزن 21.81 فیصد ہے۔

⁹ اس کا مطلب یہ ہے کہ نومبر 2009ء سے دو ہندی گرانی کا مظاہرہ کرنے والی اشیا کی تعداد میں ہر مہینے اوسطاً 6 کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔

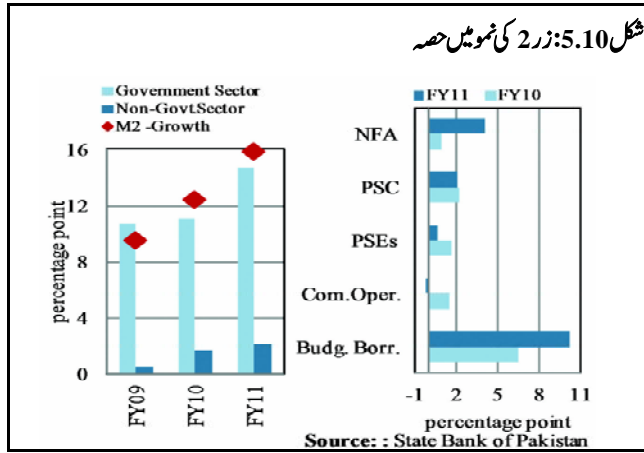
¹⁰ ماضی بین توقعات کا مطلب یہ ہے کہ صارفین اور پیدا کنندگان گرانی کی پیش گوئی کے ضمن میں اس کی ماضی کی سطح استعمال کرتے ہیں۔



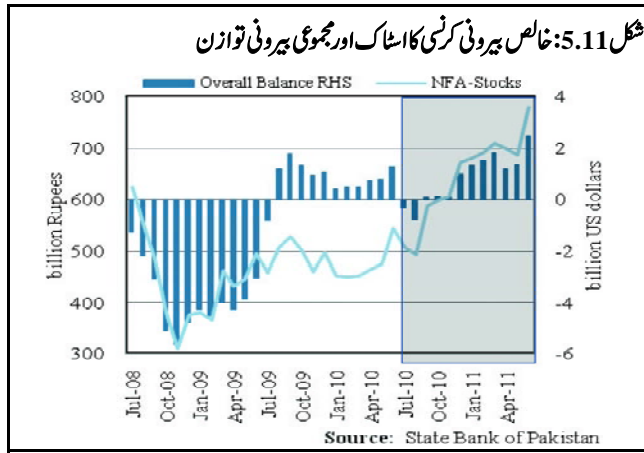
دراصل ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مئی 2012ء کے دوران گرانہ میں کمی واقع ہو سکتی ہے کیونکہ ایشیا کی عالمی قیمتیں کم ہوئی ہیں اور اس سال ان میں مزید کمی متوقع ہے۔ ان قیمتوں سے متعلق پیش گوئی کرنا انتہائی مشکل ہے، لیکن یورو زون کے قرضہ جاتی بحران، ترقی یافتہ ممالک میں معیشتوں کی کمزور بحالی، ترقی پذیر ممالک، جو گرانہ پر قابو پانے کے خواہاں ہیں، میں بڑھتی ہوئی نشانیہ شرحوں اور مئی 11ء میں زرعی ایشیا کی بلند قیمتوں کے رد عمل کے طور پر بڑھتی ہوئی زرعی مجموعی پیداوار کے باعث ہمارے پاس یہ سمجھنے کا جواز ہے کہ ایشیا کی عالمی قیمتوں میں مئی 2012ء میں کمی واقع ہوگی۔ تاہم ملکی معیشت میں زراعت کے خاتمے سے ملک کو ایشیا کی منڈی میں تلوں کا سامنا ہوگا اور ملکی قیمتوں کی سطحوں کا رجحان اسی کے مطابق رہنے کی توقع ہے۔

معیشت کو درپیش ایک بڑا خطرہ خام تیل اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے ہوگا۔ اگرچہ خام تیل کی قیمت میں مئی جولائی 2011ء میں کمی واقع ہوئی تھی تاہم ان میں تنظیم برائے اقتصادی تعاون کے غیر رکن ممالک کی جانب سے طلب میں متوقع اضافہ، جو اوپیک کے رکن ممالک کی مجموعی پیداوار میں اضافے سے زائد رہنے کا امکان ہے، کی وجہ سے دوبارہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ تیل کی قیمتوں میں مضر گرانہ خاصی بلند ہے اور قیمت سے متعلق پیش گوئیاں غیر یقینی ہیں۔ زراعت کی عدم موجودگی میں تیل کی منڈیوں میں تغیر سے معیشت متاثر ہوئی ہے۔ تاہم دوسری جانب ملک کے مالیاتی خلا اور اس کے نتیجے میں گرانہ کی توقعات پر قابو پانے کے لیے زراعت کا خاتمہ ضروری ہے۔

جدول 5.1: زر مجموعی						
بہاؤ ارب روپے، نمونہ فیصد میں						
فیصد نمو						
مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 11ء، پہلی ششماہی	مئی 10ء، پہلی ششماہی	مئی 11ء	مئی 10ء	
15.9	12.5	399.5	300.4	918.0	640.0	زرو سچ (زر)
43.1	10.0	108.2	47.5	235.0	49.4	خالص بیرونی اثاثے
62.1	25.0	131.1	57.8	235.3	75.9	اسٹیٹ بینک
-0.2	-13.7	-22.8	-10.2	-0.3	-26.4	جدولی بینک
13.1	12.7	291.3	252.8	682.9	590.6	خالص ملکی اثاثے
4.9	9.6	-81.7	-24.6	48.7	86.4	اسٹیٹ بینک
14.9	13.5	373.0	277.4	634.2	504.2	جدولی بینک
جس میں						
23.7	20.0	318.4	285.2	579.6	406.6	حکومتی قرض گیری
29.3	19.7	281.7	199.6	590.2	330.4	برائے اعانت میزانیہ
-0.7	3.8	-100.4	106.6	-8.0	44.0	اسٹیٹ بینک
74.5	55.5	382.1	93.0	598.2	286.4	جدولی بینک
-3.8	22.9	34.2	85.0	-15.7	77.0	اجناسی سرگرمیاں
4.7	6.2	-21.3	-18.0	158.5	198.8	غیر سرکاری شعبہ
4.0	3.9	-42.0	-11.7	121.3	112.9	نئی شعبے کو قرضہ
10.3	31.9	20.6	-8.0	36.3	85.0	پنپا ایس ایز کو قرضہ
9.2	2.5	-5.7	-14.5	-55.1	-14.9	دیگر خالص مدات
ماخذ: بینک دولت پاکستان						



یہ بات قابل ذکر ہے کہ بہتر مالیاتی نظم و ضبط کے باوجود بھی گرانی کی توقعات موجودہ رہ سکتی ہیں۔ بجلی اور قدرتی گیس کی قلت کی شکل میں رسدی رکاوٹیں، مقررہ قیمتوں کی تبدیلی میں عدم استقلال اور سلامتی سے متعلق خدشات نہ صرف گرانی کے ضمن میں کردار ادا کریں گے بلکہ ان کے باعث مستقبل میں قیمتوں میں اضافے کے اندیشوں کو بھی تقویت ملے گی۔ حکومت کی کمزور مالیاتی پوزیشن کی بنا پر ترقیاتی اخراجات میں کمی اور معیشت میں معینہ سرمایہ کاری کی کم سطح کی وجہ سے مجموعی رسد میں توسیع کا امکان بہت کم ہے۔ چنانچہ طلب اور رسد کا فرق برقرار رہنے اور گرانی کے دباؤ کا باعث بننے کی توقع ہے۔



مسلل گرانی اور اس کی توقعات کے باوجود ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ چند مہینوں میں گرانی کم ہوگی کیونکہ گذشتہ سال آنے والے سیلاب کے دوران قیمتوں کی بلند سطح تعین کی بنیاد بن گئی ہے۔ اشیاء کی عالمی قیمتوں میں کمی اور گرانی کی توقعات پر قابو پانے نیز استعداد کاری کے لیے نجی شعبے کو قرضوں کی آزادانہ فراہمی کے ضمن میں مالی استحکام کے لیے ٹھوس اقدامات کے باعث بھی گرانی میں کمی کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔

5.3 زرعی مجموعوں میں رد و بدل

زر وسیع (زرر 2) کی رسد میں ایک اور سال قابل ذکر نمو ہوئی۔ زر وسیع میں م س 11ء میں 15.9 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال یہ اضافہ 12.5 فیصد تھا (جدول 5.1)۔ زرر 2 میں سال بسال ماہانہ نمو م س 2008ء کی پہلی ششماہی

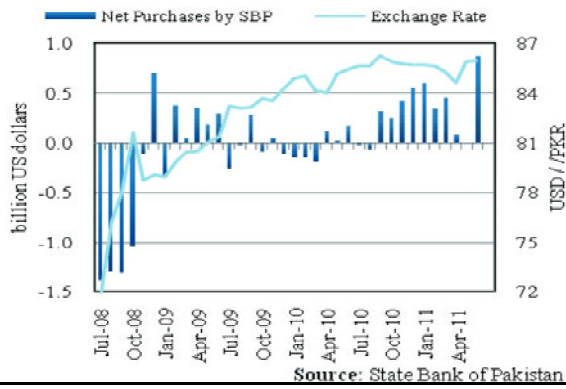
کے دوران شدید سست روی کا شکار رہنے کے دسمبر 2008ء سے اضافے کا رجحان ظاہر کرتی ہے (شکل 5.9)۔ حالیہ برسوں میں زرر 2 کی نمو کا بیشتر حصہ سرکاری شعبے سے متعلق تھا جس کے باعث نجی شعبے کی سرگرمیوں کے لیے گنجائش محدود ہوئی۔ م س 11ء میں مالیاتی اہداف کی بڑھتی ہوئی خلاف ورزی کی وجہ سے بینکاری کے تقریباً 80 فیصد وسائل میزانی مالکاری کی ضروریات کے لیے بروئے کار لائے گئے۔ مزید برآں نیم مالی سرگرمیوں، مثلاً اجناسی کارروائیوں اور سرکاری شعبے کو قرضے کی فراہمی کا بوجھ بھی ملکی بینکاری وسائل پر پڑا (شکل 5.10)۔

م س 11ء میں زرر 2 کی نمایاں ترین خصوصیت بینکاری نظام کے بیرونی اثاثوں میں نمایاں اضافہ ہے۔ یہ رجحان گذشتہ تین برسوں میں ہونے والی نمو، جب خالص بیرونی اثاثوں میں مجموعی طور پر 439.6 ارب روپے کی کمی واقع ہوئی تھی، کے بالکل برعکس ہے۔ ایک اور مثبت پیش رفت مرکزی بینک سے قرض گیری کے ذریعے خسارے کی تسلیک میں کمی ہے۔ حکومت نے اسٹیٹ بینک سے طے شدہ قرض گیری کی حدود کی پابندی کی اور م س 11ء کی جنوری تا جون کی مدت کے دوران مرکزی بینک کو 100.4 ارب روپے کے قرضے واپس کیے۔ تاہم قرض گیری کی حدود کی پابندی صرف سہ ماہیوں کے اختتام تک کی، جبکہ حکومت نے ہر سہ ماہی کے دوران مرکزی بینک سے قرض گیری جاری رکھی۔

5.3.1 خالص بیرونی اثاثے

ملک کے بیرونی حسابات میں، بہتری کے بعد بینکاری نظام کے خالص بیرونی اثاثوں پر دباؤ بتدریج کم ہو گیا۔ بینکاری نظام کے اثاثوں میں م س 11ء کے دوران 235.0 ارب کا اضافہ دیکھا گیا، جو م س 10ء کے 49.4 ارب روپے کے اضافے کے مقابلے میں، بہت زیادہ ہے (شکل 5.11)۔

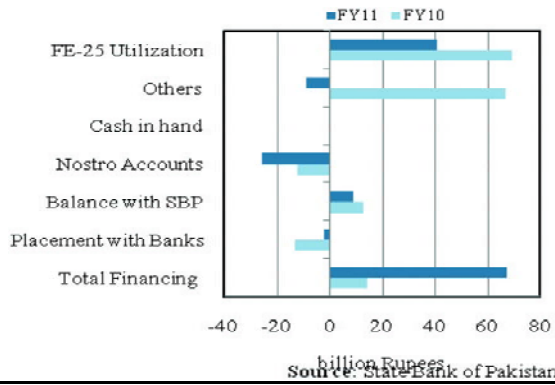
شکل 5.12: بازار مبادلہ میں مرکزی بینک کی مداخلت



بینکاری نظام کے اندر خالص بیرونی اثاثوں میں اضافے کا بنیادی محرک اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ تھا۔ کثیر فریقی ایجنسیوں سے سرمائے کی آمد، لاجسٹک سپورٹ فنڈ اور دیگر بیرونی گرانٹس سے اس رجحان کو مدد ملی۔ اسٹیٹ بینک کے خالص بیرونی اثاثوں کو بھی زرمبادلہ کی منڈیوں میں خریداریوں سے تقویت ملی۔ بالخصوص زرمبادلہ کی منڈیوں میں اسٹیٹ بینک کی فعال شرکت سے سال کے دوران مبادلہ شرحوں میں ناپائیداری کم کرنے میں مدد ملی (شکل 5.12)۔

مرکزی بینک کے محفوظ اثاثوں کے برخلاف جدولی بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں سال کے دوران 0.3 ارب روپے کی کمی واقع ہوئی۔ اسٹیٹ بینک کو زرمبادلہ کی فروخت کے علاوہ ایف ای 25 ڈپازٹس سے کم آمد اور بیرونی کرنسی کے قرضوں میں اضافے کے باعث جدولی بینکوں کے خالص بیرونی اثاثے محدود رہے۔ درحقیقت، گزشتہ دو برسوں میں برآمدی مالکاری اسکیم کی شرح میں مسلسل اضافے اور اس کے علاوہ عالمی سطح پر سود کی مستقل کم شرحوں کی صورت حال کے باعث بیرونی کرنسی کے قرضوں اور برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت مالکاری کے مابین سود کی شرحوں کا فرق بڑھا۔ ایک مستحکم شرح مبادلہ کے ساتھ اس پیش رفت نے تاجروں (برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان) کو برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت مالکاری کو کم لاگت کے بیرونی کرنسی کے قرضوں سے تبدیل کرنے کی اجازت دی جس کے نتیجے میں مئی 11ء میں بینکوں کی جانب سے نوٹروا کاؤنٹس میں رکھوائی جانے والی رقم میں کمی واقع ہوئی۔ ایف ای 25 ڈپازٹس کے استعمال میں اس تبدیلی کے باعث جدولی بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں مزید کمی واقع ہوئی (شکل 5.13)۔

شکل 5.13: ایف ای 25 کا استعمال



جدول 5.2: خالص ملکی اثاثوں کی نمونہ حصہ

مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 09ء	
13.1	12.7	15.4	خالص ملکی اثاثوں کی نمونہ
11.3	7.1	7.9	میزانی قرض گیری
-0.3	1.7	5.2	اشیائی خریداری
2.3	2.4	0.4	پی ایس سی
0.7	1.8	3.8	سرکاری شعبے کے کاروباری ادارے
-1.0	-0.3	-1.9	ادائی این
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

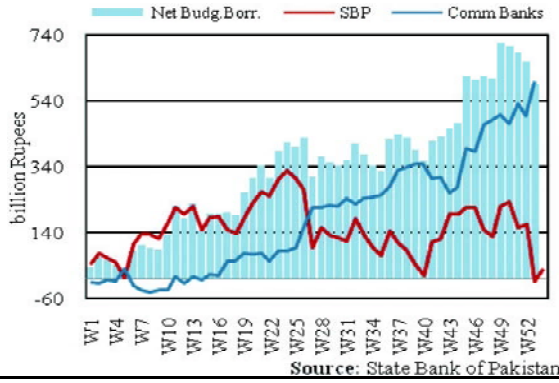
5.3.2 خالص ملکی اثاثے

بینکاری نظام کے خالص ملکی اثاثوں میں مئی 11ء کے دوران 13.1 فیصد کی نمو ہوئی جو مئی 10ء کی 12.7 فیصد نمو کے مقابلے میں معمولی سی زیادہ ہے۔ اس کا باعث بننے والے عوامل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خالص ملکی اثاثوں میں توسیع کا بڑا حصہ میزانی مالکاری سے آیا جبکہ مئی 11ء کے دوران اجناسی کارروائیوں اور سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کو قرض گاری کا حصہ کم ہوا (جدول 5.2)۔

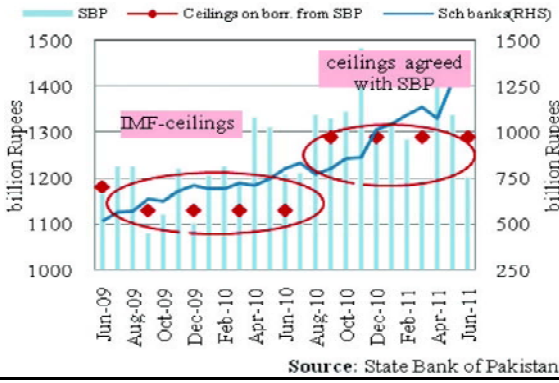
اعانت میزانیہ کے لیے حکومتی قرض گیری

بینکاری نظام سے میزانی قرض گیری مئی 11ء میں 590.2 ارب روپے کی ریکارڈ بلند سطح پر پہنچ گئی، جبکہ گزشتہ سال یہ قرض گیری 330.4 ارب روپے تھی۔ اس کے علاوہ حکومت نے فنڈنگ کے دیگر ملکی ذرائع سے بھی 424.0 ارب روپے کے قرضے حاصل کیے۔ مالیاتی اہداف کی خلاف ورزیوں اور بیرونی مالکاری میں کمی کے باعث حکومت کے پاس سوائے ملکی ذرائع پر انحصار کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

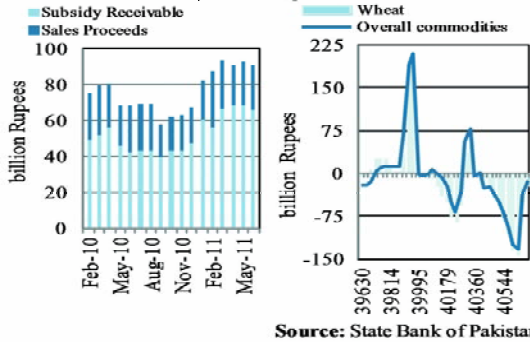
شکل 5.14: بینکاری نظام سے میزانی قرض گیری (مجموعی بہاؤ)



شکل 5.15: بینکاری نظام سے خالص میزانی قرض گیری کا اسٹاک



مجموعی بہاؤ، گندم کی خریداری بجینسیوں کی واجب الوصول رقوم



شکل 5.16: اجناس کی مالکاری

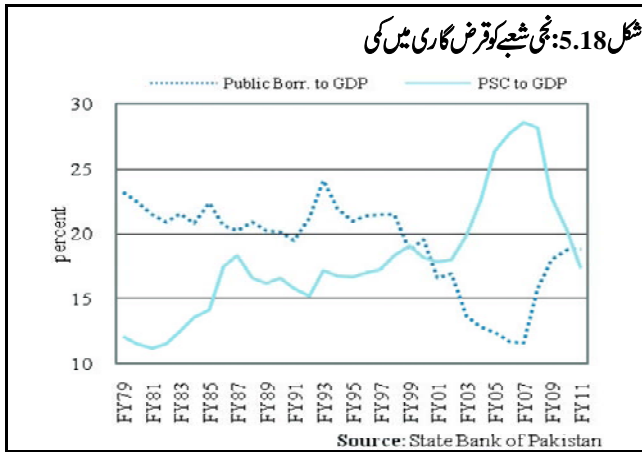
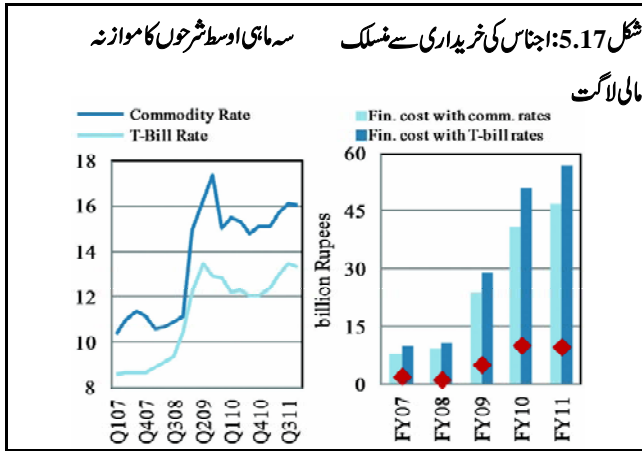
تاہم س 11ء کے دوران ایک اہم پیش رفت میزانی قرض گیری کی اسٹیٹ بینک سے جدولی بینکوں کو خوش آئند منتقلی تھی۔ خاص طور سے حکومت نے س 11ء کے دوران مرکزی بینک 8 ارب روپے کے قرضے ادا کیے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ س 11ء کی جولائی نومبر کی مدت کے دوران خسارے کی مالکاری کا بوجھ اسٹیٹ بینک پر مرکوز رہا۔ ایسا صرف نومبر 2010ء کے بعد ہوا کہ حکومت کی مالکاری کے طرز میں تبدیلی واقع ہوئی اور اس نے اسٹیٹ بینک سے ایک مفاہمت کے سبب مرکزی بینک سے قرض گیری پر انحصار کم کر دیا (شکل 5.14)۔ حسب سابق بڑے مالی خسارے کے باعث حکومت آئی ایم ایف کے ایس بی اے پروگرام کے تحت طے شدہ قرضہ جاتی حدود کی پابندی نہیں کر سکی اور مرکزی بینک سے قرض گیری کی مقررہ حد کی س 10ء کی آخری دوسہ ماہیوں میں خلاف ورزی کی گئی۔ س 11ء کی جولائی نومبر کی مدت کے دوران بھی یہ رجحان جاری رہا اور اسٹیٹ بینک کی جانب سے قرض کی فراہمی 247.7 ارب روپے کی سطح پر پہنچ گئی جس سے گرانی کی صورتحال کو کافی خطرہ لاحق ہے۔

مرکزی بینک سے بھاری قرض گیری کے مجموعی کئی معیشت پر منفی اثرات اور مؤثر زرعی انتظام کے پیش نظر حکومت اور اسٹیٹ بینک نے حکومتی قرض گیری کی ایک حد مقرر کرنے کے سلسلے میں باہمی اتفاق کیا۔¹¹ مرکزی بینک سے قرض گیری نومبر 2010ء کے بعد بدستور اسٹیٹ بینک سے طے شدہ حدود کے اندر رہی۔ سہ ماہیوں کے اختتام پر حکومت کی جانب سے قرض گیری کی مقررہ حدود کی پابندی نہایت حوصلہ افزا معلوم ہوتی ہے۔ تاہم ان پابندیوں پر ہر سہ ماہی کے دوران عمل نہیں کیا گیا اور حکومت نے س 11ء کی آخری دوسہ ماہیوں کے ہمراہ میں اوسطاً 133.5 ارب روپے کے قرضے حاصل کیے (شکل 5.15)۔ اسی عرصے میں جدولی بینکوں سے حکومتی قرض گیریوں میں اضافہ ہوا کیونکہ مالی خسارے کے مجموعی حجم کو کم کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔

مالی سال 11ء کے دوران جدولی بینک 598.2 ارب روپے کی میزانی ضروریات کی مالکاری کر سکے۔ اجناس کی خریداری کے ضمن میں حاصل کردہ قرضوں کی ادائیگی اور سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضے کی کم فراہمی کے باعث بینک حکومت کی قرضوں کی خواہش پوری کرنے کے قابل ہو سکے۔

س 11ء کے دوران سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں قرضوں کی فراہمی میں کمی واقع ہوئی اور س 11ء کے دوران بینکوں نے 36.3 ارب روپے کے قرضوں کی طلب پوری کی جبکہ گذشتہ مالی سال کے دوران بینکوں نے 85 ارب روپے کے قرضوں کی مالکاری کی تھی۔ سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضوں میں بیشتر اضافہ نقد کی کمی کا شکار سرکاری تیل اور بجلی کی تقسیم کار کمپنیوں میں ہوا، جبکہ پاکستان اسٹیل ملز اور پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز کی جانب سے بھی قرضوں کی طلب زیادہ رہی۔ یہ صورتحال ایک بار پھر خسارے میں چلنے والے سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کی تشکیل نو کی فوری ضرورت کی نشاندہی کرتی ہے۔

¹¹ حکومت مرکزی بینک سے اپنے واجب الادا قرضوں کے اسٹاک کو (نقد بنیاد پر) ستمبر 2010ء کی 1,155 ارب روپے کی سطح پر برقرار رکھنے پر رضامند ہو گئی۔



اجناسی سرگرمیاں
اجناس کی مالکاری کے لیے حاصل کردہ قرضوں کی ادائیگی سال کے دوران ہونے والی چند مثبت چیزوں میں سے تھی۔¹² گزشتہ سال کی 77 ارب روپے کے خالص قرضوں کی فراہمی کے مقابلے میں مئی 11ء میں اجناس کی مالکاری کے ضمن میں حاصل کردہ قرضوں کی ادائیگی 15.7 فیصد تھی (شکل 5.16)۔

اجناسی سرگرمیوں کے تحت گندم کی مالکاری کے ضمن میں واجب الادا قرضوں کے اٹاک میں نمایاں بہتری آئی۔ فاضل گندم کی برآمد کے بروقت فیصلے کے باعث خریداری کرنے والی ایجنسیوں کی ادائیگی قرض کی صلاحیت بہتر ہوئی اور مئی 11ء کے لیے گندم کی خریداری کی گنجائش مہیا ہوئی۔ مزید برآں، گندم کی حقیقی خریداری ہدفی مقدار سے کم رہی۔ چنانچہ اجناس کی مالکاری کے لیے قرضوں کی طلب بھی کم رہی۔ اجناس کی خریداری کرنے والی وفاقی اور صوبائی ایجنسیوں نے مئی 11ء کے دوران گندم کی خریداری کے ضمن میں حاصل کردہ 23.1 ارب روپے کے قرضوں کی ادائیگی کی جو گزشتہ سال 48.4 ارب روپے کے اضافے کے برعکس ہے۔ مئی 11ء کے دوران گندم کی خریداری میں کمی عموماً رکاوٹ کا باعث تھے، بشمول: (1) ذخیرہ کاری کی مناسب سہولتوں کا فقدان کیونکہ خریداری کرنے والی ایجنسیوں کے پاس گندم کا ذخیرہ گزشتہ سال سے موجود تھا، (2) مالی بوجھ پر قابو پانے کی کوششوں کا فقدان، اور (3) حکومت سے واجب الوصول زر اعانت کی عدم وصولی (شکل 5.16)۔

گندم کے علاوہ مئی 11ء کے دوران چاول کی خریداری کے ضمن میں حاصل کردہ قرضوں کی بھی ادائیگی کی گئی۔ خریداری کرنے والی ایجنسیوں نے چاول کے ذخائر کی منڈی میں فروخت کے ذریعے قرضوں کی ادائیگی کی۔ اندرون ملک خریداری کے علاوہ بینکوں نے مئی 11ء کے دوران شکر اور کھاد کی درآمدات کے لیے بھی قرضے فراہم کیے۔

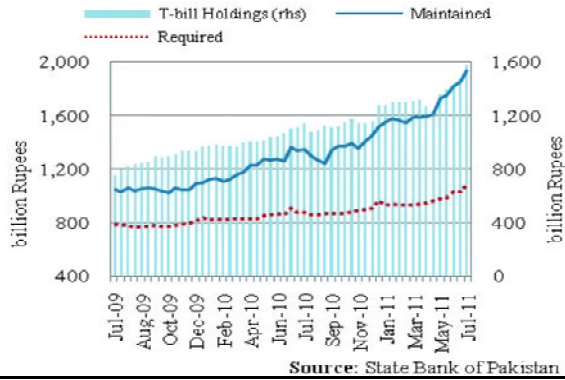
یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اجناس کی خریداری کے ضمن میں قرضے حکومت کے لیے گراں ہیں۔ حکومت ٹریڈری بلز کی یافت پر قرض لیتی ہے جبکہ اجناسی قرضے کی قیمت کا تعین کا بنور سے اوپر ایک مقررہ حد کے ذریعے ہوتا ہے۔ چنانچہ اجناس کی گراں مالکاری کو منڈی پر مبنی قرض گیری سے تبدیل کرنے کی کوشش سے سود کی کم ادائیگیوں کے باعث حکومت کا مالی بوجھ کم ہو جائے گا (شکل 5.17)۔

5.4 نجی شعبے کا قرضہ

نجی شعبے کے قرضے میں مئی 11ء کے دوران 4 فیصد کی معتدل نمو ہوئی جو مئی 10ء کی شرح نمو سے معمولی سی زیادہ ہے۔ قرضے کی کم نمو کا یہ مسلسل تیسرا سال ہے۔ چنانچہ مئی 11ء میں جی ڈی پی اور قرضے کا تناسب کافی کمی کے ساتھ 17.4 فیصد ہو گیا جبکہ مئی 2008ء میں یہ تناسب 28.6 فیصد تھا۔ قرضے کے اجزائے ترکیبی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مئی 11ء میں قرضے کی توسیع بڑی حد تک لازمی سرمائے کی ضروریات کی تکمیل کے لیے تھی کیونکہ خام مال، بالخصوص ٹیکسٹائلز، شکر، خوردنی تیل نیز فولاد اور لوہے کی صنعتوں کے لیے خام مال کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ کارپوریٹ اور ایس ایم ای کے شعبوں کو فراہم کردہ قرضوں کا 93.7 فیصد صرف روزمرہ کی کاروباری سرگرمی کے لیے استعمال ہوا۔

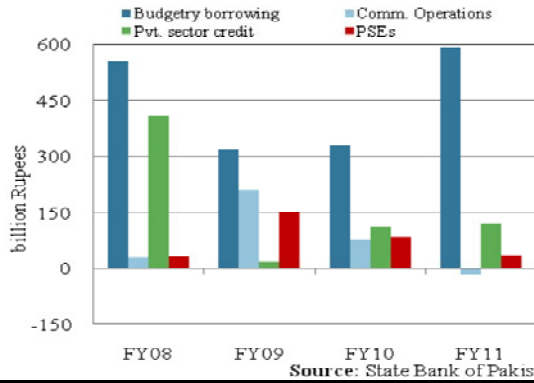
¹² اجناسی مالکاری قرضوں کی 'خود تصفیاتی نوعیت' (self liquidating nature) کے باوجود واجب الادا قرضوں کا اٹاک حالیہ برسوں میں بڑھ گیا کیونکہ فروخت سے ہونے والی آمدنی کی مدد میں واجب الوصول رقم نیز پی سی پی اور پاسکوا وغیرہ کے صوبائی حکومتوں کے زر اعانت میں اضافہ ہو گیا۔

شکل 5.19: بینکاری نظام کی سیالیت



میں 11ء کے دوران ایس ایم ای شعبے کو قرضے کی توسیع نیز ایس ایم ای قرض گیاروں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی۔ طلب اور رسد کے دونوں ہی شعبے سست روی کا شکار تھے۔ چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباری اداروں کی قرضوں کی طلب سود کی زائد شرحوں، بجلی اور گیس کی مسلسل قلت، بینکوں سے قرضوں کے حصول کے لیے ضمانت اور دستاویزات کی زیادہ شرائط کے سبب کم رہی۔ رسد کے حوالے سے بھی بینک اس نسبتاً خطر شعبے میں قرضوں کی فراہمی کے سلسلے میں شش و پنج کا شکار تھے۔ تاہم ایس ایم ای شعبے کے مقابلے میں م س 11ء کے دوران نمایاں اضافہ ہوا۔ کپاس اور شکر کی قیمتوں میں بے پناہ اضافے اور بیرون ملک (برآمدات کے لیے) سے ٹیکسٹائل مصنوعات کی ٹھوس طلب کے نتیجے میں کاروباری سرگرمیوں کی بحالی کے سبب کارپوریٹ شعبے میں قرضوں کی طلب پیدا ہوئی۔ اس شعبے میں سال کے دوران قرض گیاروں کی تعداد اور قرضہ دونوں ہی میں اضافہ ہوا۔

شکل 5.20: نجی شعبے کو قرض گاری میں رکاوٹ

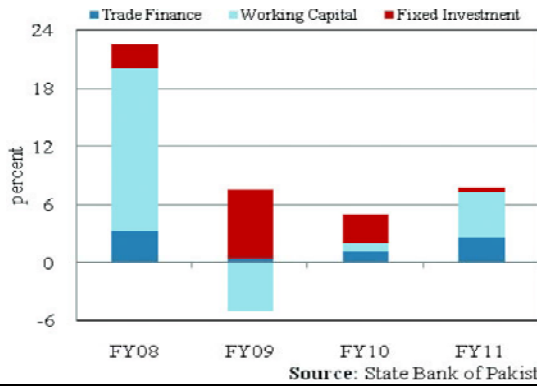


لازمی سرمائے کے لیے قرضوں کے مقابلے میں استعداد کاری کے لیے قلیل مدتی قرضوں کی رفتار سست رہی۔ م س 11ء کے دوران معینہ سرمایہ کاری پر مبنی قرضوں میں شدید کمی واقع ہوئی جس سے توانائی کی قلت، سلامتی کے خدشات اور بڑھتی ہوئی کاروباری لاگتوں کے باعث کمزور سماجی اور اقتصادی صورتحال کی غمازی ہوتی ہے۔

قرضوں کی فراہمی کے ضمن میں بینکوں نے نجی شعبے کو قرضے مہیا کرنے کے بجائے سیال اثاثوں میں سرمایہ کاری کو ترجیح دی (شکل 5.18 اور 5.19)۔ خطرے سے پاک حکومتی تمسکات میں منافع کی زائد شرحوں پر سرمایہ کاری کے مواقع اور بڑھتے ہوئے غیر ادا شدہ قرضوں

جدول 5.3: نجی شعبے کے قرضوں میں سال بسال نمو						
ارب روپے						
معینہ سرمایہ کاری		جاری سرمایہ		تجارتی قرضہ		
م س 11ء	م س 10ء	م س 11ء	م س 10ء	م س 11ء	م س 10ء	
11.0	62.1	105.3	20.8	56.7	23.1	نجی شعبہ (قرضے)
0.6	8.7	9.8	-1.0	0.6	-0.6	الف۔ زراعت، شکار اور جنگل بانی
-3.0	13.9	82.6	3.7	42.2	14.2	ب۔ اشیاء سازی
9.1	-2.1	51.0	9.3	0.9	3.6	غذائی اشیاء ساز
-5.9	8.7	20.5	-23.3	29.9	1.7	بیکسٹائل اشیاء ساز
-6.2	7.3	11.2	17.7	11.4	8.9	غذا اور ٹیکسٹائل گھٹا کر اشیاء سازی
14.5	51.5	37.6	8.5	1.8	1.1	ج۔ بجلی، گیس اور پانی کی فراہمی
2.8	1.8	-1.7	-5.5	-0.5	-0.2	د۔ تعمیرات
-5.6	-5.1	-15.1	-1.6	4.6	2.9	ح۔ تجارت
4.6	3.0	-3.8	4.7	0.2	0.1	ر۔ نقل و حمل۔ ذخیرہ کاری اور مواصلات
ماخذ: بینک دولت پاکستان						

شکل 5.21: نجی شعبے کے قرضے۔ نمونہ حصہ



کے سبب اثاثوں کی قرض گاری سے سرمایہ کاریوں کی جانب منتقلی کے سلسلے میں حوصلہ افزائی ہوئی۔¹³ اس رجحان سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ میزانی مالکاری کے لیے بھاری حکومتی قرض گیری نجی شعبے کو قرضوں کی فراہمی کے ضمن میں رکاوٹ ہے (شکل 5.20)۔

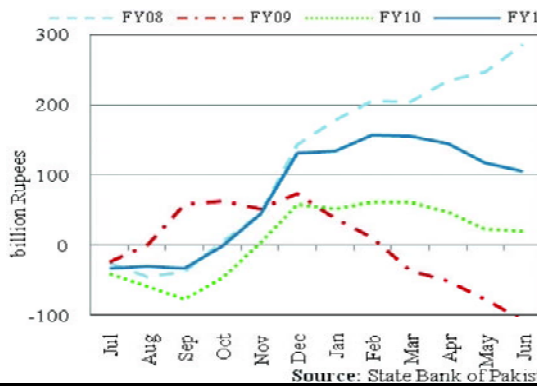
نجی شعبے کے قرضے

قرضے کے ضمن میں نجی شعبے کو قرضوں کی فراہمی جو م س 10ء میں 4.9 فیصد تھی، م س 11ء میں بڑھ کر 7.7 فیصد ہو گئی (جدول 5.3)۔

جاری سرمائے کے لیے قرضے

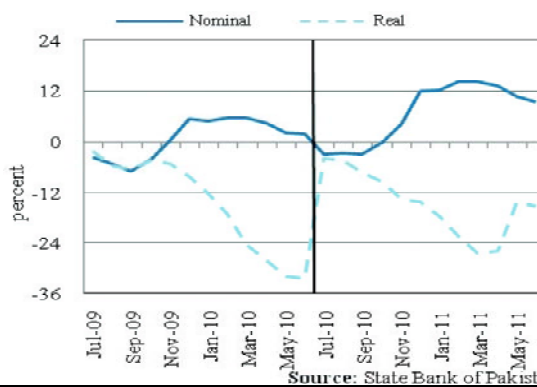
اشیا کی بلند قیمتوں اور توانائی کی قلت کے باعث کاروباری لاگوں میں اضافے کی وجہ سے م س 11ء کے دوران جاری سرمائے کے لیے قرضوں کی طلب کو تقویت ملی۔ مزید برآں، برآمدات کی بالخصوص سال کی دوسری ششماہی کے دوران بھرپور نمونہ بھی جاری سرمائے کے لیے قرضوں کی زائد طلب کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔ نتیجتاً، ان قرضوں میں م س 11ء میں سال بسال 9.5 فیصد کی نمو ہوئی جبکہ گزشتہ سال یہ نمونہ 1.9 فیصد تھی (شکل 5.21)۔ مجموعی طور پر م س 11ء کے دوران جاری سرمائے کے لیے قرضوں میں 20.8 ارب روپے کے اضافے کے مقابلے میں 105.3 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔

شکل 5.22: جاری سرمائے کے لیے قرضے۔ مجموعی بھاؤ



جاری سرمائے کے لیے قرضوں کی نمونہ میں کردار ادا کرنے والے عوامل میں سے ایک قرضوں کے حصول کے دورانیے کے بعد خالص قرضوں کی کم ادائیگی بھی تھا۔ عموماً موسمی قرض گاری کے تحت حاصل کردہ قرضے اسی سال کی دوسری ششماہی میں ادا کیے جاتے ہیں۔ م س 11ء کے دوران یہ چیز اتنے نمایاں طور پر دیکھنے میں نہیں آئی جتنی گزشتہ برسوں میں دیکھی جاتی رہی ہے ماسوا م س 2008ء کے (شکل 5.22)۔ شعبہ وار تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ م س 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران جاری سرمائے کے لیے درکار قرضوں میں قرضے کی خالص توسیع شکر کی صنعت میں مرکوز تھی۔ دراصل م س 11ء کی جنوری تا مارچ کی مدت کے دوران شکر کے تیار کنندگان اداروں کو بہت زیادہ قرضے فراہم کیے گئے جن کا ماہانہ اوسط گزشتہ تین برسوں کے دوران فراہم کیے گئے قرضوں سے کافی زیادہ تھا۔ چنانچہ انڈسٹری نے ادائیگی کے سیزن میں بھی خالص قرضوں میں توسیع دیکھی۔

شکل 5.23: نجی شعبے کو جاری سرمائے کے لیے قرضے

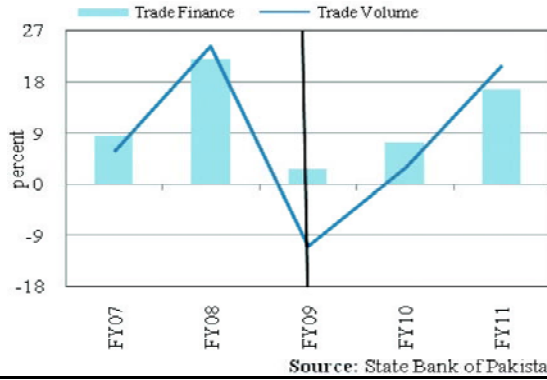


یہ غیر معمولی صورتحال بنیادی طور پر گئے کی زائد قیمتوں اور شکر کے تیار کنندگان اداروں کی جانب سے کاشتکاروں کو غیر ادا شدہ واجبات کی ادائیگی کے باعث رونما ہوئی۔

جاری سرمائے کے قرضوں میں اضافہ اشیا سازی اور بجلی کے شعبوں میں مرکوز رہا۔ ان دونوں شعبوں کو مشترکہ طور پر جاری سرمائے کے مجموعی قرضوں کا 114 فیصد قرضہ دیا گیا۔ رواں قرضے کی بیشتر طلب شکر، ٹیکسٹائل اور خوردنی تیل کے شعبوں سے آئی۔ ان شعبوں کو خام مال، بالخصوص کپاس، گنے، خوردنی تیل، لوہے اور فولاد سے متعلق خام مال کی بڑھتی

¹³ م س 2011ء کے ماہ جون میں غیر ادا شدہ قرضوں اور مجموعی قرضوں کا تناسب 15.4 فیصد کی سطح پہنچ گیا، جو گزشتہ سال کی اسی مدت کی 12.9 فیصد سطح کے مقابلے میں کافی بلند ہے۔

شکل 5.24: تجارتی قرضے اور تجارتی حجم میں باہمی حرکت

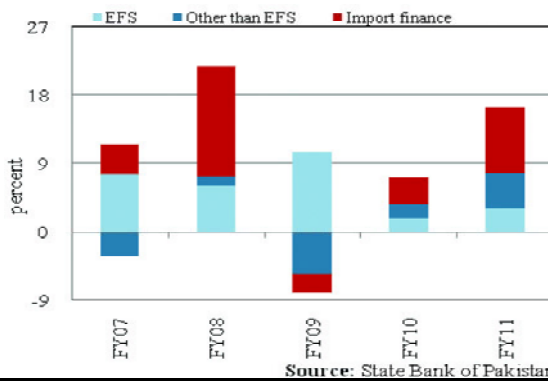


ہوئی قیمتوں کا سامنا تھا۔ خام مال کی زائد قیمتوں کے لیے مطابقت شدہ قرضوں کی نمونہ میں 11ء میں منفی نمونہ ظاہر ہوئی (شکل 5.23)۔ اہم بات یہ ہے کہ خوراک اور ٹیکسٹائل کے شعبوں کو چھوڑ کر جاری سرمائے کے قرضوں میں 10ء کی سطحوں کے مقابلے میں بڑی حد تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

تجارتی مالکاری

تجارتی حجم میں اضافے کے مطابق 11ء کے دوران تجارتی مالکاری میں اضافہ ہوا اور 16.5 فیصد کی ٹھوس نمونہ ظاہر ہوئی جبکہ گذشتہ سال یہ نمونہ 7.2 فیصد تھی (شکل 5.24)۔ زیر جائزہ مدت کے دوران برآمدی اور درآمدی قرضوں دونوں نے اہم کردار ادا کیا۔

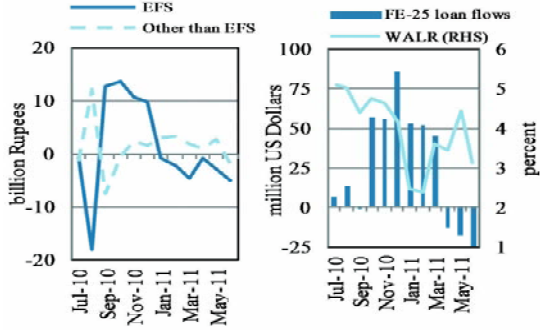
شکل 5.25: تجارتی مالکاری کے عناصر



مجموعی مالکاری کے حوالے سے 11ء میں رعایتی مالکاری (برآمدی مالکاری اسکیم کا زمرہ) میں 5.4 فیصد اضافہ ہوا جبکہ برآمدی مالکاری اسکیم کے سوا دیگر قرضوں (برآمد کنندگان کے لیے ایف ای 25 کے تحت قرضے) میں 11ء کے دوران 40 فیصد کی قابل ذکر نمو ہوئی جبکہ 10ء میں 17 فیصد کی نمو ہوئی تھی (شکل 5.25)۔ برآمد کنندگان کی جانب سے حاصل کردہ بیرونی کرنسی کے قرضوں میں اضافہ بنیادی طور پر ایک نسبتاً مستحکم شرح مبادلہ نیز ملکی اور بیرونی کرنسی کے مابین شرح سود کے فرق کے مشترکہ اثر کے باعث تھا۔ جب ملکی شرح سود میں اضافہ ہوا، بیرونی کرنسی کی بہ وزن اوسط قرض گاری کی شرح فروری 2011ء تک مسلسل کم ہو رہی تھی۔ اس ضمن میں برآمد کنندگان نے فطری طور پر خطرہ شرح مبادلہ کے خلاف پیش بندی کی اور اس دستیاب موقع سے فائدہ اٹھایا۔ تاہم جو بیرونی کرنسی کی قرض گاری کی شرح بڑھنا شروع ہوئی، برآمد کنندگان نے واجب الادا قرضوں کی ادائیگی شروع کر دی (شکل 5.26)۔

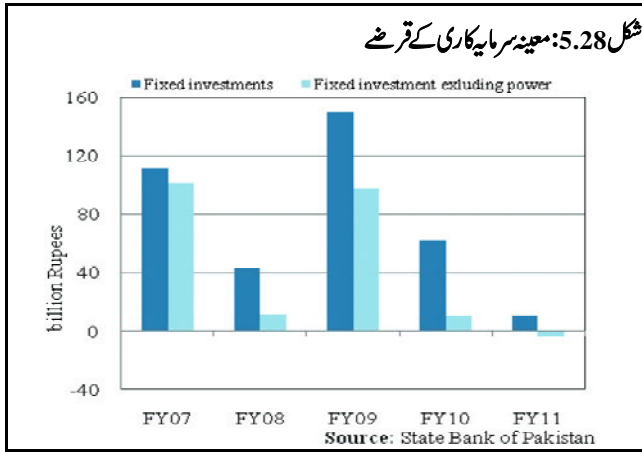
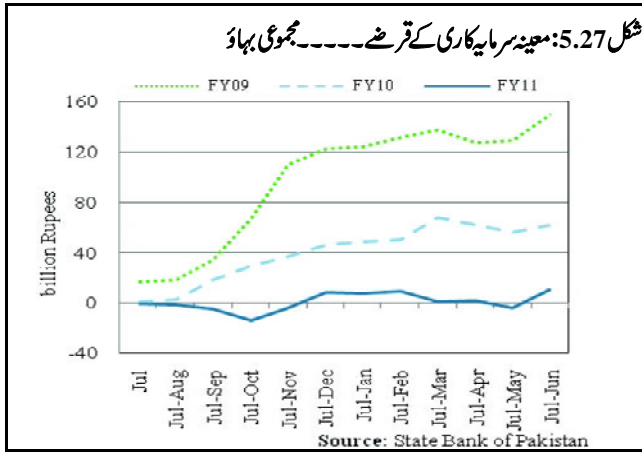
شکل 5.26: ایف ای 25 کے قرضے برعکاس

بیرونی کرنسی کی شرح قرض گاری شرح



تجارتی قرضوں کی شعبہ دار فراہمی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیکسٹائل شعبہ سب سے بڑا استفادہ کنندہ رہا اور اس شعبے نے زیر جائزہ مدت کے دوران تقریباً دو تہائی رعایتی قرضے (برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت) حاصل کیے۔ مزید برآں، رعایتی مالکاری کے علاوہ ٹیکسٹائل شعبے نے 58.6 برآمدی قرضے بھی حاصل کیے جو 11ء کے دوران اس شعبے کی برآمدی کارکردگی کے مطابق تھے۔

تجارتی قرضوں کے زمرے میں اشیاء سازی اور تجارت کے شعبوں نے بھی بیرونی کرنسی کے قرضے درآمدات کے لیے استعمال کیے۔ چونکہ تجارتی شعبے کو قرضوں کی فراہمی میں اضافہ بنیادی طور پر تیار شدہ مصنوعات کی درآمدات میں اضافے کی وجہ سے ہوا تھا، چنانچہ ٹیکسٹائل شعبے کی جانب سے حاصل کردہ درآمدی قرضوں میں اضافہ کپاس کی خریداری پر مرکوز رہا، جس کی بنیادی وجہ کپاس کی بڑھتی ہوئی عالمی قیمتیں تھیں۔ اشیاء کی بلند عالمی قیمتوں کا اثر بنیادی فولاد اور لوہے، خوردنی تیل اور سیمنٹ کی صنعتوں میں بھی دیکھا گیا۔



جدول 5.4: سرمایہ کاری کا بھاؤ - اہم شعبے			
ملین روپے			
میزان	بیرونی سرمائے کا بھاؤ	معینہ سرمایہ کاری	بجلی
38,141.0	23,681.9	14,459.0	
1,706.2	6,572.5	-4,866.4	سینٹ اور سراس
8,928.0	401.2	8,526.8	شکر
268.0	662.0	-394.0	مشروبات
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

دیگر شعبے مثلاً ٹیکسٹائل، برقی مشینری آلات اور ٹیلی مواصلات میں بھی، جن میں معینہ سرمایہ کاری پر مبنی قرضوں میں اضافہ دیکھا گیا تھا، متعلقہ مشینری آلات کی درآمد میں بھی اضافہ دیکھا گیا۔ تاہم اسپننگ اور ٹیکسٹائل کی تکمیل کے ذیلی شعبوں کے لیے معینہ سرمایہ کاری پر مبنی قرضوں کی نمایاں کمی کے اثرات یوٹیلٹی، تیار ملبوسات، اونی ملبوسات اور ٹیکسٹائل کی تیاری کے دیگر ذیلی شعبوں میں سرمایہ کاری کی سرگرمیوں سے زائل ہو گئے۔ شکر سازی کے شعبے میں بھی مئی 11ء کے دوران معینہ سرمایہ کاری کے تحت قرضوں میں 8.5 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔

صارفی قرضے

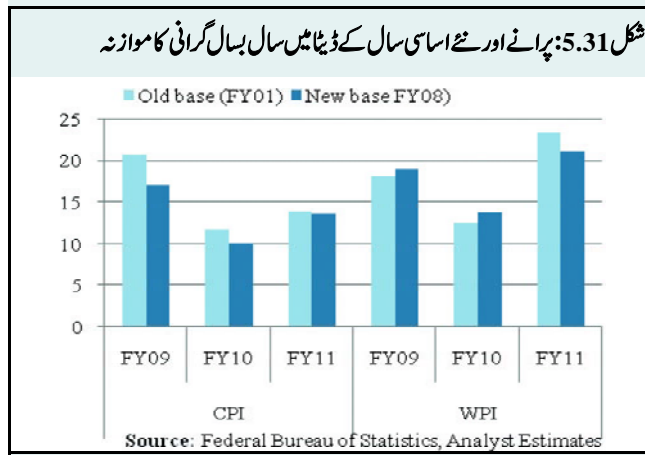
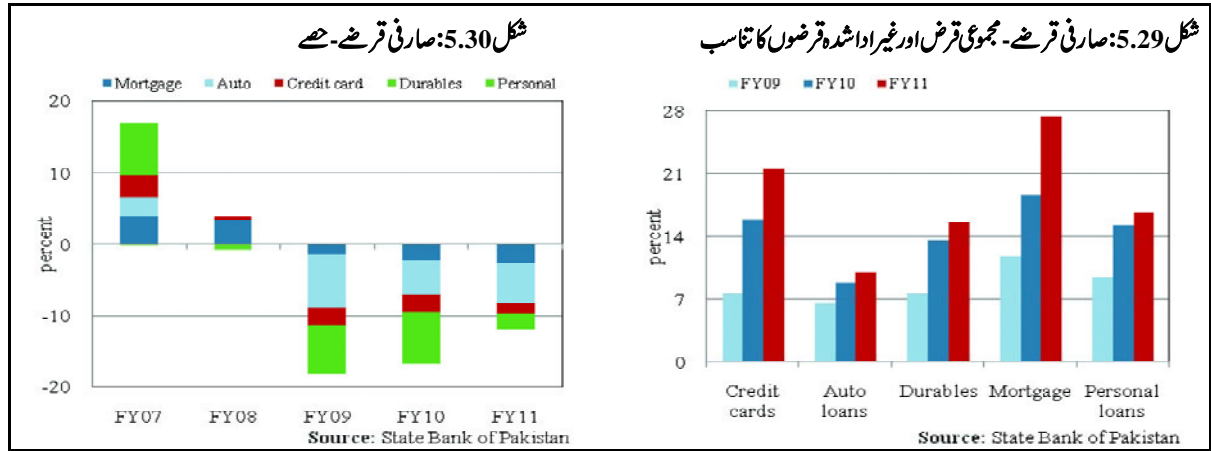
صارفی مالکاری متواتر تیسرے سال کم ہوئی۔ مئی 11ء کے دوران یہ 11.9 فیصد گھٹ گئی جبکہ گزشتہ سال 16.9 فیصد کی کمی ہوئی تھی۔ سود کی زائد شرحوں نے صارفی قرضوں کی

معینہ سرمایہ کاری
رواں مالکاری اور تجارتی قرضوں کے برعکس مئی 11ء میں معینہ سرمایہ کاری کے قرضوں میں شدید کمی واقع ہوئی۔ استعداد کاری کے لیے فراہم کیے جانے والے ان قرضوں میں صرف 1.4 فیصد کا اضافہ ہوا جو گزشتہ پانچ برسوں کے دوران ہونے والی سب سے کم نمو تھی۔

معینہ سرمایہ کاری کے قرضوں کے ماہانہ رجحانات جولائی مئی کی مدت تک معمولی کمی ظاہر کرتے ہیں (شکل 5.27)۔ ماہ جون کے دوران بجلی، کھاد، بنیادی دھاتوں، نیز برقی مشینری، تعمیرات اور ٹیلی مواصلات کے شعبوں کو زیادہ قرضے فراہم کیے گئے، جس کی وجہ سے معینہ سرمایہ کاری پر مبنی مجموعی قرضوں میں اختتام سال پر اضافہ ظاہر ہوا۔ اس ضمن میں خالص قرضوں کی توسیع جون 2011ء میں 15 ارب روپے تھی، جو مئی 11ء کے پہلے گیارہ ماہ میں 4 ارب روپے کے خالص قرضوں کی ادائیگی کے مقابلے میں تھی۔

معینہ سرمایہ کاری پر مبنی قرضوں کی فراہمی میں جون 2011ء میں ٹھوس اضافے کے باوجود مئی 11ء میں ان قرضوں کی مجموعی فراہمی گزشتہ تین برسوں میں ہونے والے اوسط اضافے (45 ارب روپے) سے بہت کم رہی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرضوں کی یہ فراہمی صرف چند شعبوں میں مرکوز رہی۔ بجلی کے شعبے کو مستثنیٰ کر کے مئی 11ء کے دوران معینہ سرمایہ کاری پر مبنی 3.5 ارب روپے کے خالص قرضوں کی مجموعی ادائیگی کی گئی (شکل 5.28)۔

بجلی کے شعبے کی جانب سے مئی 11ء میں حاصل کردہ مجموعی طویل مدتی قرضے مئی 10ء کے مقابلے میں خاصے کم تھے کیونکہ اس شعبے نے بیرونی نجی سرمایہ کاری کے ذریعے بھی سرمایہ حاصل کیا۔ اسی طرح سینٹ اور مشروبات کی صنعتوں نے بھی ملکی ذرائع سے قرض گیری کے بجائے استعداد کاری کے لیے بیرونی سرمائے کی آمد پر انحصار کیا (جدول 5.4)۔



باکس 5.1: قیمت اشاریوں کی نئی اساس

ستمبر 2011ء میں وفاقی دفتر اشاریہ نے قیمتوں کے نئے اشاریے وضع کیے، جن میں مئی 08ء کو اساسی سال بنایا گیا۔ نئی باسٹ میں صارفی اشیا کا وزن ایک فیملی بجٹ سروے سے اخذ کیا گیا ہے، جو وفاقی دفتر اشاریات نے مئی 08ء میں کرایا تھا اور اس میں 65 شہروں کے 50 ہزار سے زیادہ گھرانوں کا احاطہ کیا گیا تھا، نئی اساس کے اعداد و شمار کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

صارف اشاریہ قیمت

☆ نئی اساسی باسٹ میں شامل کی گئی اشیا کی تعداد 487 ہے، جو قبل ازیں 374 تھی۔ ان اشیا کی اقوام متحدہ کی وضع کردہ ایک اسکیم، یعنی 'انفرادی صرف کی بلحاظ مقصد درجہ بندی' (COICOP) (جدول 5.5) کے تحت 12 زمروں میں درجہ بندی کی گئی ہے۔

☆ صارفی اشیا کی نئی باسٹ میں غذائی اشیا کے گروپ کا وزن کم ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقبل میں عمومی گرانی غذائی اشیا کی قیمتوں کے دھچکے برداشت کر سکے گی۔ دوسری جانب ٹرانسپورٹ اور مواصلات کا حصہ بڑھ گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں اضافے کے نئے صارف اشاریہ قیمت گرانی پر زیادہ اثرات مرتب ہوں گے۔

☆ نیا اشاریہ، پرانے اشاریہ کے 35 شہروں کے مقابلے میں 40 شہروں کا احاطہ کرتا ہے۔ آمدنی گروپوں کی تعداد بھی 4 سے بڑھ کر 5 ہو گئی ہے: پہلے گروپ میں 8000 روپے تک ماہانہ آمدنی والے صارفین، دوسرے گروپ میں 12000-8000 روپے، تیسرے گروپ میں 18000-12001 روپے، چوتھے گروپ میں 35000-18001 روپے اور آخری گروپ میں 35000 روپے سے زائد ماہانہ آمدنی والے صارفین شامل ہیں۔

☆ پرانے صارف اشاریہ قیمت میں اشاریہ کرایہ مکان کا تخمینہ تعمیراتی سامان کی قیمت اور مزدوروں کی اجرت کی بنا پر بالواسطہ طور پر لگایا گیا تھا، تاہم نئے اشاریہ میں یہ حقیقی کرایہ مکان سے متعلق سہ ماہی بنیاد پر کرائے جانے والے ایک سروے پر مبنی ہے۔

ماضی قریب میں گرانی میں زیادہ تر اضافہ غذائی اشیا کی قیمتوں کی وجہ سے ہوا اس لیے صارف اشاریہ قیمت کی نئی پیمائش پرانی سیریز کے مقابلے میں پست تر سال بسال گرانی ظاہر کرتی ہے (شکل 5.31)۔

تھوک اشاریہ قیمت

تھوک اشاریہ قیمت کے لیے اشیا کی تعداد 425 سے بڑھ کر 463 کر دی گئی ہے، جن شہروں کا احاطہ کیا گیا، ان کی تعداد بھی 18 سے بڑھ کر 21 کر دی گئی ہے اور اشیا کے زمروں کی بھی اقوام متحدہ کی وضع کردہ اسکیم کے مطابق از سر نو درجہ بندی کی گئی ہے (جدول 5.6)۔ چونکہ مختلف گروپوں کو تھوک ایض کردہ اوزان بھی تبدیل ہو گئے ہیں اس لیے اشیا کے گروپوں کی بنیاد پر تین کردہ مجموعی گرانی بھی مختلف ہے۔

طلب کو حد میں رکھا اور بینک صارفی قرضے کے جز دان کے اندر بڑھتے ہوئے غیر ادا شدہ قرضوں کی بنا پر خطرے کے حامل کاروباری شعبے کو قرضے دینے میں محتاط رہے (شکل 5.29)، خصوصاً خطرے سے پاک حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاری کے مواقع کی موجودگی میں۔

صارفی مالکاری کے شعبے کے ہر زمرے میں گزشتہ تین برسوں کے دوران قرضے کے انفلکشن کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ اس اضافے میں بڑھتے ہوئے غیر ادا شدہ قرضے

جدول 5.5: صاف باسکٹ میں تبدیلیاں			
وزن	میں 08ء کی باسکٹ میں اشیاء کے ذمے	وزن	میں 01ء کی باسکٹ میں اشیاء کے ذمے
34.8343	خوراک اور الکحل سے پاک مشروبات	40.3411	خوراک، مشروبات اور تمباکو
1.4135	الکحل والے مشروبات اور تمباکو		
1.2286	رہنموران اور ہوٹل		
37.4764		40.3411	
7.5708	کپڑے اور جوتے	6.0977	ملبوسات، ٹیکسٹائل اور جوتے
21.81	ہاؤسنگ	23.4298	کرایہ مکان
7.60	پانی، بجلی، گیس اور دیگر ایندھن	7.2912	اینڈھن اور روشنی
29.41	ہاؤسنگ، پانی، بجلی، گیس اور دیگر ایندھن	30.721	
4.2082	فرنیچر اور گھریلو گھنڈا شت کا سامان	3.2862	گھریلو فرنیچر اور ساز و سامان
7.2023	ٹرانسپورٹ	7.3222	ٹرانسپورٹ اور مواصلات
3.2198	مواصلات		
10.4221		7.3222	
2.0227	تفریح و ثقافت	0.8259	سیر و تفریح
3.9431	تعلیم	3.4548	تعلیم
2.755	متفرق اشیاء اور خدمات	5.8788	صفائی ستھرائی اور لانڈری
2.1868	صحت	2.0728	علاج معالجہ
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات			

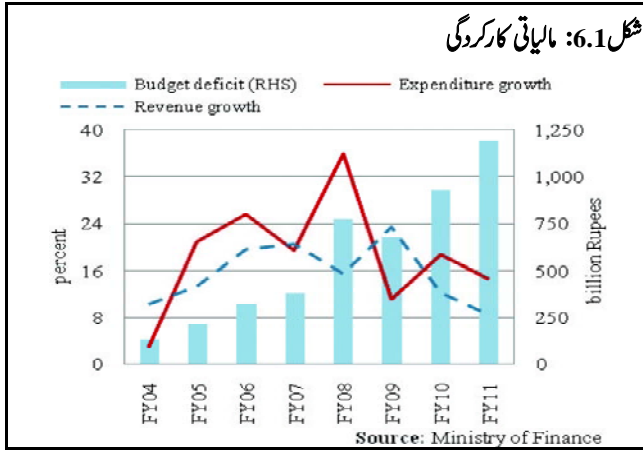
جدول 5.6: تھوک اشاریہ قیمت باسکٹ میں تبدیلیاں			
وزن	میں 08ء کی باسکٹ میں اشیاء کے ذمے	وزن	میں 01ء کی باسکٹ میں اشیاء کے ذمے
25.77	زراعت، جنگل بانی اور فشری پروڈکٹس	42.12	خوراک
31.11	غذائی مصنوعات، مشروبات، تمباکو، ٹیکسٹائل اور ملبوسات	7.99	خام مال
12.04	کچی دھات و معدنیات، بجلی اور گیس	19.29	اینڈھن، روشنی اور برقی کمپنیٹس
22.37	دیگر قابل نقل و حمل اشیاء، ماسوائے دھاتی مصنوعات، مشینری اور آلات	25.87	تیار اشیاء
8.71	دھاتی مصنوعات، مشینری اور آلات	4.73	تعمیراتی خام مال
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات			

اور ماسوائے پائیدار صارفین اشیاء کے ہر زمرے میں کم ہوتی ہوئی قرض گیری شامل ہیں۔ صارفین مالکاری کے تحت صرف پائیدار صارفین اشیاء کا زمرہ ایسا ہے، جس میں ماس 2011ء میں مثبت نمو ظاہر ہوئی۔ تاہم مجموعی جزدان کے حوالے سے اس کا حصہ نہایت قلیل رہا اور مجموعی صارفین قرضوں پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوئے۔

خالص صارفین قرضوں کی ادائیگی کے ضمن میں بڑا حصہ گاڑیوں کے شعبے کی جانب سے آیا (شکل 5.30)۔ گاڑیوں کی فروخت میں اضافے کے باوجود قرضوں کی نمایاں ادائیگی نقد بنیاد پر نمایاں طور پر بڑھتی ہوئی فروخت کی غماز ہے۔ تاہم قرضوں کی فراہمی سے متعلق اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماس 11ء کے دوران صارفین مالکاری میں کچھ بہتری واقع ہوئی۔ نجکاری شدہ بڑے بینکوں میں سے ایک بینک خاص طور پر گاڑیوں کی خرید کے ضمن میں قرض گاری میں بھرپور انداز میں شامل ہے، جس کی گزشتہ دو برسوں کے دوران اس زمرے میں غیر ادائ شدہ قرضوں کی شرح میں کمی کے باعث حوصلہ افزائی ہوئی۔ تاہم واجب الادا قرضوں کے اسٹاک میں واپسی کا مجموعی اثر زیر جائزہ مدت کے دوران مجموعی طور پر تقسیم کردہ قرضوں سے بڑھ گیا۔

6 مالیاتی پالیسی

6.1 عمومی جائزہ



اگرچہ حکومت نے م س 2011ء کے دوران اپنے مجموعی اخراجات میں نمو کو محدود رکھتا تاہم محاصل کی نمو میں زیادہ تیزی سے کمی واقع ہوئی (شکل 6.1)۔ نتیجتاً م س 2011ء میں بجٹ خسارہ جی ڈی پی کے تناسب سے اپنے 4 فیصد ہدف کے مقابلے میں بڑھ کر 6.6 فیصد ہو گیا۔¹

حکومت نے م س 2011ء کے لیے بجٹ کے اہداف کا تعین کرتے وقت نہ صرف اپنے اخراجات میں معقول کمی بلکہ امید افزا ٹیکس اصلاحات کے بل بوتے پر ٹیکس محاصل میں بھی تیزی سے اضافہ (26.2 فیصد) تجویز کیا۔ تاہم، حکومت کو دو مندرجہ ذیل ناسازگار واقعات کی وجہ سے اپنے میزانی منصوبوں میں شدید ناکامی کا سامنا کرنا پڑا:

- الف) فیڈرل بورڈ آف ریونیو تاجر برادری کی مخالفت اور صوبوں کے تحفظات کے باعث ویلیو ایڈڈ ٹیکس (VAT) متعارف نہیں کر سکا۔ بعد ازاں، ایف بی آر نے ریفریڈ جزل سیلر ٹیکس کے نفاذ کی نئی تجویز پیش کی۔ تاہم، اس ضمن میں بھی پارلیمنٹ کی جانب سے قانون سازی نہیں کی جاسکی۔
- ب) ملک میں جولائی اور اگست 2010ء میں شدید سیلاب آیا جن کی وجہ سے سیلاب زدگان کے تحفظ اور آباد کاری کے لیے وسائل کا غیر منصوبہ بند انحصار وقت کا تقاضا تھا۔

مزید برآں، اتحادی سپورٹ فنڈ کے تحت توقع سے کم رقوم کی آمد اور اسٹیٹ بینک کے کم منافع کے باعث مالیاتی دباؤ میں اضافہ ہوا۔ اخراجات کے حوالے سے اگرچہ مجموعی اخراجات پر قابو پایا گیا تھا تاہم حکومت زراعت کو میزانیے میں کی گئی منصوبہ بندی کے مطابق معقول نہیں بنا سکی۔ زراعت کے لیے حقیقی اخراجات م س 2011ء کے لیے مقرر کردہ ہدف 126.7 ارب روپے سے تین گنا زائد تھے۔ شاید اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ یہ زراعت بنیادی طور پر سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کی کمزوریوں کی قیمت چکاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ان اداروں کے استفادہ کنندگان لازماً غریب ہوں۔ اگرچہ حکومت نے بجلی کے نرخ بڑھانے شروع کر دیے تاہم پیداوار کی لاگت اور صارفین سے حاصل ہونے والے محاصل کے مابین فرق ختم کرنے کے لیے یہ کافی نہیں تھا۔² زراعت کے خاتمے کا عمل اتنا سست رفتار تھا کہ اس کے مالیاتی صورتحال پر مطلوبہ اثرات مرتب نہیں ہو سکتے تھے۔

مالیاتی دباؤ سال بھر محسوس کیا گیا، حتیٰ کہ م س 2011ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران کفایت شعاری کے ضمن میں متعدد اقدامات اور محاصل کی تخلیق کے سلسلے میں اضافی حکمت عملیاں متعارف کرانے کے باوجود م س 2011ء کی آخری سہ ماہی میں بجٹ خسارہ جی ڈی پی کا 2.3 فیصد تھا³ جبکہ اس کے مقابلے میں سال کی پہلی تین سہ ماہیوں کے دوران یہ اوسطاً 1.5 فیصد تھا۔

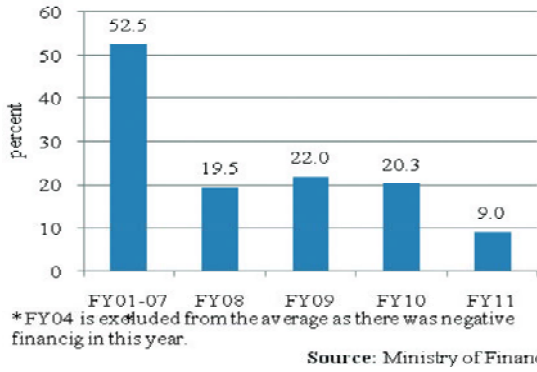
جہاں بجٹ خسارہ ایک مسئلہ تھا، وہیں اس کی مالکاری بھی ایک اور چیلنج تھا۔ حکومت کو بیرونی مالکاری میں 107.7 ارب روپے حاصل ہوئے لیکن یہ سال کے لیے مقرر کردہ 185.8

¹ بجٹ میں خسارے کا اصل ہدف جی ڈی پی کا 4 فیصد تھا۔ تاہم بعد ازاں اس پر سال کے دوران نظر ثانی کر کے برعکس دیا گیا تھا۔

² تفصیلات کے لیے توانائی سے متعلق تیسرا باب ملاحظہ کیجیے۔

³ م س 11ء کی چوتھی سہ ماہی میں بھی بجٹ خسارہ گزشتہ پانچ برسوں کی آخری سہ ماہیوں کے اوسطاً 2 فیصد خسارے سے زیادہ تھا۔

شکل 6.2: بجٹ کی مالکاری میں بیرونی ذرائع کا حصہ



ارب روپے کے ہدف کا صرف 58 فیصد تھا۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ 2007-08ء کے عالمی مالی بحران سے قبل خسارے کی مجموعی مالکاری میں بیرونی فنڈز کا حصہ 50 فیصد سے زائد تھا۔ تاہم اس کے بعد سے اس میں تیزی سے کمی واقع ہوئی اور مئی 2011ء کے لیے یہ صرف 9 فیصد پر آ گیا (شکل 6.2)۔ چنانچہ میزانی مالکاری کا بوجھ ملکی وسائل، بالخصوص بینکاری نظام پر پڑا، جس نے خسارے کی مجموعی مالکاری کی نصف سے زائد مالکاری کی۔

بینکاری نظام کے اندر یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ سال کے دوران مرکزی بینک سے بجٹ کی مالکاری منفی تھی۔ دراصل حکومت نے اسٹیٹ بینک سے قبل ازیں حاصل کردہ قرضے ادا کر دیے۔ تاہم کمرشل بینکوں سے بھاری قرض گیری بھی ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس نہ صرف نجی شعبے کے لیے قرض کی گنجائش ختم ہوتی ہے بلکہ حکومتی قرضے کی تکمیل عرصیت پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ابتدائی طور پر بینکوں کے قلیل مدتی ٹریژری بلز میں فنڈز کم تھے (تفصیلات ملکی اور بیرونی قرضے سے متعلق ساتویں باب میں ملاحظہ کیجیے)۔

مستقبل کے امکانات

حکومت نے بجٹ میں مئی 2012ء کے لیے جی ڈی پی کے 4 فیصد مالیاتی خسارے کے ہدف کا اعلان کیا۔ تاہم مالیاتی استحکام میں معاونت کے لیے مناسب پالیسی اقدامات کے بغیر بجٹ میں مقرر کردہ ہدف کا حصول مشکل معلوم ہوتا ہے۔ سندھ میں سیلاب اور پنجاب میں ڈیہنگی بخار کی طویل لہر نے پہلے ہی مالیاتی وسائل پر دباؤ ڈالا ہے۔ مزید برآں، وفاقی اور صوبائی حکومتوں کا آنے والے سال میں بھی کفایت شعاری کا امکان کم ہے کیونکہ انتخابات قریب آ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں غیر ٹیکس محاصل کا بھی ہدف سے کم رہنا متوقع ہے کیونکہ: (الف) امریکہ سے کشیدہ تعلقات کی وجہ سے اتحادی سپورٹ فنڈ کے تحت رقوم کی آمد غیر یقینی ہے، (ب) متوقع کم ڈسکاؤنٹ ریٹ کی وجہ سے اسٹیٹ بینک کا منافع توقع سے کم ہو سکتا ہے اور (د) قحری جی اے انسوں کی نیلامی کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

6.2 مالیاتی کارروائیوں کی اہم خصوصیات

مئی 2011ء کے دوران اہم مالیاتی اظہاریوں، بشمول مالیاتی توازن، محصولاتی توازن اور بنیادی توازن، سب میں خرابی پیدا ہوئی (جدول 6.1)۔ مئی 2011ء کے دوران مجموعی بجٹ خسارہ بڑھ کر جی ڈی پی کے 6.6 فیصد ہو گیا۔ محاصل کا خسارہ یعنی جاری اخراجات اور مجموعی محاصل کے مابین فرق تیزی سے بڑھ کر مئی 2011ء میں جی ڈی پی کے 3.6 فیصد ہو گیا، جبکہ مئی 2010ء میں یہ 2.1 فیصد تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کو نہ صرف اپنے سرمایہ کاری کے اخراجات بلکہ جاری اخراجات کے جز کی مالکاری کے لیے بھی قرضہ حاصل کرنا پڑا۔ جہاں ایسی بھاری قرض گیری سے حکومت کا بوجھ بڑھتا ہے، وہیں معیشت کی ادائیگی قرض کی صلاحیت بڑھانے میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔⁴ بنیادی توازن کا بھی منفی ہونا تشویشناک ہے، یعنی حکومت اپنے غیر سودی مصارف پورے کرنے کے لیے کافی محاصل تخلیق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔⁵

محاصل کے حوالے سے مئی 2011ء میں ٹیکس اور غیر ٹیکس محاصل، دونوں توقع سے کم رہے۔ مزید برآں، حکومت اپنے ایف بی آر کے نظر ثانی شدہ ٹیکس وصولی کے اہداف کے حصول میں بھی ناکام رہی۔⁶ غیر ٹیکس محاصل کا نتیجہ بھی اسی طرح کا تھا۔ اگرچہ مئی 2010ء میں اسٹیٹ بینک کے منافع کی منتقلی ہدف سے زیادہ تھی جس سے دیگر غیر ٹیکس محاصل میں کمی کی تلافی ہوئی، لیکن مئی 2011ء میں ایسی صورتحال نہیں تھی کیونکہ اسٹیٹ بینک کا منافع توقع سے کم تھا۔

⁴ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو پاکستان قرضے کے جال میں پھنس جائے گا۔

⁵ بنیادی توازن نکالنے کے لیے گزشتہ قرضوں کی سودی ادائیگیاں مجموعی توازن میں سے منہا کی جاتی ہیں اور اس طرح موجودہ مالیاتی سرگرمیوں کی عکاسی ہوتی ہے۔

⁶ پاکستان کی مالیاتی کارروائیوں کی ایک مستقل خصوصیت بن گئی ہے کہ بجٹ کی منصوبہ بندی کرتے وقت ایف بی آر کی جانب سے ٹیکس وصولی کا بہت اونچا ہدف مقرر کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں، اس پر سال کے دوران اور اختتام سال پر متعدد بار نظر ثانی کی جاتی ہے لیکن یہ نظر ثانی شدہ ہدف بھی حاصل نہیں ہو پاتا۔

جدول 6.1: مجموعی سرکاری مالیات کا خلاصہ						
ارب روپے						
میں 08ء	میں 09ء	میں 10ء	میں 11ء	بجٹ تخمینہ میں 11ء	بجٹ تخمینہ میں 12ء	مجموعی حاصل:
1,499.40	1,850.9	2,078.2	2,252.9	2,574.4	2,870.5	نیکس حاصل
1065.2	1316.7	1,472.80	1699.3	1,858.7	2151.2	غیر نیکس وصولیاں
434.2	534.2	605.3	553.5	715.6	719.3	مجموعی اخراجات
2,276.50	2,531.3	3,007.2	3,447.3	3,259.3	3,721.2	جاری
1,857.6	2,041.6	2,386.0	2,900.8	2,519.1	2,976.3	ترقیات اور خالص قرض گاری
423.4	455.7	652.8	514.0	740.1	744.9	غیر متعین
-4.4	34.0	-31.6	32.5	0.0	0.0	مجموعی خسارہ
777.2	680.4	929.1	1194.4	684.9	850.6	مالکاری بذریعہ:
151.3	149.7	188.9	107.7	185.8	134.5	بیرونی ذرائع
624.2	530.2	740.2	1086.7	499.1	716.1	داخلی ذرائع
519.9	305.6	304.6	615.1	166.5	303.5	بینکاری نظام
104.3	223.8	435.6	471.6	332.6	412.6	غیر بینک
1.7	1.3	-	-	-	-	نچکاری کی آمدنی
						بی ڈی پی کی شرح فیصد کے مطابق
-7.6	-5.3	-6.3	-6.6	-4.0	-4.0	مجموعی مالیاتی توازن
-3.5	-1.5	-2.1	-3.6			محاصل کا توازن
-2.8	-0.3	-2.0	-2.7			ابتدائی توازن
ماخذ: وزارت خزانہ						

اخراجات کے حوالے سے مالی سال کے آغاز میں سیلاب کی مد میں اخراجات، امن و امان کی صورت حال کا دباؤ اور بجٹ سے زیادہ زراعت، یہ سب بجٹ خسارے کے ہدف سے خلاف ورزی کا باعث بنے۔ زراعت کا ہدف 126.7 ارب روپے مقرر کیا گیا تھا، جبکہ اصل فراہمی 395.8 ارب روپے تھی۔⁷

حکومت نے بجٹ خسارہ کم کرنے کے لیے ترقیاتی اخراجات میں ایک بڑی تخفیف کا اعلان کیا اور مجموعی طور پر 120 ارب روپے کے اخراجات کی بچت کے لیے مارچ 2011ء میں کفایت شعاری پر مبنی اقدامات اختیار کیے۔ ان اقدامات میں اسٹیشنری، سفر اور پٹرول کے استحقاق سے متعلق اخراجات میں پچاس فیصد کمی، نیز نئی بھرتیوں اور پائیدار اشیا کی خریداری پر پابندی شامل تھی۔ تاہم ان کوششوں کے باوجود مالیاتی خسارہ بڑھ کر 1,194.4 ارب روپے ہو گیا جو سال کے لیے مقرر کردہ ہدف سے تقریباً 74.4 فیصد اور گزشتہ سال کے اصل خسارے سے 28.6 فیصد زیادہ تھا۔ مالیاتی صورتحال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اور اس میں اصلاح صرف اس طرح ممکن ہے کہ محاصل میں اضافے کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ٹیکس نیٹ میں لانے کے سلسلے میں سخت اقدامات کیے جائیں۔

6.3 محاصل

گزشتہ برسوں کے رجحان کے مطابق مئی 2011ء میں بھی محاصل کی وصولی اپنے ہدف سے کم رہی۔ دراصل حکومت نے محاصل کا ہدف 1,858.7 ارب روپے مقرر کیا تھا جس کا 90 فیصد فیڈرل بورڈ آف ریونیو کی جانب سے وصول کیا جاتا تھا۔⁸ اگرچہ ایف بی آر کی جانب سے وصول کیے جانے والے محاصل کے ہدف پر بعد ازاں نظر ثانی کر کے اسے 1,667.0 ارب روپے سے 1,588.0 ارب روپے کر دیا گیا تھا۔ تاہم یہ بھی حاصل نہ ہو سکا۔ گزشتہ سال کے تقابلی جائزے سے بھی مایوس کن صورتحال کی عکاسی ہوتی ہے۔ گزشتہ سال ٹیکس محاصل کا ہدف حاصل نہ ہوا جبکہ غیر ٹیکس محاصل کا ہدف حاصل ہو گیا۔ تاہم مئی 2011ء کے دوران ٹیکس محاصل اور غیر ٹیکس محاصل، دونوں ہی اپنے اہداف سے کم تھے۔

⁷ ملاحظہ کیجیے وفاقی بجٹ 2011-12ء کا خلاصہ، جدول 27، نظر ثانی شدہ کالم 2010-11ء۔

⁸ اگرچہ صوبوں کو اقتصادی سرگرمیوں، بالخصوص خدمات پر ٹیکس عائد کرنے کا اختیار ہے۔ تاہم ان میں استعداد کا شدید فقدان ہے۔ چنانچہ ملک ٹیکس وصولی کے لیے ایف بی آر پر انحصار کرتا ہے۔

ٹیکس محاصل کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلا واسطہ ٹیکسوں، سیلز ٹیکس اور پیرو لیم پر عائد شدہ ترقیاتی محصول کی وصولی ابتدائی تخمینوں سے کم تھی، پیرو لیم ڈیولپمنٹ ایوی کی وصولی تو گزشتہ سال سے بھی کم تھی (جدول 6.2)۔ ہائی اسپڈ ڈیزل اور موٹر اسپرٹ کی عالمی قیمتوں کے اثرات کم کرنے کے لیے حکومت نے ان پر سال کی دوسری ششماہی کے دوران پی ڈی ایل کی شرح کم کر دی۔ اگرچہ اس اقدام سے ملکی قیمتیں کم سطح پر برقرار رہیں تاہم پی ڈی ایل کی وصولی میں نموبھی سست رفتار ہوئی۔ اکٹم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کے حوالے سے ملک میں تنگ محصولاتی اساس اور ٹیکس چوری کے رجحانات محاصل کی وصولی کے سلسلے میں بدستور چیلنجوں کا باعث بنے رہے۔ چنانچہ مجموعی ٹیکس محاصل گزشتہ سال کے مقابلے میں 15.4 فیصد شرح نمو کے ساتھ 1,699.3 تک پہنچ گئے۔

جدول 6.2: ٹیکس اور غیر ٹیکس محاصل کی ہیئت ترکیبی						
ارب روپے						
م 10ء						
م 11ء						
مجموعی	پچھلی سرمایہ	تیسری سرمایہ	دوسری سرمایہ	پہلی سرمایہ	مجموعی	
1699.3	581.8	396.0	404.3	317.3	1472.8	ٹیکس محاصل
594.7	220.5	135.1	144.7	94.4	528.6	بلا واسطہ محصولات
3.8	0.1	-0.1	1.7	2.1	5.7	جائداد پر ٹیکس
774.4	256.3	178.4	182.8	156.9	641.5	اشیا اور خدمات پر ٹیکس
185.4	57.8	47.1	44.1	36.5	161.5	عالمی تجارت پر ٹیکس
82.7	26.1	21.2	20.1	15.3	88.7	پیٹرولیم پر ٹیکس
58.2	20.9	14.3	11.0	12.0	46.8	دیگر محصولات
553.5	175.8	109.6	185.2	82.9	605.3	غیر ٹیکس محاصل
11.3	4.6	1.7	4.6	0.5	10.5	سود
50.6	21.1	12.1	17.0	0.5	52.8	منافع منقسمہ
181.0	56.0	45.0	40.0	40.0	233	اسٹیٹ بینک کے منافع جات کی منتقلی
70.7	2.2	1.6	65.5	1.4	115.6	دفاع
30.4	8.5	4.5	12.3	5.0	25.9	ٹیکس پر ترقیاتی سرچارج
35.9	19.0	6.4	7.5	3.0	12.5	خوردنی تیل پر برقرار رکھا گیا ڈسکاؤنٹ
59.1	18.2	14.3	7.0	19.6	33	ٹیکس اور تیل پر راکٹ
114.4	46.3	24.0	31.2	12.9	122	متفرق
2252.9	757.6	505.6	589.5	400.1	2078.2	مجموعی محاصل

ماخذ: وزارت خزانہ

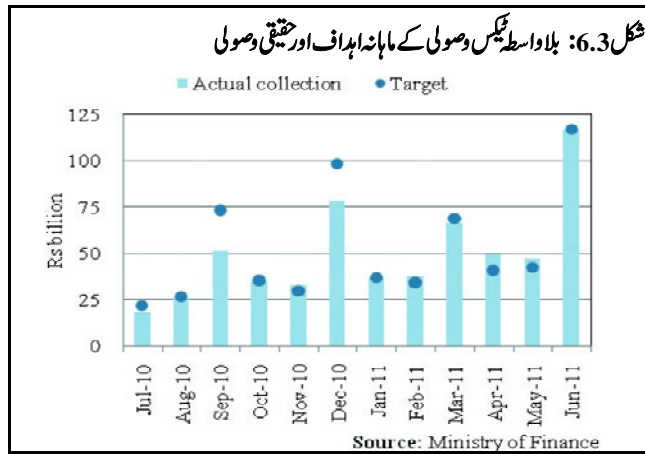
فیڈرل بورڈ آف ریونیو کے محصولات

ایف بی آر متواتر تیسرے سال ٹیکس وصولی کے ہدف کے حصول میں ناکام رہا۔ ایف بی آر کو کم س 2011ء کے دوران اپنا ہدف حاصل کرنے کے لیے ٹیکس وصولی میں 19.6 فیصد نمو کی ضرورت تھی۔ تاہم ٹیکس وصولی میں حقیقی اضافہ 16.8 فیصد ہوا (جدول 6.3)۔ واضح رہے کہ یہ نامیہ جی ڈی پی نمو کے 6 فیصدی درجے سے بھی کم تھا جس سے ٹیکسوں کی نمو کی کم صلاحیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔⁹ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ م س 2011ء کے دوران بڑے پیمانے پر استثناء، رساؤ، ٹیکس سے متعلق قوانین کے غیر موثر نفاذ اور ٹیکس عائد کرنے والے حکام اور ٹیکس ادا کرنے والوں کے درمیان عدم اعتماد کی وجہ سے ٹیکس وصولی محصولاتی اساس میں توسیع سے ہم آہنگ نہیں ہو سکی۔

اپنے ہدف کے حصول کے لیے ایف بی آر نے ویلیو ایڈڈ ٹیکس متعارف کرانے، استثناء کے خاتمے اور دستاویزیت میں اضافے سمیت متعدد ٹیکس اصلاحات کی منصوبہ بندی کی۔ تاہم مختلف مفادات کے حامل گروپوں کی جانب سے شدید دباؤ کے باعث اسے ٹیکس اصلاحات سے متعلق اپنی مہم تقریباً ترک کرنا پڑی۔ اگرچہ ویلیو ایڈڈ ٹیکس کا نام تبدیل کر کے ریٹائرڈ جنرل سیلز ٹیکس رکھا گیا۔ تاہم اس کا نفاذ عمل میں نہ آ سکا۔ چنانچہ محاصل میں کمی کے پیش نظر ایف بی آر نے سال کی آخری سرمایہ میں چند عارضی اقدامات کیے لیکن ان کوششوں کے باوجود یہ سال کے اختتام پر اپنے ٹیکس وصولی کا ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

⁹ گزشتہ دہائی (2000-10ء) کے دوران ایف بی آر کے مجموعی ٹیکسوں میں ایک پونٹ کی نمو ہوئی (اوسطاً)، یعنی ٹیکس وصولی اسی شرح سے بڑھ رہی تھی، جس سے محصولاتی اساس۔

جدول 6.3: جولائی جون کے دوران ایف بی آر کی جانب سے ٹیکس وصولی (خالص)							
ارب روپے							
سال بیکل فیصد تبدیلی		سالانہ ہدف کی فیصد		خالص وصولی		سالانہ ہدف	
میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء نظر ثانی شدہ	میں 10ء
14.5	19.5	96.1	93.0	602.5	526.0	626.9	565.6
19.2	11.6	99.5	98.4	955.6	801.4	960.8	814.4
22.7	14.2	96.8	103.4	633.4	516.3	654.6	499.9
10.1	6.2	103.4	81.7	137.4	124.8	132.9	152.8
15.3	8.0	106.7	98.8	184.9	160.3	173.3	162.2
17.4	14.6	98.1	96.2	1558.0	1327.4	1,587.7	1380.0
ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو							



بلا واسطہ ٹیکس وصولی
 ستمبر اور دسمبر کے استثناء کے ساتھ مئی 2011ء کے دوران بلا واسطہ ٹیکس وصولی کے ماہانہ اہداف کامیابی سے حاصل ہوئے۔ تاہم ان دو مہینوں میں کمی پورے سال کے ہدف میں خاصا بڑا رساؤ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی (شکل 6.3)۔ بلا واسطہ ٹیکسوں کی وصولیوں میں اضافے کے لیے ایف بی آر انتظامیہ نے انکم ٹیکس گوشوارے جمع کرانے کی آخری تاریخ بار بار ملتوی کی اور یکبارگی فلد سرچارج متعارف کرایا، جو 15 مارچ سے 30 جون 2011ء تک کی مدت کے دوران 15 فیصد کی شرح سے آمدنی اور ود ہولڈنگ ٹیکس پر لاگو تھا۔ اس کے باوجود سالانہ وصولی ہدف سے 24.4 ارب روپے کم رہی۔

جدول 6.4: جولائی جون کے دوران بلا واسطہ ٹیکس وصولی (خالص)			
ارب روپے			
فیصد نمو		وصولی	
میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 10ء
21.8	15.0	513.0	421.1
24.8	21.6	308.6	247.2
44.0	-5.7	19.5	13.6
15.3	8.0	184.9	160.3
16.4	8.0	442.5	380.3
20.7	8.1	324.7	269.1
5.9	7.9	117.8	111.2
19.2	11.6	955.6	801.4
ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو			

بلا واسطہ ٹیکسوں کی وصولی
 بلا واسطہ ٹیکسوں کی وصولی مئی 2011ء کے دوران 955.6 ارب روپے رہی جو گذشتہ سال کے مقابلے میں 19.6 فیصد زیادہ تھی۔ اگرچہ اجناس کی پیداوار کا ملکی شعبہ سیلاب اور توانائی کی رکاوٹوں کی وجہ سے دباؤ کا شکار رہا۔ تاہم درآمدات میں اضافہ بلا واسطہ ٹیکس وصولی کی نمو میں تقویت کا باعث بنا (جدول 6.4)۔

اگرچہ فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی اور کسٹم ڈیوٹی کی مد میں وصولی ہدف سے 16.4 ارب روپے تجاوز کر گئی لیکن سیلز ٹیکس کی وصولی ہدف سے 21.8 ارب روپے کم ہوئی۔ تاہم مئی 2011ء میں سیلز ٹیکس میں نومبر 2010ء سے زیادہ تھی۔ ہدف حاصل نہ ہونے کی وجہ یہ تھیں کہ سال کے آغاز میں ہی زیادہ ہدف رکھا گیا اور سال کے دوران باضابطہ اصلاحات متعارف نہیں کرائی جاسکیں۔

سیلز ٹیکس وصولی کے درآمدی جز میں درآمدات کی روپیہ مالیت میں ٹھوس نمو کی بنا پر 24.8 فیصد نمو ہوئی۔ پٹرولیم مصنوعات اور خوردنی تیل درآمدات پر سیلز ٹیکس وصولی کا اہم ترین ذریعہ رہے۔ سیلز ٹیکس وصولی کے ملکی جز کے اندر پٹرولیم مصنوعات، ٹیلی مواصلات، خدمات، قدرتی گیس، شکر اور سگریٹ سے سب سے زیادہ حصہ آیا۔ ملکی ٹیکس وصولی کو مارچ 2011ء میں محاصل کے ضمن میں کیے جانے والے اقدامات کے اعلان سے بھی فائدہ پہنچا، جب شکر کی منڈی کی قیمت پر سیلز ٹیکس کا اطلاق کیا گیا۔¹⁰ مزید برآں، کھاد، کپڑے مار

¹⁰ اس سے قبل شکر کی قیمت 28.9 روپے فی ٹن کو فرض کر کے اس پر 8 فیصد کی شرح سے سیلز ٹیکس قابل اطلاق تھا۔

ادویہ اور ٹریڈر پریسنگس، مشینری اور آلات، بشمول پرزہ جات پر زیوریننگ کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کا حصہ 137.2 ارب روپے تھا، جو ہدف سے 4.3 ارب روپے زیادہ تھا۔ مارچ 2011ء کے دوران ایف بی آر نے اسپیشل ایکسائز ڈیوٹی کی شرح ایک فیصد سے بڑھا کر 2.5 فیصد کر دی جس سے فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کی وصولی میں اضافہ ہوا۔ ایف ای ڈی کی مجموعی ملکی وصولی میں سگریٹ، تمباکو، سینٹ اور خدمات کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔

درآمدات کی روپیہ مالیت میں اضافے کے نتیجے میں ہدف سے بڑھ کر وصولی ہوئی اور کسٹم ڈیوٹی کی وصولی بھی بڑھی۔ م 11ء میں بالخصوص پیٹرولیم مصنوعات، خوردنی تیل اور گاڑیوں (ریلوے کے سوا) کی مدوں میں کسٹم ڈیوٹی کی وصولی سب سے زیادہ ہوئی۔

غیر ٹیکس محاصل

دوسری جانب م 2011ء میں 553.5 ارب روپے کی رقم تھی، جو نہ صرف گزشتہ سال سے کم تھی بلکہ م 2011ء کے لیے مقرر کردہ ہدف سے بھی کم تھی۔ غیر ٹیکس محاصل کا سب سے بڑا جز اسٹیٹ بینک کا منافع ہے، جو سال کے لیے مقرر کردہ 185.0 ارب روپے سے 4.0 ارب روپے کم تھا۔ دوسرا سب سے بڑا ذریعہ اتحادی سپورٹ فنڈ تھا۔ اتحادی سپورٹ فنڈ کے تحت وصولیاں 70.7 ارب روپے تھیں، جبکہ ان کا ہدف 133.5 ارب روپے تھا۔ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات میں تغیر اور امریکہ کی ملکی مالی مشکلات کے سبب پاکستان کو دسمبر 2010ء کے بعد اتحادی فوجوں کو لاجسٹک سپورٹ کے لیے کی جانے والی ادائیگیوں کی مد میں کوئی رقم وصول نہیں ہوئی۔ غیر ٹیکس محاصل کی دیگر مدوں، مثلاً پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی سے حاصل ہونے والا منافع اور اوجی ڈی سی ایل، پاک عرب ریفرنسز لمیٹڈ اور پی ایس او سے حاصل ہونے والا منافع منقسمہ بھی مقررہ ہدف سے کم تھا۔

6.4 اخراجات

مجموعی اخراجات میں م 2011ء کے دوران 14.6 فیصد اضافہ ہوا، جس کا محرک خاص طور پر جاری اخراجات میں اضافہ ہے۔ 21.6 فیصد اضافے کے ساتھ جاری اخراجات م 2011ء کے بجٹ میں مقرر کردہ ہدف سے 15.2 فیصد تجاوز کر گئے۔ دوسری جانب ترقیاتی اخراجات میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 21.2 فیصد کمی واقع ہوئی اور بجٹ میں مقرر کردہ ہدف سے 30 فیصد کمی ہوئی (جدول 6.5)۔

جاری اخراجات میں سب سے زیادہ اضافہ زراعت میں ہوا، جو م 2011ء میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 70 فیصد زائد تھا۔ حکومت نے سال کے آغاز میں مجموعی زراعت کا ہدف 126.7 ارب روپے مقرر کیا تھا۔ تاہم سال کے دوران اصل زراعت 395.8 ارب روپے فراہم کیا گیا، جو مقررہ ہدف سے تین گنا زیادہ تھا۔ اس زراعت کا 80 فیصد بجلی کے شعبے کو فراہم کیا گیا جس میں م 2011ء میں 120 ارب روپے کی یکبارگی ادائیگی بھی شامل ہے، جو گردش قرضے کے مسئلے کے جزوی تھینے کے لیے کی گئی۔

اگرچہ زراعت، جو مجموعی جاری اخراجات کا 13.6 فیصد ہے، کو کم کرنا ممکن ہے تاہم سودی ادائیگیوں اور دفاعی اخراجات سمیت جاری اخراجات کی دیگر مدیں غیر چلکار ہیں اور ان میں کمی مشکل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان دونوں مدوں میں پاکستان میں 40 فیصد سے زائد جاری اخراجات کا حصہ ہوتا ہے۔ جاری اخراجات میں چلک نہ ہونے کے باعث مالیاتی استحکام کے لیے چیلنج پیدا ہوتے ہیں، جن کے نتیجے میں مطابقت کا بوجھ عموماً ترقیاتی اخراجات پر آتا ہے۔

م 2011ء میں بالکل یہی صورتحال تھی۔ چونکہ م 2010ء کے سیلاب کے نتیجے میں پہنچنے والے شدید معاشی دھچکے سے نمٹنے کے لیے حکومت کے پاس مالیاتی گنجائش کم تھی اور بیرونی امداد کافی تھی، چنانچہ اسے ترقیاتی منصوبوں میں سے سیلاب سے متعلق امدادی کارروائیوں کے لیے رقوم مختص کرنا پڑیں۔ اگرچہ اس حکمت عملی سے حکومت کو بحالی کی کوششوں میں مدد ملی، تاہم ترقیاتی اخراجات میں 17.5 فیصد کی شدید کمی واقع ہوئی۔ م 2010ء میں یہ اخراجات 613.4 ارب روپے تھے اور م 2011ء میں گھٹ کر 506.1 ارب روپے ہو گئے۔

جدول 6.5: اخراجات کے اجزاء					
ارب روپے					
مطلق تبدیلی					
م 11ء بجٹ تخمینہ	م 10ء	م 11ء بجٹ تخمینہ	م 11ء	م 10ء	
381.7	514.8	2519.1	2900.8	2,386.0	جاری
275	233.6	1159	1434	1,200.4	عام خدمات
-0.6	55.7	698.6	698	642.3	سودی ادائیگیاں
15.9	31.9	90.7	106.6	74.7	پینشن
59.3	-18.4	172.8	232.1	250.5	غیر سرکاری اداروں کو گرانٹ*
200.4	164.4	196.9	397.3	232.9	دیگر عام خدمات**
8.4	75.6	442.2	451	375	دفاع
12.9	14.7	51.3	64.2	49.5	امن عام اور حفاظتی امور
62.7	185.5	750.0	812.7	627.2	صوبائی
22.6	5.3	116.6	139.2	133.9	دیگر
-227.4	-107.3	733.5	506.1	613.4	ترقیات
-148.5	-56.4	610	461.5	517.9	سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام
-54.1	-43.6	270	215.9	259.5	وفائی***
-94.4	-12.8	340	245.6	258.4	صوبائی
-78.9	-50.9	123.5	44.6	95.5	دیگر
* اس مد میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے اخراجات بھی شامل ہیں۔					
** اس مد میں جاری زراعت پر اخراجات شامل ہیں۔					
*** خالص میں صوبوں کو ترقیاتی گرانٹ شامل نہیں ہے۔					

6.5 صوبائی مالیاتی کارروائیاں

محاصل کی نمو میں تیزی کے نتیجے میں صوبوں کے مجموعی مالیاتی توازن میں 134.5 ارب روپے کی فاضل رقم آئی۔ محاصل میں اس نمو کا سبب ساتواں این ایف سی ایوارڈ تھا جس کے نتیجے میں مجموعی محاصل میں صوبوں کا حصہ بڑھ گیا۔ م 2010ء میں یہ حصہ 45 فیصد تھا، جو م 2011ء میں 56 فیصد ہو گیا۔ صوبوں کے ٹیکس محاصل میں بھی 17.9 فیصد نمو ہوئی جبکہ اس کے مقابلے میں گزشتہ سال ان میں 18.9 فیصد نمو ہوئی تھی۔

محاصل کی تخلیق کے حوالے سے سندھ نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے م 2011ء کے دوران ٹیکسوں کی مد میں 27.5 ارب روپے حاصل کیے جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 5.9 ارب روپے زیادہ تھے۔ اس کے بعد پنجاب نے ٹیکس محاصل کی مد میں 2.7 ارب روپے اضافی حاصل کیے۔

م 2011ء میں صوبائی اخراجات کی نمو 19 فیصد تک محدود رہی جو گزشتہ سال سے معمولی سے زیادہ تھی۔ تاہم یہ تخفیف ترقیاتی اخراجات میں کمی کے باعث تھی، جس کی 5 فیصد منفی نمو ظاہر ہوئی ورنہ اخراجات میں گزشتہ سال کے مقابلے میں دگنا نمو ہوئی۔

صوبہ وارانہ جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرح فیصد کے حوالے سے سب سے زیادہ اضافہ بلوچستان کے جاری اخراجات میں ہوا جبکہ مطلق لحاظ سے پنجاب کے جاری اخراجات سب سے زیادہ رہے۔ ترقیاتی اخراجات کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان نے اس مد میں گزشتہ سال سے زیادہ رقم صرف کیں، جبکہ دیگر دو صوبوں نے ترقیاتی مقاصد کے لیے گزشتہ سال سے کم رقم مختص کیں۔ پنجاب اور سندھ میں 2010ء کے وسط میں شدید سیلاب کی وجہ سے ترقیاتی کاموں کے لئے مختص رقم سیلاب سے متعلق امدادی سرگرمیوں کے لیے از سر نو مختص کرنی پڑیں۔

مالیاتی توازن کے حوالے سے خیبر پختونخوا کے بجٹ میں سب صوبوں کے مقابلے میں زیادہ فاضل رقم آئی اس کے بعد پنجاب کے حصے میں فاضل رقم آئی۔ خیبر پختونخوا کی اس مد میں حاصل کردہ فاضل رقم سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبائی حکومت نے جاری اخراجات میں مناسب حد تک کمی کی ہے۔ خیبر پختونخوا میں جاری اخراجات میں 19 فیصد کا اضافہ ہوا جبکہ دیگر تین صوبوں جاری اخراجات میں اوسطاً 37.1 کا اضافہ ہوا۔

جدول 6.6: صوبائی مالیات							
ارب روپے							
پنجاب		سندھ		خیبر پختونخوا		بلوچستان	
میں 10ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 11ء
401.7	531.0	241.0	330.7	152.3	223.8	81.0	125.9
325.1	460.8	188.4	279.9	80.1	157.9	40.0	100.7
29.9	32.6	21.6	27.5	2.3	3.5	1.0	1.0
28.3	24.0	13.2	11.5	24.1	25.1	2.3	1.7
18.4	13.6	17.8	11.9	45.8	37.2	37.8	22.5
435.5	482.9	251.5	310.2	142.0	173.4	75.6	110.3
303.2	375.5	184.6	248.0	102.3	121.7	56.1	85.9
132.3	107.4	66.9	62.2	39.7	51.7	19.5	24.3
-33.8	48.1	-10.5	20.5	10.3	50.3	5.4	15.6
ماخذ: وزارت خزانہ							

6.6 مالیاتی ذمہ داریوں کی صوبوں کو منتقلی¹¹

پاکستان کے آئین میں اٹھارہویں ترمیم اپریل 2010ء میں منظور کی گئی جس کی رو سے مالیاتی انتظامی اور قانون سازی کے اختیارات وفاقی حکومت سے صوبوں کو منتقل کر دیے گئے، جو صوبائی خود مختاری میں اضافے کی ایک کوشش تھی۔ مذکورہ ترمیم کی منظوری کے بعد مختلف وزارتوں اور محکموں کی صوبوں کو منتقلی کی منصوبہ بندی اور اس پر عملدرآمد کے سلسلے میں ملٹی پارٹی اپیلی مین ٹیشن کمیشن تشکیل دیا گیا۔

18 ویں ترمیم سے قبل مرکز اور صوبوں کے درمیان قانون سازی کے اختیارات کا احاطہ 1973ء کے آئین کی دو فہرستوں میں کیا گیا تھا، یعنی فیڈرل لسٹ

(حصہ اول اور دوم) اور کنکرنٹ لسٹ (جدول 6.7)۔ ایسا کوئی معاملہ، جو ان دونوں فہرستوں میں شامل نہیں تھا، اسے باقی ماندہ معاملہ تصور کر کے صوبوں پر چھوڑ دیا گیا۔

18 ویں ترمیم کی رو سے کنکرنٹ لسٹ منسوخ کر دی گئی اور فیڈرل لسٹ حصہ اول سے بعض امور کو حذف کر کے باقی ماندہ معاملات قرار دے دیا گیا۔ مزید برآں، مذکورہ ترمیم کی رو سے بعض امور حصہ اول سے حصہ دوم میں منتقل کر دیے گئے۔ اس طرح مرکزی حکومت کے مخصوص دائرہ اختیار میں معاملات کی تعداد کم ہو گئی۔ اس کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ اب صوبے زیادہ تر معاملات خود انجام دیتے ہیں اور وفاقی حکومت صرف چند پالیسی فیصلوں کی ذمہ دار ہے۔

زیادہ صوبائی خود مختاری معاشی ترقی کے حوالے سے بھی اہم ہے۔ اب صوبے نمو اور استحکام کی پالیسیوں پر پیش رفت کی پوزیشن میں ہیں۔ اس ضمن میں اختیارات کی منتقلی کی چند تفصیلات، بالخصوص صوبوں کی مالی پوزیشن پر اس کے اثرات کا ادراک ضروری ہے کیونکہ اب وہ ان ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہیں، جو ان کو سونپی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض تفصیلات پر ذیل میں روشنی ڈالی جاتی ہے:

¹¹ نوٹ: یہ سیکشن اس تجزیہ کار کے خیالات کی عکاسی کرتا ہے جس نے تجزیہ کیا ہے۔ اسے اسٹیٹ بینک کا نقطہ نظر تصور نہ کیا جائے۔

جدول 6.8: صوبوں کو خطی گئی وزارتوں کی فہرست	
پہلا مرحلہ	
1	مقامی حکومت اور دیہی ترقی
2	آبادی و بہبود
3	خصوصی امور
4	امور نو جوانان
5	زکوٰۃ و عشر
دوسرا مرحلہ	
6	ثقافت
7	تعلیم
8	گلابانی اور ذریعہ پیدائش
9	سماجی بہبود اور خصوصی تعلیم
10	سیر و سیاحت
تیسرا مرحلہ	
11	ماحولیات
12	صحت
13	محنت و افرادی قوت
14	اقلیتی امور
15	کھیل
16	ترقی نسواں
17	خوراک و زراعت
ماخذ: وفاقی بجٹ دستاویزات	

جدول 6.9: خطی گئی وزارتوں پر وفاقی حکومت کے اخراجات*					
ارب روپے					
جاری		ترقیاتی		مجموعی	
بجٹ تخمینہ	نظر ثانی شدہ	بجٹ تخمینہ	نظر ثانی شدہ	بجٹ تخمینہ	نظر ثانی شدہ
21.6	24.3	49.0	43.1	70.6	67.4
24.4	19.7	58.5	43.8	82.9	63.5
24.5	19.9	66.9	50.2	91.4	70.1
21.5	29.8	45.1	29.6	66.6	59.4
23.0	23.4	54.9	41.7	77.9	65.1
اوسط					
* ہائراکسیکیشن کمیشن پر اخراجات شامل نہیں کیے گئے ہیں۔					
ماخذ: وفاقی بجٹ دستاویزات					

مزید برآں، 18 ویں ترمیم کی رو سے گیس اور تیل، دونوں کے سرچشموں پر عائد کردہ ایکسائز ڈیوٹی مجموعی وفاقی فنڈ کا حصہ نہیں بنے گی بلکہ اس صوبے کو ادا کی جائے گی، جس میں یہ سرچشمہ واقع ہے۔ قبل ازیں وفاقی حکومت متعلقہ صوبے کو تیل پر نہیں بلکہ صرف گیس پر ایکسائز ڈیوٹی دینے کی پابندی تھی۔ اس تبدیلی سے صوبائی محاصل میں نمایاں بہتری متوقع ہے۔ ایک اور اہم پیش رفت کسی صوبے میں معدنی وسائل یا صوبے سے متصل علاقائی آبی وسائل کی ملکیت سے متعلق ہے۔ اس سے قبل کسی صوبے میں واقع معدنی وسائل وفاقی حکومت کی ملکیت تصور کیے جاتے تھے۔ اب مرکز اور صوبوں کا حصہ آدھا آدھا ہوگا۔

این ایف سی ایوارڈ کے ضمن میں 18 ویں ترمیم میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ ہرا این ایف سی ایوارڈ میں صوبوں کا حصہ سابقہ ایوارڈ میں ان کے حصے سے کم نہیں ہوگا۔ اس کے

صوبوں پر مالی بوجھ بڑھنے کی توقع ہے کنکرنٹ لسٹ کی منسوخی کے نتیجے میں 17 وزارتیں صوبوں کے ماتحت آگئی ہیں (جدول 6.8)۔ چنانچہ اب صوبوں کو زیادہ وچ بلز، پینشن سے متعلق ذمہ داریوں، آپریشنز اور مین ٹینس کی زائد لاگتوں کا سامنا ہوگا۔ صوبائی جاری اخراجات میں اضافے کے نتیجے میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے کم از کم قلیل مدت کے لیے وسائل محدود ہو سکتے ہیں۔

دوسری جانب، وفاقی حکومت کے پاس اپنے امور چلانے کے لیے 31 وزارتیں بچی ہیں، جس کے باعث اس کے لیے اپنے بجٹ وضع کرنے اور ان کے نفاذ کے لیے بہت مالی گنجائش پیدا ہوئی ہے۔ وفاقی حکومت کے منتقل شدہ وزارتوں پر گزشتہ چار برسوں سے بجٹ میں مختص شدہ 77.9 ارب روپے کے مقابلے میں اوسطاً 65.1 ارب روپے تھے (جدول 6.9)۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ 17 وزارتوں کی صوبوں کو منتقلی کے باعث وفاقی حکومت کو 2011-12ء کے بجٹ کے لیے تقریباً 75 ارب روپے کی مالیاتی گنجائش حاصل ہوئی ہے۔

منتقل شدہ امور سے صوبوں کو اپنے شعبوں میں محاصل کی تخلیق کا بھی موقع ملا ہے کیونکہ انہیں ان مدوں میں کوئی فیس عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ صوبوں کو منتقل شدہ امور سے محاصل کے ممکنہ وسائل مندرجہ ذیل ہیں:

- ☆ اسٹیٹ لائبریز
- ☆ جائداد کی منتقلی کے ضمن میں محصولات
- ☆ جائداد کے ضمن میں املاک محصول، اور
- ☆ غیر منقولہ املاک کی کپٹل ویلیو پر محصولات

اس کے علاوہ 18 ویں ترمیم نے خدمات کی مد میں جی ایس ٹی وصول کرنے کے صوبوں کے حق پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ چنانچہ اس معاملے پر سندھ اور وفاقی حکومت کے مابین اختلاف کا خاتمہ ہو جائے گا۔

مزید برآں، 18 ویں ترمیم کی رو سے گیس اور تیل، دونوں کے سرچشموں پر عائد کردہ ایکسائز ڈیوٹی مجموعی وفاقی فنڈ کا حصہ نہیں بنے گی بلکہ اس صوبے کو ادا کی جائے گی، جس میں یہ سرچشمہ واقع ہے۔ قبل ازیں وفاقی حکومت متعلقہ صوبے کو تیل پر نہیں بلکہ صرف گیس پر ایکسائز ڈیوٹی دینے کی پابندی تھی۔ اس تبدیلی سے صوبائی محاصل میں نمایاں بہتری متوقع ہے۔ ایک اور اہم پیش رفت کسی صوبے میں معدنی وسائل یا صوبے سے متصل علاقائی آبی وسائل کی ملکیت سے متعلق ہے۔ اس سے قبل کسی صوبے میں واقع معدنی وسائل وفاقی حکومت کی ملکیت تصور کیے جاتے تھے۔ اب مرکز اور صوبوں کا حصہ آدھا آدھا ہوگا۔

علاوہ، ایوارڈ کی نگرانی کی رفتار تیز کی جائے گی، یہ نگرانی پہلے پانچ سال میں ایک بار کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، جواب ششماہی بنیاد پر کی جائے گی۔

مزید برآں، اب صوبوں کو اپنے مجموعی فنڈ کے مقابل اپنے ڈیولپمنٹ پارٹنرز سے بلا واسطہ قرض حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس طرح وفاقی حکومت کی جانب سے تقسیم کردہ قرضوں کے مقابلے میں شرح سود کم ہو جائے گی کیونکہ ان قرضوں پر ڈونر ایجنسی کی طے کردہ شرح سے زیادہ شرح وصول کی جاتی تھی۔

پالیسی سازی اور قومی منصوبہ بندی میں صوبوں کا کردار بڑھ گیا

اقتصادی اور قومی سطح پر ہونے والی دیگر پالیسی سازی میں صوبوں کی شمولیت بڑھ گئی ہے کیونکہ 18 ویں ترمیم کے بعد مشترکہ مفادات کونسل زیادہ فعال ہو گئی ہے۔ مشترکہ مفادات کونسل ایک آئینی ادارہ ہے، جس کا سربراہ وزیر اعظم ہے اور چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور وفاقی حکومت کے تین نمائندے اس میں بحیثیت اراکین شامل ہیں۔ آئین (دفعہ 154) کے مطابق مشترکہ مفادات کونسل نہ صرف اپنے دائرہ کار میں آنے والے معاملات سے متعلق پالیسیوں کی تشکیل اور انضباط بلکہ متعلقہ اداروں کی نگرانی اور ان پر کنٹرول کی بھی ذمہ دار ہے۔¹²

علاوہ ازیں، ان شعبوں، جواب صوبوں کے دائرہ اختیار میں ہیں، مثلاً صحت، تعلیم، بہبود آبادی، محنت اور سماجی بہبود کے اداروں میں پالیسی سازی اب صوبائی ذمہ داری ہے۔ ان شعبوں میں ترقیاتی اخراجات کا اختصاص معیشت کی ترقی کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ، جو صوبے اب معاشی ترقی کی جانب پیش رفت کی پوزیشن میں ہیں، انہیں بہترین ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل تقسیم کرنے، نیز اس شعبے میں مہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض خطرات

اگرچہ 18 ویں ترمیم صوبوں کو اختیارات کی منتقلی کے ضمن میں ایک اہم قدم ہے۔ تاہم بعض حلقوں کے مطابق صوبوں میں نئے امور سے متعلق مطلوبہ صلاحیت اور تجربے کا فقدان ہے۔ وزارتوں کی منتقلی سے وفاقی حکومت کی حاصل کردہ پیشہ ورانہ صلاحیت اور ادارہ جاتی یادداشت ختم ہو سکتی ہے۔ دوسری جانب صوبوں کو ان وزارتوں اور ڈویژنز کو مؤثر طور پر چلانے کے لیے مطلوبہ صلاحیتوں کے حصول میں وقت لگے گا۔ عبوری مدت میں عوام کو خدمات کی فراہمی کے حوالے سے ناکامی ہو سکتی ہے۔ اگر اختیارات کی منتقلی درکار ہے تو اس ناکامی سے بچنا اشد ضروری ہے۔

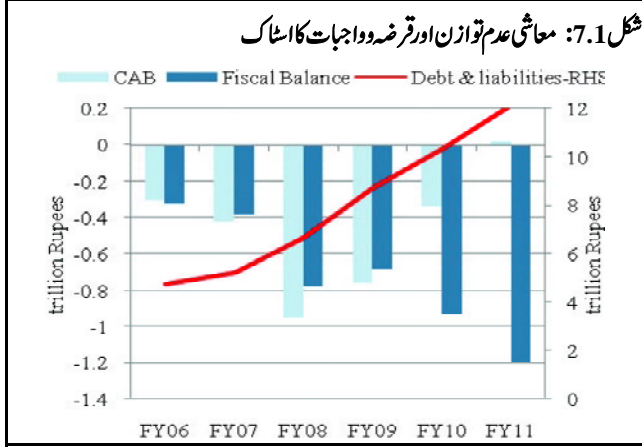
ایک اور تشویشناک امر یہ ہے کہ پاکستان کو بعض معاشی اور سماجی معاملات کے ضمن میں بین الاقوامی کنونشنز (اور معاہدوں) کے نفاذ کے سلسلے میں، جن پر وفاقی حکومت کی جانب سے دستخط کیے جاتے ہیں، چیلنجوں کا سامنا ہو سکتا ہے۔ مثلاً محنت کشوں کے حقوق کے معاملے پر کوئی ایسا طریق کار وضع کرنے کی ضرورت ہے کہ تمام صوبے مختلف بین الاقوامی کنونشنز اور اعلانات، جن پر پاکستان نے دستخط کیے ہیں، میں مذکور طریقوں اور اصولوں پر عملدرآمد کریں۔

اسی طرح، اگر حکومت آئی ایم ایف سے کوئی معاہدہ کرتی ہے تو اس امر کو یقینی بنانا مشکل ہوگا کہ صوبے بھی آئی ایم ایف کی شرائط (مثلاً مالیاتی اہداف) کی تکمیل کریں۔ گزشتہ دو برسوں کا تجربہ اس خطرے کی عکاسی کرتا ہے، جب حکومت نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ صوبے اس امر کو یقینی بنائیں گے کہ مجموعی حسابات آئی ایم ایف کے اہداف سے ہم آہنگ ہیں، بجٹ خسارے کے ایک ہدف کا اعلان کیا لیکن حقیقی صوبائی میزانیے ان کے مطابق نہیں تھے۔

¹² وفاقی قانون ساز فہرست کے حصہ دوم میں مذکور معاملات سی آئی کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔

7 ملکی و بیرونی قرضہ

7.1 عمومی جائزہ



مالی سال 11ء میں ملک کے جاری حسابات کے توازن میں تیزی سے بہتری آنے کے باوجود سال کے دوران مجموعی قرضہ جات و واجبات 18 کھرب روپے سے بڑھ کر 121 کھرب روپے ہو گئے جس سے مالیاتی توازن میں بگاڑ پیدا ہوا (شکل 7.1)۔ باز قدر پیمائی میں اتار چڑھاؤ کی بنا پر روپے کی قدر میں بیرونی قرضہ جات میں تبدیلی اور گھٹائے میں جانے والے سرکاری اداروں کی قرض گیری کی وجہ سے بھی قرضوں کا بوجھ بڑھا ہے۔ ان مجموعی قرضہ جات و واجبات سے معیشت کے پیداواری وسائل پر بھاری لاگت آتی ہے۔ م س 11ء میں مجموعی قرضہ جات کے قرضوں کی واپسی 10 کھرب روپے تک پہنچ گئی ہے جو کہ جی ڈی پی کا 5.8 فیصد بنتا ہے¹

م س 11ء کے اختتام پر مجموعی قرضہ جات و واجبات میں سرکاری قرضوں کا حصہ 90.5 فیصد تھا اور دوران سال قرضوں کی واپسی سے حکومتی محاصل کا 43.7 فیصد حصہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ حکومت معاشی سدھار کے لیے مالیاتی پالیسی کا مناسب استعمال نہیں کر سکتی۔ حکومتی اخراجات کی ہیئت ترکیبی سے ظاہر ہے کہ سرکاری قرضوں پر سودی ادائیگیوں کی نسبت سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام کم ہیں۔ اس کے ساتھ اس نازک موڑ پر محاصل کے خسارے کے باعث حکومت معاشی نمو کی مدد کے لیے مالیاتی پالیسی کا استعمال نہیں کر سکتی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرضوں کے بوجھ سے مالیاتی گنجائش میں کمی آتی ہے۔ قرضوں کے مطلق اعداد کو جب نامیہ جی ڈی پی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قابل انتظام ہیں جسے عموماً ملک کی باز ادائیگی کی صلاحیت کے لیے متبادل کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ سال کے دوران نامیہ جی ڈی پی میں ہونے والے 21.7 فیصد اضافے نے قرضہ جات و واجبات کے اسٹاک میں ہونے والے سالانہ 17.4 فیصد اضافے کو پیچھے چھوڑ دیا ہے جس کے نتیجے میں مجموعی قرضہ جات و واجبات اور جی ڈی پی کا تناسب 2.5 فیصدی درجے کی کے ساتھ 67.2 فیصد ہو گیا (جدول 7.2)۔ مجموعی قرضہ جات و واجبات میں سرکاری قرضوں اور جی ڈی پی کا تناسب 60.9 فیصد ہے جو کہ مالیاتی ذمہ داری و متحدہ قرضہ ایکٹ 2005ء کے حد قرضہ (جو کہ م س 13 تک حاصل ہوگا) سے قریب ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بڑھتے ہوئے ریاستی قرضوں کے بحران کے تناظر میں دیکھا جائے تو کم از کم بظاہر یہ بات باعث اطمینان ہے کہ پاکستان کے قرضوں اور جی ڈی پی کا تناسب بھاری قرضوں کے بوجھ تلے یورپی ممالک خصوصاً اٹلی اور یونان کے قریب بھی نہیں ہے (جدول 7.1)۔ درحقیقت پاکستان کے قرضوں اور جی ڈی پی کا تناسب یورپی ملکوں کے تقریباً نصف اور جاپان کے تناسب کے ایک تہائی کے برابر ہے۔

تاہم مزید تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورتحال اتنی اطمینان بخش نہیں ہے۔ اول یہ کہ حکومت مزید ایک اور سال اپنے محصولاتی خسارے (محاصل اور جاری اخراجات کے درمیان فرق) پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے۔ مالیاتی ذمہ داری و متحدہ قرضہ ایکٹ کے مطابق حکومت کو م س 08ء کے بعد سے اضافی محاصل برقرار رکھنے ہیں۔ محصولاتی خسارہ مستقل رہنے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نہ صرف اپنے ترقیاتی اخراجات کے لیے بلکہ اپنے جاری اخراجات کو پورا کرنے کے لیے بھی قرض گیری کر رہی ہے۔ دوم یہ کہ م س 11ء میں حقیقی

¹ یہ بات اہم ہے کہ جدولی بینکوں کے بیرونی قرضوں کی واپسی اس تجزیے میں شامل نہیں ہے۔ درحقیقت جدولی بینکوں کے بیرونی قرضے م س 10ء کی پہلی سہ ماہی سے پاکستان کے بیرونی قرضے و واجبات میں شامل کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس شمولیت سے پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات کی واجب الادا رقم (بیرونی قرضہ و واجبات کا 0.4 فیصد) پر معمولی اثر پڑتا ہے تاہم بیرونی قرضہ و واجبات کی واپسی کے حوالے سے اس کے سخت مضمرات ہیں۔ جدولی بینکوں کی بیرونی قرض گیری قلیل مدتی نوعیت کی ہے اور بنیادی طور پر اپنے بیرونی کرنسی کھاتوں کے انتظام کے لیے ہے۔ م س 11ء میں جدولی بینکوں نے بیرونی قرض میں سے 4.9 ارب ڈالر اصل زر کی واپسی کی ہے (بیرونی قرضہ و واجبات پر اصل زر کی ادائیگی کا 1.7 گنا)۔ اس کے برخلاف بیرونی قرضوں پر جدولی بینکوں کی سودی ادائیگی بیرونی قرضہ و واجبات پر مجموعی سودی ادائیگیوں کے صرف 0.6 فیصد رہی۔ اس تناظر میں بیرونی قرض پر جدولی بینکوں کے قرضوں کی واپسی کی شمولیت سے بیرونی قرضوں کی واپسی کا تجزیہ مستح ہو جائے گا۔

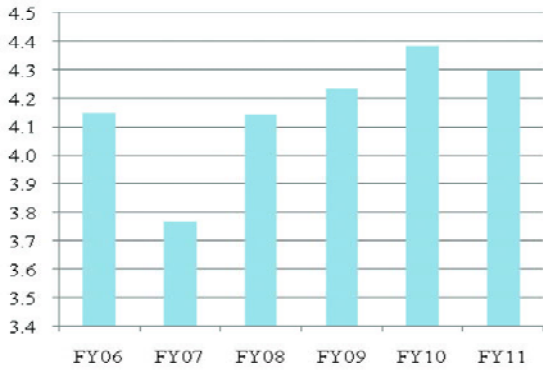
جدول 7.1: مرکزی حکومت کا قرضہ بلحاظ فیصد جی ڈی پی				
2009ء	2008ء	2007ء	2006ء	
67	55	47	46	امریکہ
174	158	150	151	جاپان
73	58	48	47	برطانیہ
84	73	67	68	فرانس
119	108	105	110	اطلی
140	125	123	127	یونان
71	49	28	29	آئرلینڈ
84	72	68	70	پرتگال
46	34	30	34	ایتلین
53	56	56	59	بھارت
61	61	60	56	پاکستان*
* اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار				
ماخذ: عالمی ترقیاتی اظہارے 2011ء				

جی ڈی پی نمونہ صرف 2.4 فیصد تھی جو ظاہر کرتا ہے کہ نامیہ جی ڈی پی میں مضبوط نمو معیشت میں گرائی کے دباؤ کے باعث ہوئی۔ سوم یہ کہ حکومتی محاصل پر سرکاری قرضے براہ راست بوجھ ہیں۔ سرکاری خزانے پر حالیہ برسوں میں بڑھتے ہوئے سرکاری قرضوں کی عکاسی سرکاری قرضوں اور حکومتی محاصل کے تناسب سے ہوتی ہے (شکل 7.2) جو معاشی بدحالی کے آغاز سے قبل م س 07ء میں حاصل ہونے والی سطح سے کافی بلند ہے۔

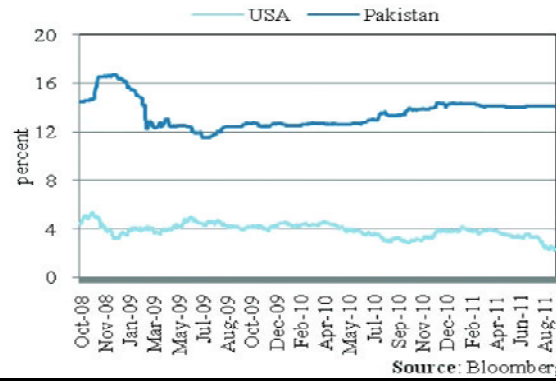
جہاں تک بین الاقوامی تقابل کی بات ہے پاکستان کے پاس اب بھی یہ موقع موجود ہے کہ وہ بغیر کسی بڑی مشکلات کے مجموعی معاشی انتظام کے لیے اپنے قرضوں کے بوجھ کو کم کر سکتا ہے۔ یہ بات بیرونی قرضوں پر صادق آتی ہے کیونکہ م س 11ء میں پائیدار بیرونی قرضوں کے کئی اظہاریوں میں بہتری آئی ہے۔ اس کے مقابلے میں قرضوں تلے دے مذکورہ بالا پورنی ملکوں کو اپنی

جدول 7.2: مجموعی قرضہ جات و واجبات کا خاکہ						
میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء		میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء
بطور فیصدی ڈی بی			ارب روپے			
67.2	69.7	68.7	12010.0	10,221.1	8,746.1	مجموعی قرضہ جات و واجبات
60.9	62.2	61.6	10,859.5	9,107.3	7,835.3	حکومتی / سرکاری قرضہ ¹
63.8	65.5	65.3	11,524.5	9,710.7	8,306.2	مکمل قرضہ
33.3	31.4	30.3	6,017.0	4,654.0	3,860.7	حکومتی ملکی قرضہ ²
2.3	2.5	2.3	411.5	375.0	290.0	پی ایس این کی قرضہ
28.2	31.6	32.7	5,096.0	4,681.6	4,155.7	بیرونی قرضہ
22.1	24.7	27.1	3,987.8	3,667.1	3,452.1	سرکاری بیرونی قرضہ
4.3	4.7	3.3	768.7	690.3	419.0	آئی ایم قرضہ
0.5	0.7	0.7	91.1	106.5	87.0	پی ایس این بیرونی قرضہ
1.4	1.5	1.6	248.4	217.8	197.6	غیر منظم بیرونی قرضہ
2.7	3.4	3.5	485.5	510.5	439.9	مجموعی واجبات
2.2	2.8	2.6	399.5	414.6	336.2	ملکی واجبات
1.2	1.5	0.8	86.0	95.9	103.7	بیرونی واجبات
5.8	6.8	7.6	1,052.7	1014.3	969.6	مجموعی واپسی قرض
4.5	4.8	5.4	805.6	714.3	687.5	سودی ادائیگی
3.6	3.9	4.5	649.9	577.7	570.6	ملکی قرضہ
0.5	0.6	0.7	89.5	82.3	89.4	بیرونی قرضہ ³
0.4	0.4	0.2	65.0	52.0	25.8	ملکی واجبات
0.0	0.0	0.0	1.3	2.3	1.7	بیرونی واجبات
1.4	2.0	2.2	247.1	299.9	282.1	اصل رقم کی واپسی (بیرونی)
¹ مجموعی سرکاری قرضے میں حکومت کے ملکی و بیرونی قرضے، آئی ایم ایف سے لیے گئے قرضے شامل ہیں۔						
² ملکی قرضے میں شہریوں کے پاس رکھے گئے ایف ای بی سی، ایف سی بی سی، ڈی بی سیز اور انٹرنیشنل امریکی ڈالر بانڈز کے روپے کی قدر بھی شامل ہے۔						
³ جدولی بینک کی سودی ادائیگی اور بازار ادائیگی تجزیے میں شامل نہیں ہے۔						
ماخذ: بینک دولت پاکستان						

شکل 7.2: سرکاری قرضے اور محاصل کا تناسب



شکل 7.3: 10 سالہ ریاستی بانڈز کی یافت



معیشتوں کے انتظام کے لیے پالیسی تبدیلیوں کی گنجائش کم ہے۔² اگرچہ پاکستان میں قرضوں کے انتظام کی صورتحال اطمینان بخش ہے تاہم محتاط ہونا ضروری ہے کیونکہ (الف) بین الاقوامی سطح پر 80 فیصد سے زائد قرضے کا بحران قرضہ اور جی ڈی پی کا تناسب 60 فیصد سے کم ہونے کے باعث آیا، (ب) دنیا بھر میں قرضے کا بحران اعتماد کے فقدان سے جڑا ہوا ہے جو پاکستان کے معاملے میں پہلے ہی کم ہے اور (ج) حکومت کی قرضوں کی اجزائے ترکیبی اور اس کے انتظام کی حکمت عملی قرضہ جاتی برداشت کے اظہار یوں جیسے قرضہ اور جی ڈی پی تناسب پر منفی اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ ملکوں کے درمیان فرق سے پاکستان کی ریاستی درجہ بندی پہلے ہی واضح ہے۔ دیگر علاقائی ممالک کے مقابلے میں پاکستان کی درجہ بندی پست ہے۔³ پاکستان اور امریکہ کے 10 سالہ ریاستی بانڈز کی یافت کے نمایاں فرق سے بھی یہ ظاہر ہے کہ پاکستان کے معاملے میں عالمی سرمایہ کاروں میں عدم اعتماد پایا جاتا ہے (شکل 7.3)۔ امریکی اور پاکستانی بانڈز کے درمیان پایا جانے والا تفاوت پاکستان کے حوالے سے بلند کنٹری ریسک ظاہر کرتا ہے۔

مجموعی قرضوں پر بحث سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت کو ملکی و غیر ملکی قرضوں کے انتظام کی مختلف پالیسیاں اپنانے کی ضرورت ہے۔ ملک کے قرضہ و واجبات کے وسیع اجزائے ترکیبی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماس 11 کے دوران ملکی قرضے و واجبات 68 کھرب تک پہنچ گئے ہیں جبکہ گزشتہ سال 54 کھرب روپے تھے۔⁴ سال کے دوران ملکی قرضے و واجبات میں ہونے والے تیزی سے

اضافے کی وجہ مزید ممالکاری کے لیے زرمبادلہ میں کمی،⁵ آئی ایم ایف کے ایس بی اے پروگرام کی معطلی اور مطلق لحاظ سے بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے کی مالکاری کے لیے رقوم کی طلب میں اضافہ ہے۔ اس صورتحال کے سبب حکومت کو اپنی مالیاتی اور نیم مالیاتی سرگرمیوں کی مالکاری کے لیے ملکی وسائل پر انحصار کرنا پڑا جس کے نتیجے میں ماس 11 کے آخر تک ملکی قرضہ و واجبات اور جی ڈی پی کا تناسب نامیہ جی ڈی پی کا 37.8 فیصد ہو گیا۔ ملکی قرضہ و واجبات کی مزید تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گزشتہ تین برسوں کے دوران حکومت کا قلیل مدتی قرض گیری پر انحصار خاصا بڑھ گیا ہے جس سے اجرائے ثانی اور اسر نو تین نرخ کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔

سال کے دوران ملکی قرضہ و واجبات میں تیزی سے اضافے کے مقابلے میں بیرونی قرضہ و واجبات میں 415.6 ارب روپے (8.5 فیصد سال بسال اضافہ) کا اضافہ ہوا جس سے یہ 53 کھرب روپے کے ہو گئے ہیں۔ اسباب یہ ہیں: شرح مبادلہ میں حرکت پذیری (دیگر بڑی کرنسیوں کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قدر میں کمی) کے اثرات سے واضح ہے کہ 90 فیصد سے زائد تبدیلی بیرونی قرضہ و واجبات میں آئی۔ خاص طور پر پیرس کلب، قرض دینے والی کثیر فریقی ایجنسیاں اور آئی ایم ایف سے لیے جانے والے قرضوں پر مبادلہ کے نقصانات اہم عنصر تھے۔ مزید تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات بنیادی طور پر عالمی مالی اداروں، کثیر فریقی اور دو فریقی اداروں سے لیے گئے طویل مدتی قرضوں پر مشتمل ہیں۔ مجموعی بیرونی قرضہ و واجبات میں قلیل مدتی بیرونی قرضہ جات (ایک سال سے کم مدت کی عرصیت) کا حصہ صرف 1.5 فیصد تھا۔ اگرچہ خطرہ بازار

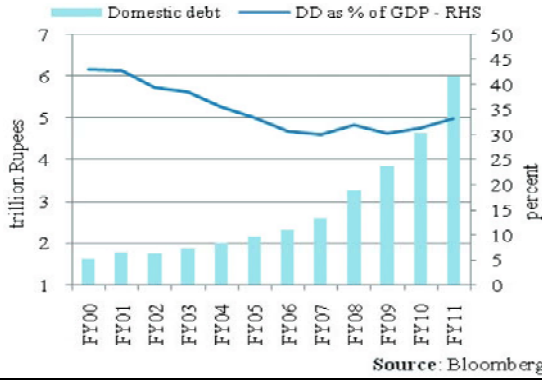
² بھاری قرضوں تلے دے یورپی ملک قرضے کے بحران کا انتظام کر رہے ہیں۔ یہ تمام ممالک قرضہ دینے والوں کی مدد کے بغیر اپنے مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔ عالمی مالی اداروں اور یورپی یونین نے بیل آؤٹ پیکیجز کے لیے سخت مالیاتی کیجائی کی شرط لگائی ہے۔ یہ واضح ہے کہ قرضے کا بحران حل کرنے کے ان اقدامات سے قلیل مدتی تکلیف ہوں گی۔ ان ملکوں کے مقابلے میں پاکستان کے پاس اپنے قرضوں کے مسائل کا انتظام کرنے کے لیے کچھ وقت ہے۔ ناہنگی کا کوئی فوری خطرہ نہیں۔ تاہم اس سال ساختی کمزوریوں (کم ٹیکس محاصل، مالیاتی اہداف کی خلاف ورزی اور کمزور نظم و نسق) کو حل کرنے میں ناکامی ہوئی تو مستقبل میں پاکستان قرضے کے مسائل کا شکار ہو سکتا ہے۔

³ پاکستان کی ریاستی درجہ بندی منفی بی (B negative) ہے جو بھارت کی منفی بی بی بی (BBB negative)، بنگلہ دیش کی منفی بی بی (BB negative) اور سری لنکا کی مثبت بی بی (B plus) سے کم ہے۔

⁴ ملکی قرضہ و واجبات حکومتی ملکی قرضوں، بی ایس ای کی قرض گیری اور اجناسی کارروائیوں کے لیے قرضوں پر مشتمل ہیں۔

⁵ ماس 11 میں مزید تیزی سے لیے خالص بیرونی مالکاری 1107.7 ارب روپے رہی جو کہ سال کے لیے خسارے کا صرف 9.0 فیصد تھی۔

شکل 7.4: ملکی قرضہ



کے پیش نظر یہ صورتحال بیرونی قرضہ و واجبات کے انتظام کے لیے اچھا شگون ہے تاہم اس سے ملک بیرونی قرضہ دینے والوں کے لیے ضرر پذیر ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ملک کے اقتصادی انتظام میں عالمی مالی اداروں کا کردار بڑھتا ہے۔ آئی ایم ایف کے ایس بی اے پروگرام کے تحت مختلف شرائط اور دیگر عالمی مالی اداروں اور قرضہ دینے والوں کی طرف سے 'لیٹر آف کمرٹ' کی طلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کے اقتصادی انتظام میں ان کا کردار کیا ہے۔

7.2 ملکی قرضہ

م 11ء میں مالیاتی خسارے کے لیے بیرونی مالکاری میں تیزی سے کمی واقع ہوئی جس کے باعث رقوم کے لیے ملکی وسائل پر خاصا دباؤ بڑھ گیا۔ اعداد و شمار کے مطابق م 11ء کے دوران بیرونی قرض گیری کے ذریعے صرف 9 فیصد مالیاتی خسارے کو پورا کیا گیا۔ مطلق لحاظ سے م 11ء میں حکومت نے ملکی وسائل سے 14 کھرب روپے کے قرضے لیے۔ جس کے نتیجے میں ملکی قرضے کا اسٹاک 60 کھرب روپے تک پہنچ گیا (شکل 7.4)، جو کہ 29.3 فیصد سال بسال اضافے کو ظاہر کرتا ہے۔ حکومتی قرض گیری میں اضافے سے نہ صرف نجی معاشی سرگرمیاں متاثر ہوئی ہیں بلکہ مالیاتی پالیسی کو معاشی پائیداری کے لیے استعمال کرنے کے حوالے سے سنگین مضمرات ہو سکتے ہیں۔

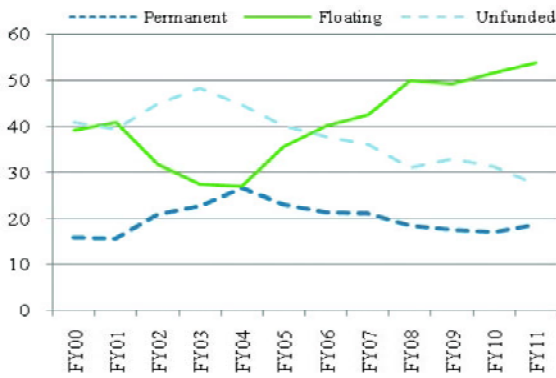
اوّل یہ کہ ملکی قرضوں میں اضافے کی رفتار غیر مستحکم ہے کیونکہ گذشتہ چار برسوں کے دوران ان میں سالانہ نمونہ اوسطاً 23.3 فیصد دیکھی گئی ہے۔ قرضے کے اس اسٹاک کی واپسی حکومتی محصولات کی وصولیوں سے ہونی چاہیے جو کہ اسی مدت کے دوران 17.6 فیصد اوسط شرح سے بڑھ رہے ہیں۔ ملکی قرضے اور ٹیکس محاصل کے تناسب سے ان خدشات کی عکاسی ہوتی ہے (شکل 7.5)۔

دوم ملکی وسائل سے کی جانے والی بڑے پیمانے پر حکومتی قرض گیری کے باعث نجی شعبے کے لیے قرضے کی گنجائش نہیں رہی۔ م 11ء میں کمرشل بینکوں کے ذریعے حکومتی قرض گیری بڑھ کر 590.2 ارب روپے تک پہنچ گئی ہے جبکہ نجی شعبے کے قرضوں میں 121.3 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ توانائی کی مستقل کمی، سیکورٹی خدشات اور معیشت میں پائی جانے والی مجموعی غیر یقینی صورتحال کے باعث نجی شعبے کی جانب سے قرضوں کی طلب میں کمی آنا قابل فہم ہے تاہم حکومتی قرض گیری کے باعث نجی شعبے کے لیے قرضوں کی صورتحال بگڑ گئی ہے۔ ایک لحاظ سے حکومت بینکوں سے قرض گیری کی اسیر ہے۔ نجی شعبے کے ساتھ معاملات میں بینک زیادہ ترجیحات نہیں دیتے کیونکہ معاشی بد حالی کے پیش نظر پہلے ہی بلند خطرات موجود ہوتے ہیں۔⁶ اس صورتحال میں اگرچہ بینکوں کے کاروبار کی نوعیت میں خطرات شامل ہوتے ہیں تاہم بینک بہت زیادہ خطرات مول لینے سے گریز کرتے ہیں۔

شکل 7.5: ملکی قرضہ اور ٹیکس محاصل کا تناسب



شکل 7.6: ملکی قرضے کے اہم اجزاء



یہ بات اہم ہے کہ بینکاری نظام سے حکومت کی مسلسل قرض گیری کی وجہ سے آئندہ برسوں میں مالی استحکام کو شدید نقصان پہنچے گا۔ خاص طور پر خطرے سے پاک راستے سے دوہندہ منافع ملنے کی سہولت سے بینکاری نظام کی خطرہ انتظام کی صلاحیت کو شدید مشکلات ہوں گی۔

⁶ یہ بات اہم ہے کہ بینکاری نظام سے حکومت کی مسلسل قرض گیری کی وجہ سے آئندہ برسوں میں مالی استحکام کو شدید نقصان پہنچے گا۔ خاص طور پر خطرے سے پاک راستے سے دوہندہ منافع ملنے کی سہولت سے بینکاری نظام کی خطرہ انتظام کی صلاحیت کو شدید مشکلات ہوں گی۔

اگرچہ مجموعی ملکی قرضوں میں تبدیلیوں کا تجزیہ اہم ہے تاکہ حکومتی محصولات پر بوجھ کا تخمینہ لگایا جاسکے تاہم قرضوں کی اجزائے ترکیبی میں تبدیلی نے قرضوں کے انتظام کو مزید الجھا دیا ہے۔ شکل 7.6 سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالیہ برسوں میں حکومت کا قلیل مدتی قرضوں جسے رواں قرضے بھی کہا جاتا ہے پر انحصار خاصا بڑھ گیا ہے۔ خصوصاً م س 11ء کے اختتام پر مجموعی واجب الادا قرضوں میں رواں قرضوں کا حصہ 53.8 فیصد ہے جس سے حکومت کا اجزائے ثانی اور شرح سود کے خطرات بڑھ گئے۔

اجزائے ثانی کے خطرات: ملکی قرضوں کی اجزائے ترکیبی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے ٹی بلز کے ذریعے جن کی زیادہ سے زیادہ عرصیت ایک سال ہے 32 کھرب روپے کے قرضے لیے۔ تفصیلات میں جانے بغیر حکومت کو م س 12ء میں کم از کم ایک دفعہ اپنے پورے رواں قرضے کی اجزائے ثانی کرنا پڑے گی۔ مزید برآں رواں قرضوں کی ملکیتی ساخت سے پتہ چلتا ہے کہ اسٹیٹ بینک کے پاس 14 کھرب روپے کے ٹی بلز ہیں جو کل رواں قرضوں کا 40.8 فیصد ہے جس سے اسٹیٹ بینک کو زری انتظام کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔⁷ اس کے علاوہ جدولی بینکوں کے پاس موجود 18 کھرب روپے کے ٹی بلز کے اجزائے ثانی کو بھی مشکلات درپیش ہیں۔ حکومت کو اپنے میزانیہ فرق کی مالکاری کے لیے فنڈز کی ضرورت ہوگی اسی لیے م س 12ء کے لیے خام قرض گیری مزید بڑھے گی۔ سیالیت کی صورتحال میں کسی قسم کی کمی جیسا کہ ستمبر اکتوبر 2008ء میں دیکھا گیا تھا یا بینکوں کی امانتوں (پاکستان میں بینکاری نظام کے لیے فنڈز کی فراہمی کا بنیادی ذریعہ) کی کمیوں میں سست روی ہوئی تو سرکاری شعبے کو قرض کی ہموار فراہمی میں تعطل اور مالی استحکام کے لیے خطرے کا باعث ہو سکتی ہے۔ عام حالات کے تحت م س 12ء کے دوران خصوصاً جاری سرمائے کے لیے نجی شعبے کے قرضوں میں ممکنہ اضافے سے سیالیت کا انتظام پیچیدہ ہو سکتا ہے۔⁸

شرح سود کا خطرہ: اجزائے ثانی کے خطرے کے علاوہ حکومت کی قلیل مدتی قرض گیری پر انحصار سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرح سود یا از سر نو تعین نرخ کا خطرہ نمایاں ہو جائے گا۔ خصوصاً ٹی بلز کے تمام اسٹاک کے نرخ کم سے کم سال میں ایک دفعہ تبدیل کیے جانے چاہئیں۔ تاہم شرح سود میں کمی سے حکومت کے لیے سودی ادائیگیوں میں کمی واقع ہوگی جبکہ شرح سود میں اضافے سے اس کے برعکس ہوگا (اس مسئلے پر آگے چل کر بحث کی جائے گی)۔ آسان حساب سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو برسوں کی مدت کے لیے شرح سود میں 100 بیس پوائنٹس کی کمی سے رواں قرضوں (جون 2011ء کے اختتام تک) پر حکومت کی سودی ادائیگیوں پر تقریباً 30 ارب روپے کی کمی آئے گی۔

7.2.1 وسط تا طویل مدتی ملکی قرضے

م س 11ء کے دوران اہم پیش رفت مستقل قرضوں کے اسٹاک میں دیکھی گئی جس میں 330.2 ارب روپے کا اضافہ ہوا جبکہ م س 10ء میں 116.0 ارب روپے کا اضافہ ہوا تھا (جدول 7.3)۔ تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں تقریباً 89.5 فیصد اضافہ وسط تا طویل مدتی منڈی کے قابل حکومتی تمسکات (اجارہ سکوٹ اور پی آئی بیز) کی وجہ سے ہوا۔ یہ ایک خوش آئند پیش رفت ہے جس سے نہ صرف اوسط عرصیت کے ملکی قرضوں میں اضافہ ہوگا بلکہ ملکی بانڈ منڈی کو بھی ترقی ملے گی۔

سال کے دوران مستقل قرضوں میں ایک اور اہم تبدیلی پرائز بانڈ اسٹاک میں ہوئی جس میں 41.1 ارب روپے اضافہ ہوا اور یہ بڑھ کر 277.1 ارب روپے ہو گئے۔ پرائز بانڈ کا ایک اہم کردار یہ ہے کہ اس مالی آلے کے ساتھ 'پٹ آپشن' مضمر ہوتا ہے۔ اسی لیے سرمایہ کار اپنی خوشی سے جب چاہیں اسے فروخت کر سکتے ہیں۔ اگرچہ خسارے کی مالکاری کے لیے پرائز بانڈ کا نمایاں کردار ہوتا ہے تاہم اس کا استعمال حکومتی قرضے کے انتظام اور اسٹیٹ بینک کی طرف سے سیالیت کے انتظام دونوں کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔

7.2.2 غیر فنڈ قرضے

ملکی قرضوں کا یہ عنصر مالی وثیقہ جات پر مشتمل ہے جسے قومی چٹ اسکیمیں (این ایس ایس) کہا جاتا ہے۔ سال کے دوران حکومت نے قومی چٹ اسکیموں (علاوہ پرائز بانڈ) کے ذریعے 193.9 ارب روپے جمع کیے جس سے ملکی قرضوں میں 14.2 فیصد اضافہ ہوا۔ م س 11ء کے دوران بڑی چٹ اسکیموں پر شرح منافع 120 بیس پوائنٹس سے بڑھا کر 160 بیس پوائنٹس کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ بینک میں جمع کروانے پر کم منافع ملنے کی وجہ سے سرمایہ کاروں نے اپنی رقم ان اسکیموں میں لگائی جس کے نتیجے میں م س 11ء کے اختتام پر غیر فنڈ قرضوں کے اسٹاک 1655.8 ارب روپے ہو گئے جو واجب الادا ملکی قرضے کا 27.5 فیصد تھا (جدول 7.3)۔

جمع کردہ رقم کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ م س 11ء کے دوران این ایس ایس میں تین بڑی اسکیموں (اسپیشل سیونگ سرٹیفکیٹس، ریگولر انکم سرٹیفکیٹس، بہبود سیونگ سرٹیفکیٹس) کا حصہ 78.1 فیصد تھا اس کے مقابلے میں واجب الادا رقم میں ان کا حصہ 60.1 فیصد تھا۔ خاص طور پر بہبود سیونگ سرٹیفکیٹس سب سے زیادہ مقبول عام ہے جو بیواؤں اور بزرگ

⁷ تفصیلات کے لیے گرائی وزری پالیسی پر باب دیکھئے۔

جدول 7.3: ملکی قرضے کی صورتحال						
ارب روپے						
قرضہ جاتی آلات						
سودی ادائیگیاں			واجب الادا اسٹاک			
میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	
91.8	74.3	57.0	1,124.4	794.3	678.0	الف۔ مستقل قرضہ
						جس میں
11.2	4.4	0.9	224.6	42.2	27.8	حکومت پاکستان تین سالہ اجارہ صکوک
57.3	50.3	41.3	618.5	505.3	441.0	پی آئی بی
22.8	18.8	14.0	277.1	236.0	197.4	پرائز بانڈز
361.4	241.1	227.2	3,235.4	2,399.1	1,904.0	ب۔ رواں قرضہ
						جس میں
191.9	101.1	71.8	1,817.6	1,227.4	796.1	مارکیٹ ٹریڈری بلز
169.5	140.0	155.4	1317.5	1,124.9	1,107.9	ایم ٹی بی
194.7	262.1	286.0	1,655.8	1,457.5	1,270.5	ج۔ غیر فنڈ قرضہ
						جس میں
55.0	146.9	207.1	234.3	224.7	257.2	ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ
24.3	20.7	16.7	394.7	350.6	288.8	ایٹیشنل سیونگ سرٹیفکیٹ۔ رجسٹرڈ
19.3	14.3	6.8	182.6	135.6	91.1	ریگولر گنم سرٹیفکیٹ
61.0	52.8	33.8	428.5	366.8	307.5	بہود سیونگ سرٹیفکیٹ
21.4	18.9	12.8	146.0	128.0	109.9	پینشنرز بنی فنڈ اکاؤنٹ
0.1	0.2	0.4	1.4	3.1	8.1	د۔ بیرونی کرنسی کے آلات*
648.0	577.7	570.6	6,014.0	4,654.0	3,860.8	مجموعی ملکی قرضہ (الف+ب+ج+د)
* اس میں شہریوں کے پاس رکھے ہوئے ایف ای بی بی، ڈی بی بی اور اسٹیشن امریکی ڈالر بانڈز شامل ہیں۔						
ماخذ: بینک دولت پاکستان						

شہریوں کو ٹیکس اور زر کوۃ سے مستثنیٰ مابانہ منافع دیتا ہے۔ آج کل ایک لاکھ روپے مالیت کے بہود سیونگ سرٹیفکیٹس پر مابانہ 1,200 روپے (14.48 فیصد سالانہ) منافع ملتا ہے۔

اگرچہ قومی بچت اسکیموں سے اچھے منافع اور خطرے سے پاک ہونے کی وجہ سے حکومت کو اپنی میزانیہ ضروریات پوری کرنے میں مدد ملتی ہے تاہم مجموعی طور پر ان وثیقہ جات کے استعمال کے معیشت پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ اول یہ کہ قومی بچت اسکیمیں حکومت کے لیے قوم حاصل کرنے کا ایک مہنگا ذریعہ ہے۔ ایک ہی عرصیت والے منڈی پر مبنی حکومتی قرضہ جاتی تمسکات کے مقابلے میں قومی بچت اسکیموں پر ملنے والے منافع کی شرح زیادہ ہے۔ دوم یہ کہ قومی بچت اسکیمیں حکومت کے لیے قوم حاصل کرنے کا پائیدار ذریعہ نہیں ہے۔ قومی بچت اسکیموں پر قبل از وقت نقد نکلوانے کی سہولت حکومت کے لیے قرضے کے انتظام میں مزید مشکلات پیدا کرتی ہے۔ آخر قومی بچت اسکیموں پر انحصار بڑھنے کے باعث ملکی بانڈ منڈی کی ترقی متاثر ہو رہی ہے جس کی وجہ سے سرمایہ کاروں کو ان اسکیموں پر خطرے سے پاک ملنے والا بلند منافع ہے۔

حکومت ان مسائل سے باخبر رہی ہے اور گذشتہ دہائی میں اس نے کئی ادارہ جاتی اصلاحات نافذ کی ہیں جن میں سب سے اہم تریم یہ ہے کہ ایک ہی عرصیت کے بڑے قومی بچت اسکیم آلات کے منافع کو منڈی پر مبنی قرضہ جاتی آلات کی شرح سود سے جوڑ دیا ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ بہود سیونگ سرٹیفکیٹس اور پینشنرز بنی فنڈ اکاؤنٹ میں اضافے کی وجہ سے یہ سلسلہ کمزور پڑ گیا۔ ان دونوں اسکیموں کا غیر فنڈ قرضوں میں مشترکہ حصہ 34.8 فیصد ہے اور ان کا منڈی پر مبنی قرضہ جاتی آلات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اداروں کو ان دونوں اسکیموں میں سرمایہ لگانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لحاظ سے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ قومی بچت اسکیموں کی تشکیل نو کی جائے۔ ادارہ جاتی سرمایہ کاری پر پابندی عائد کرتے ہوئے قومی بچت اسکیموں کے تمام آلات کو باضابطہ مالی منڈیوں سے محفوظ بنایا جائے۔ خصوصاً یہ تمام اسکیمیں بیواؤں، بزرگ شہریوں اور معذور افراد تک محدود ہونی چاہئیں۔

7.2.3 ملکی قرضے پر سودی ادائیگیاں

جدول 7.4: بیرونی قرضہ جات برداشت کے اظہار				
م 11ء	م 10ء	م 09ء	م 08ء	
27.5	29.8	30.7	26.9	مجموعی بیرونی قرضہ / جی ڈی پی
28.7	31.2	31.5	27.7	بیرونی قرضہ و واجبات / جی ڈی پی
2.2	2.7	3.3	3.4	سودی ادائیگیاں / زرمبادلہ سے آمدنی
8.2	12.0	13.5	8.7	بیرونی قرضوں کی واپسی / زرمبادلہ سے آمدنی
4.2	5.2	6.1	6.1	سودی ادائیگیاں / برآمدی آمدنی
15.5	23.3	24.8	15.6	بیرونی قرضوں کی واپسی / برآمدی آمدنی
2.6	3.5	3.6	4.3	قلیل مدتی قرضہ / مجموعی بیرونی قرضہ
8.2	11.2	14.4	16.5	قلیل مدتی قرضہ / زرمبادلہ کے ذخائر
6.8	31.9	86.6	136.5	(قلیل مدتی قرضہ + جاری حسابات کا توازن) / زرمبادلہ کے ذخائر
27.9	28.2	21.0	17.0	درآمدی بقیہ
ماخذ: تجزیہ کار کے تخمینے				

م 11ء میں ملکی قرضوں پر سودی ادائیگیاں بڑھ کر 649.9 ارب روپے ہو گئیں جبکہ گزشتہ سال یہ 577.7 ارب روپے تھیں جس کا سبب م 11ء کے دوران حکومت کی قلیل مدتی قرض گیری میں تیزی سے اضافہ ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور م 10ء کے اختتام پر رواں قرضوں کے مجموعی اسٹاک کا اوسط 11 سال کے آغاز میں 24 کھرب روپے کے مجموعی اسٹاک کا تعین نرخ ہے۔ سال کے آغاز میں 24 کھرب روپے کے مجموعی اسٹاک کا م 11ء کے دوران بلند شرح سود پر اجرائے ثانی ہوا کیونکہ م 11ء کی پہلی ششماہی کے دوران اسٹیٹ بینک نے پالیسی ریٹ میں 150 بیس پوائنٹس بڑھائے۔ خصوصاً رواں قرضوں پر شرح سود بڑھ کر 361.4 ارب روپے ہو گیا جس سے سال بسال 49.9 فیصد نمو کی عکاسی ہوتی ہے (جدول 7.3)۔

م 11ء میں مستقل قرضوں پر حجم اور قیمت کے اثر دونوں کے لحاظ سودی ادائیگیوں میں 23.6 فیصد کمی ہوئی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حکومت کے مستقل قرضوں میں اضافہ منڈی کے قابل حکومتی وثیقہ جات (پی آئی بی / صلوک) کی کئی نیلامیوں کے باعث ہوا ہے۔ بلند شرح سود کے باعث سودی ادائیگیوں میں اضافہ ہوا ہے۔

غیر فنڈ قرضوں کے اسٹاک میں اضافے کے باوجود یہ دوسرا سال ہے کہ قومی بچت اسکیموں (پرائز بانڈز کے علاوہ) پر سودی ادائیگیوں میں کمی آئی ہے۔ کم از کم یہ بظاہر حیرت انگیز ہے کیونکہ م 11ء میں اہم قومی بچت اسکیموں پر شرح منافع بڑھائی گئی تھی۔ تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی وضاحت قومی بچت اسکیموں کی ساخت سے ہو سکتی ہے۔ حالیہ برسوں میں مجموعی غیر فنڈ قرضوں کی واپسی میں مہنگے اور مختصر عرصیت کے بانڈز (1990ء کی دوسری ششماہی میں جاری کیے گئے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ) کا حصہ زیادہ ہے۔ مزید برآں م 10ء اور م 11ء میں جمع کیے گئے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ میں فوری سودی ادائیگیاں شامل نہیں ہیں کیونکہ ان سرٹیفکیٹس کی نوعیت مختصر مدت کی تھی۔ دیگر بچت اسکیموں پر ایک سال سے دوسرے سال کو سودی ادائیگیوں کی منتقلی کے حوالے سے نقد پر مبنی حساب کتاب اور تقسیم نفع کے انداز (سالانہ یا ششماہی) کا بھی اہم کردار ہے۔

7.3 غیر ملکی قرضہ و واجبات

سال کے دوران پاکستان کے مجموعی غیر ملکی قرضہ و واجبات میں 4.5 ارب ڈالر کا اضافہ دیکھا گیا ہے جو کہ م 11ء کے اختتام پر 61.8 ارب ڈالر تک پہنچ گیا۔⁸ اس اضافے کا سبب شرح ہائے مبادلہ کی بین کرنسی اتار چڑھاؤ اور سال کے آغاز پر تباہ کن سیلاب سے نمٹنے کے لیے حکومتی قرضے تھے۔ باز قدر پینا کی نقصانات نکال کر دیکھا جائے تو بیرونی قرضے میں م 11ء میں صرف 1.1 ارب ڈالر (2.0 فیصد سال بسال اضافہ) اضافہ ہوا۔ م 11ء میں میزانیہ اعانت کے لیے سرکاری قرضوں کے اصل باز ادائیگی اور تقسیم کا تناسب 72.3 فیصد رہا۔ اصل زر کی بلند ادائیگی اور تقسیم کا تناسب بنیادی طور پر کم واپسی کے باعث ہوا کیونکہ م 11ء کے لیے اصل باز ادائیگی گزشتہ دو برسوں کے مقابلے میں پست رہی ہے۔ م 11ء میں پست واپسی میں شامل دوسرے عوامل میں آئی ایم ایف کے ایس بی اے پروگرام نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

7.3.1 بیرونی قرضے و واجبات کی پائیداری

پس پردہ عوامل سے قطع نظر بیرونی قرضے کی پائیداری کے لیے بیرونی قرضے و واجبات میں تبدیلی کے اہم مضمرات ہوتے ہیں۔ م 11ء میں بیرونی قرضہ و واجبات میں معتدل اضافہ اور بیرونی کھاتوں میں نمایاں بہتری سے بیرونی قرضے کی پائیداری کے اہم اظہار یوں پر سازگار اثر پڑا (جدول 7.4)۔

⁸ یہ بات اہم ہے کہ روپے اور امریکی ڈالر کے لحاظ سے بیرونی قرضہ و واجبات میں فرق سے مختلف تصویر سامنے آتی ہے۔ خصوصاً بیرونی قرضہ و واجبات کی روپے میں قدر سے ظاہر ہوتا ہے کہ م 11ء میں اس کی نمو میں کمی دیکھی گئی ہے جو کہ م 10ء میں 15.1 فیصد سے کم ہو کر م 11ء میں 8.5 فیصد ہو گئی۔ دوسری جانب بیرونی قرضہ و واجبات کی امریکی ڈالر میں قدر سے نمو میں کمی ظاہر ہوتی ہے جو کہ م 10ء میں 9.6 فیصد سے بڑھ کر م 11ء میں 7.8 فیصد ہو گیا۔ شرح نمو میں یہ فرق امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں اتار چڑھاؤ کا نتیجہ ہے۔ شرح مبادلہ کی حرکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ م 10ء میں امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں 5 فیصد کمی واقع ہوئی جو م 11ء کے مقابلے میں ایک فیصد کم ہے۔

☆ مجموعی قرضوں کے بوجھ میں کمی بیرونی قرضہ و واجبات اور جی ڈی پی کے تناسب میں 2.5 فیصدی درجے کی سے دیکھی جاسکتی ہے جو کم ہو کر 28.7 فیصد ہو گیا ہے۔ یہ وہ سطح ہے جو کہ حالیہ معاشی بحران سے پہلے تھی۔

☆ معیشت کی قرضہ برداشت کرنے کی صلاحیت میں بہتری زرمبادلہ آمدنی جیسے اظہار یوں سے واضح ہے۔ م س 11ء میں سودی ادائیگی اور زرمبادلہ آمدنی اور بیرونی قرضوں کی واپسی اور زرمبادلہ آمدنی کے تناسبات دونوں میں بہتری آئی ہے۔ کارکنوں کی ریکارڈ بلنڈ ترسیلات اور برآمدات کی آمدنی کی مضبوط نمونے زرمبادلہ کی آمدنی بڑھانے میں عمل انگیز کا کام کیا ہے جس سے اس میں سال بسال 20 فیصد سے زائد اضافہ ہوا ہے۔

☆ م س 11ء میں زرمبادلہ ذخائر کے لحاظ سے بیرونی قرضہ جاتی برداشت کے اظہار یوں میں بھی بہتری آئی ہے۔ م س 11ء کے دوران قلیل مدتی قرضے، سودی ادائیگیوں اور قرضوں کی واپسی اور ذخائر کے تناسبات میں بہتری دیکھی گئی ہے۔ آئی ایم ایف پروگرام (ذخائر کی صورتحال مضبوط بنانے کا ایک اہم ذریعہ) کی معطلی کے پیش نظر ذخائر کے تناسبات میں بہتری ایک خوش آئند عمل ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال کے دوران اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں 2.5 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا ہے جس کا سبب یہ ہے: (1) جاری حسابات کے خسارے میں نمایاں بہتری اور (2) اسٹیٹ بینک کا بازا زرمبادلہ سے زیادہ تغیر پذیر کو کم کرنے کے لیے زرمبادلہ خریدنا۔

ذیل میں دیے گئے بیرونی قرضہ و واجبات کی ساخت میں تبدیلیاں قرضوں کی پائیداری میں بہتری اور بیرونی قرضوں کے انتظام میں آسانی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اول یہ کہ پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات وسط تا طویل مدت عرصیت کے ہیں۔ مجموعی قرضوں میں قلیل مدتی بیرونی قرضہ و واجبات کا حصہ م س 11ء میں مزید کم ہو گیا (جدول 7.4)۔ دوم یہ کہ پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات میں طویل مدتی قرضوں کا حصہ غالب ہے جو کہ عالمی مالی اداروں، کثیر فریقی اور پیرس کلب سے لیے گئے ہیں۔ دوسری جانب م س 11ء کے اختتام پر سرکاری قرضوں میں ریاستی بانڈز (منڈی پر مبنی بیرونی قرضہ) کا حصہ صرف 2.7 فیصد تھا۔ بیرونی قرضہ و واجبات کی ان خصوصیات کے ساتھ قرضوں کے مختلف اظہار یوں میں بہتری سے کم از کم قلیل مدتی بیرونی قرضہ و واجبات میں پائیداری کی عکاسی ہوتی ہے۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ بیرونی قرض گیری کے ذرائع کو متنوع بنایا جائے کیونکہ چند کثیر فریقی اور دو طرفہ قرضہ دینے والے ادارے قرضہ حاصل کرنے والے ملکوں کے معاشی انتظام میں مداخلت کر کے انہیں لیوراجیہ دیتے ہیں۔

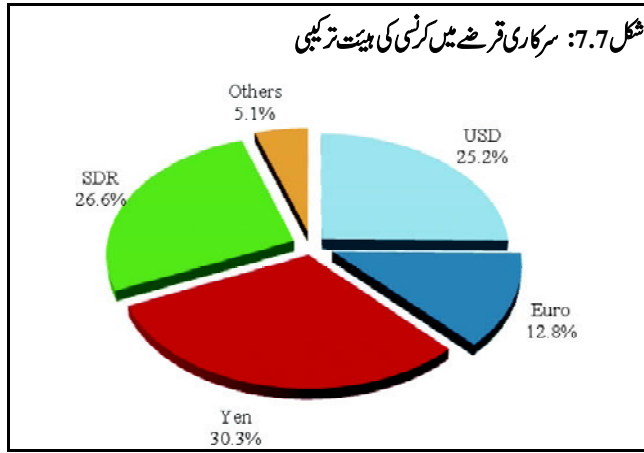
م س 11ء میں قرضوں کی تقسیم

م س 11ء کی پہلی سہ ماہی میں تباہ کن سیلاب کی وجہ سے حکومتی ضروریات میں خاصا اضافہ ہوا اور گزشتہ سال کے مقابلے میں بیرونی امداد (بشمول بیرونی امداد اور بیرونی قرضے دونوں) میں کم رہی۔ خاص طور پر م س 11ء کے لیے بیرونی مدد 2.5 ارب ڈالر رہی جبکہ گزشتہ سال 3.7 ارب ڈالر تھی (جدول 7.5)۔

جدول 7.5: بیرونی امداد کی تقسیم			
ملین امریکی ڈالر			
کل	قرضے	امداد	
م س 09ء			
5,988.7	5,394.3	594.4	وعدے
4,662.3	4,092.2	570.1	تقسیم
م س 10ء			
6,743.5	5,137.0	1,606.4	وعدے
3,663.0	3,015.0	648.0	تقسیم
م س 11ء			
4,579.8	2,738.2	1,841.6	وعدے
2,548.0	1,922.1	625.9	تقسیم
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

بیرونی امداد میں مالی سال 11ء کے دوران امداد کی تقسیم میں صرف 34 فیصد وعدے کیے گئے جبکہ وعدوں کے مطابق قرضوں کی تقسیم 70.2 فیصد رہی۔ امداد دینے والوں کی اجزائے ترکیبی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال 11ء میں مجموعی امداد میں دو طرفہ امداد کا حصہ 87.8 فیصد تھا جس سے دو طرفہ تعلقات کی عکاسی ہوتی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کی طرف سے سب سے زیادہ دو طرفہ امداد تقسیم کی گئی جن کا مجموعی امداد میں حصہ 78 فیصد ہے۔

امداد کے برعکس م س 11ء میں مجموعی قرضوں کی تقسیم میں کثیر فریقی ذرائع کا حصہ 71.5 فیصد تھا۔ قرضہ دینے والے اداروں کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ م س 11ء میں 68.1 فیصد قرضے منصوبہ مالکاری، سیلاب سے متعلق



سرگرمیوں اور ادائیگیوں کے توازن کے لیے ایشیائی ترقیاتی بینک، عالمی ترقیاتی ایسوسی ایشن اور اسلامی ترقیاتی بینک کی طرف سے دیے گئے۔

شرح مبادلہ کا تغیر اور بیرونی قرضہ و واجبات میں تبدیلی
 حالیہ برسوں میں بیرونی قرضوں کے کرنسی کی ہیئت ترکیبی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے کیونکہ 2008ء کے مالی بحران کے باعث بیرونی کرنسی کی منڈیاں بدستور تغیر پذیر ہیں۔ کرنسی کی ہیئت ترکیبی سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات کے 94.9 فیصد میں چار اہم کرنسیاں غالب ہیں یعنی امریکی ڈالر، یورو، پورو اور ایس ڈی آر (شکل 7.7)۔ قرضہ جات و واجبات کے اسٹاک پر دیگر اہم کرنسیوں (یورو اور ایس ڈی آر) کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی شرح مبادلہ میں تغیر (اضافہ / تخفیف) کا نمایاں اثر ہے کیونکہ یہ بنیادی کرنسی کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ شرح مبادلہ میں تبدیلی کے اثر کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مئی 11ء کے دوران سرکاری قرضوں میں 97 فیصد اضافہ لین دین کی لاگت میں نقصان کے باعث ہوا۔^{9,10} مطلق لحاظ سے مئی 11ء کے لیے لین دین کی لاگت کا نقصان 3.3 ارب ڈالر ہے (جدول 7.6)۔ جاپانی یورو کے مقابلے میں صرف امریکی ڈالر میں تخفیف سے سرکاری قرضے میں 3.1 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔

جدول 7.6: بیرونی قرضہ و واجبات پر شرح مبادلہ کی تبدیلی کا اثر

ملین امریکی ڈالر

مجموعہ	ایس ڈی آر	یورو	جاپانی یورو	مئی 08ء
3113	676	873	1327	مئی 08ء
36	-505	-625	1347	مئی 09ء
-303	-542	-776	985	مئی 10ء
3349	938	896	1314	مئی 11ء

ماخذ: تجزیہ کار کے تخمینے

غیر ضمانتی بیرونی قرضہ

پست عالمی شرح سود اور پائیدار شرح مبادلہ کے باوجود سرمایہ کار سرگرمیوں کے لیے نجی شعبے کی بیرونی قرض گیری بدستور کم رہی۔ غیر ضمانتی بیرونی قرضوں کی سال بسال نمو میں کمی آئی ہے کیونکہ مئی 11ء میں غیر ضمانتی قرضوں کے واجب الادا اسٹاک میں صرف 2.3 فیصد اضافہ ہوا اور یہ بڑھ کر 13.7 ارب ڈالر ہو گئے¹¹ جو گزشتہ سال 8.7 فیصد سال بسال اضافے کی نسبت کم ہے۔ مزید یہ کہ مئی 11ء میں تقریباً نصف نمو چھوٹی بینکوں کی اپنے بیرونی کرنسی کھاتوں کے انتظام کی وجہ سے قلیل مدتی قرض کے باعث ہوئی۔ حالیہ برسوں میں معاشی سرگرمیوں میں کمی، ہیکورٹی خدشات میں اضافے، توانائی کی قلت اور اشیاء سازی کے شعبے میں زیادہ گنجائش نے کارپوریٹ شعبے کو نئی سرمایہ کاریوں سے دور کر رکھا ہے۔

آئی ایم ایف قرضے

مئی 11ء میں آئی ایم ایف کے واجب الادا قرضے 0.8 ارب ڈالر اضافے سے 8.9 ارب ڈالر تک پہنچ گئے ہیں (جدول 7.7)۔ مئی 11ء کے دوران آئی ایم ایف کے قرضوں میں یہ اضافہ گزشتہ سال 2.9 ارب ڈالر کے مقابلے میں کافی کم ہے جس کی بنیادی وجہ مالیاتی ترامیم پر عملدرآمد میں تاخیر کے باعث آئی ایم ایف ایس ای اے پروگرام کا تعطل تھا۔ مزید برآں مئی 11ء کے دوران آئی ایم ایف سے لیا گیا قرضہ حکومت کی ہنگامی ضروریات جیسے سال کی پہلی سہ ماہی میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے نمٹنے کے لیے تھا۔ آئی ایم ایف کے ساتھ ایس بی اے قرضے کی آخری قسط ابھی تک نہیں ملی ہے اور اس کی وصولی کا امکان نہیں ہے۔

اگرچہ مئی 11ء کے اختتام پر پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات میں آئی ایم ایف کا حصہ صرف 14.9 فیصد ہے تاہم جیسا کہ بیان کیا گیا ہے پاکستان کے لیے آئی ایم ایف پروگرام کی اصل اہمیت یہ ہے کہ دیگر کئی کثیر فریقی اور عالمی مالی اداروں کے قرضے کے پروگرام آئی ایم ایف کی تصدیق سے جڑے ہوئے ہیں۔ مئی 11ء کے دوران کم قرضہ اور غیر قرضے کی رقم کی آمد میں کمی اس کی اہم وجہ تھی۔

⁹ اس سے مئی 11ء میں خسارے کو پورا کرنے کے لیے حکومت کا ملکی وسائل پر انحصار بڑھنے کی بھی توقع ہوتی ہے۔

¹⁰ مختلف کرنسیوں میں بیرونی قرضہ و واجبات کو کسی بنیادی کرنسی (جو پاکستان کے معاملے میں امریکی ڈالر ہے) میں بدلنے سے بیرونی قرضوں کے اسٹاک میں تبدیلی کو 'لین دین کی تبدیلی' (منافع/نقصان) کہا جاتا ہے۔

¹¹ یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان کے بیرونی قرضہ و واجبات میں بیرونی نجی قرضوں کا حصہ عام طور پر کم ہوتا ہے۔ باقی قریب میں موبائل نیٹ ورک کمپنیوں نے عالمی سطح پر کم شرح سود سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرضے لیے۔

جدول 7.7: پاکستان کے بیرونی قرضے و واجبات						
ارب امریکی ڈالر						
م 11ء	م 10ء	م 09ء	م 08ء	م 07ء	م 06ء	
57.9	53.6	48.8	43.1	37.8	35.3	1۔ سرکاری قرض (الف+ب+ج)
46.4	42.9	42.4	40.4	35.6	33.0	الف۔ حکومتی قرض
45.8	42.1	41.8	39.7	35.6	32.8	ii۔ قلیل مدت (ایک سال سے زائد)
جس میں						
15.5	14.0	14.0	13.9	12.7	12.8	پیرس کلب
25.8	23.7	23.0	21.4	18.5	16.6	کثیر فریقی
1.9	1.8	1.4	1.1	0.9	0.7	دیگر فریقی
1.6	1.6	2.2	2.7	2.7	1.9	یوربائز/صلوک عالمی بانڈ
0.6	0.8	0.7	0.7	0.0	0.2	ii۔ قلیل مدت (ایک سال سے کم)
8.9	8.1	5.1	1.3	1.4	1.5	ب۔ آئی ایم ایف سے قرض
2.6	2.6	1.3	1.3	0.8	0.8	ج۔ زرمبادلہ واجبات
0.1	0.2	0.2	0.2	0.2	0.3	2۔ پی ایس ای ضمانتی قرضے
1.0	1.1	0.9	1.0	1.0	0.6	3۔ پی ایس ای غیر ضمانتی قرض ¹
0.4	0.2	-	-	-	-	4۔ جدولی بینکوں کی قرض گیری ²
2.4	2.2	2.3	1.6	1.0	1.0	5۔ نجی غیر ضمانتی قرضے (وسط اور طویل مدت: ایک سال سے زائد)
0.1	0.1	0.1	0.3	0.3	-	6۔ نجی غیر ضمانتی بانڈز ³
61.8	57.4	52.3	46.2	40.3	37.2	مجموعی بیرونی قرضہ (1+2+3+4+5+6)
1۔ پی ایس ای کی کوریج میں اضافے کے باعث جولائی 09ء سے اعداد و شمار پر نظر ثانی کی گئی ہے۔						
2۔ جدولی بینکوں کی قرض گیری کے اعداد و شمار جولائی تا ستمبر 09ء سے لیے گئے ہیں۔						
3۔ سرکاری شعبے کے مقامی کرنسی کے بانڈز اور نجی غیر ضمانت شدہ بانڈز کے اعداد و شمار م 07ء کی تیسری اور چوتھی سہ ماہی سے لیے گئے ہیں۔						
ماخذ: بینک دولت پاکستان						

زرمبادلہ کے واجبات

زرمبادلہ واجبات کی واجب الادا رقم (ایس ڈی آر کے اختصاص کے علاوہ) میں گزشتہ چار برسوں سے مسلسل کمی ہو رہی ہے۔ م 11ء کے اختتام پر زرمبادلہ واجبات کا اثاثہ (ایس ڈی آر منہا کر کے) 1.0 ارب ڈالر تھا اور مجموعی بیرونی قرضہ و واجبات میں اس کا حصہ صرف 1.7 فیصد ہے۔ حالیہ زرمبادلہ کے واجبات صرف مختلف بینکوں کے امانتوں اور ایس ڈی آر کے اختصاص پر مشتمل ہیں۔

7.3.2 بیرونی قرضے کی واپسی

مالی سال 11ء میں پاکستان کے بیرونی قرضے و واجبات میں معتدل اضافے کے باوجود مسلسل یہ دوسرا سال ہے کہ بیرونی قرضے و واجبات پر قرضوں کی واپسی¹² پست رہی ہے۔ خصوصاً سال کے دوران قرضوں کی واپسی میں 0.7 ارب ڈالر کمی سے 3.9 ارب ڈالر ہو گئی۔ بیرونی قرضہ و واجبات پر اس مجموعی اعداد کو اصل زر کی ادائیگی اور سود میں تقسیم کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جتنی کمی ہوئی ہے اس کا سبب اصل زر کی واپسی میں کمی ہے جبکہ مؤخر الذکر میں 55.2 ملین امریکی ڈالر (5 فیصد سال بسال نمو) کا اضافہ ہوا ہے (جدول 7.8)۔

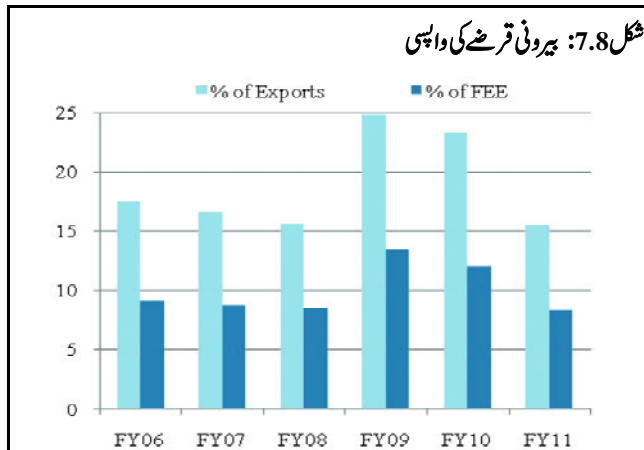
قرض کی واپسی کی تقسیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ م 11ء میں حکومت نے کثیر فریقی، دو طرفہ، پیرس کلب اور اسلامی ترقیاتی بینک کو 1.8 ارب ڈالر اپنے بیرونی قرضے واپس کیے۔ اس طرح سال کے دوران حکومت نے 92.7 فیصد سے زائد قرضے واپس کیے۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں سب سے اہم فرق یہ تھا کہ مارکیٹ پر مبنی ریاستی پاکستانی بانڈز (یورو/

¹² براہ مہربانی فٹ نوٹ نمبر 2 ملاحظہ کیجیے۔

ملکی و بیرونی قرضہ

جدول 7.8: بیرونی قرضوں کی واپسی						
ملین امریکی ڈالر						
میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	میں 08ء	میں 07ء	میں 06ء	
3,153.0	3,671.8	3,881.7	2,445.1	2,223.3	2,368.4	I- سرکاری قرضہ (الف+ب+ج)
2,206.8	2,795.0	2,913.9	1,440.7	1,312.8	1,569.4	اصل
946.2	876.9	967.9	1,004.4	910.5	799.0	سود
2,574.4	3,134.0	3,573.7	2,196.1	2,025.3	2,149.4	الف- سرکاری قرضہ
1,816.6	2,403.3	2,681.9	1,245.7	1,170.8	1,404.4	اصل
757.8	730.7	891.9	950.4	854.5	745.0	سود
441.8	359.4	264.0	191.0	143.0	159.0	ب- آئی ایم ایف سے قرض
268.2	239.8	210.0	173.0	120.0	143.0	اصل
173.6	119.6	54.0	18.0	23.0	16.0	سود
136.9	178.4	44.0	58.0	55.0	60.0	ج- زرمبادلہ کے واجبات
122.0	151.9	22.0	22.0	22.0	22.0	اصل
14.9	26.5	22.0	36.0	33.0	38.0	سود
448.3	454.0	236.9	252.7	270.1	174.5	II- پی ایس ایف کا قرض
401.3	392.5	176.8	171.0	200.7	144.0	اصل
47.1	61.4	60.1	81.7	69.3	30.6	سود
316.1	457.0	628.6	484.8	382.7	351.6	III- نجی شعبے کا قرضہ
247.0	388.17	497.8	323	271.6	275	اصل
69.1	68.1	130.8	161.8	111.1	76.6	سود
3,917.4	4,582.8	4,747.2	3,182.6	2,876.0	2,894.6	بیرونی قرضہ (I+II+III)
2,855.1	3,575.7	3,588.4	1,934.7	1,785.1	1,988.4	اصل
1,062.3	1,007.1	1,158.8	1,247.8	1,090.9	906.1	سود

ماخذ: بینک دولت پاکستان



صکوک بانڈز) اور کمرشل بینکوں کو کوئی واپسی نہیں ہوئی۔ یہ 11 س میں اصل زر کی واپسی میں کمی کی اہم وجہ تھی۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بیرونی قرضوں کی ری شیڈولنگ یا اجرائے ثانی کا اثر قرضوں کی واپسی پر پڑا ہے۔ مالی سال 11ء میں دوست ملکوں کے مرکزی بینکوں نے اپنے 1.1 ارب ڈالر کی امانتوں کا اجرائے ثانی کیا۔ اسلامی ترقیاتی بینک نے 0.6 ارب کے عرصیت مکمل ہونے والے قرضوں کا اجرائے ثانی کیا۔ ان تبدیلیوں سے ملک کے قرضوں کی واپسی میں 1.7 ارب ڈالر کا بوجھ کم کرنے میں مدد ملی۔ ری شیڈولنگ یا اجرائے ثانی کی غیر موجودگی میں 3.9 ارب ڈالر کے بیرونی قرضوں پر 5.6 ارب ڈالر دینے ہوں گے۔

قرضوں کی واپسی میں کمی کے بعد مالی سال 11ء میں ملکی معیشت پر قرضوں کی واپسی کے اہم اظہاریوں میں بہتری آئی ہے۔ برآمدات کے فیصد اور زرمبادلہ کی آمدنی

جدول 7.9: آئی ایم ایف کے قرضوں کی واپسی			
ملین امریکی ڈالر	سود	اصل	کل
1,391.5	188.5	1,203.0	مئی 12ء
3,094.3	138.8	2,955.6	مئی 13ء
3,439.5	55.9	3,383.7	مئی 14ء
1,354.7	15.8	1,338.9	مئی 15ء
60.4	1.0	59.4	مئی 16ء
نوٹ: یہ متوقع ادائیگیاں جون 2011ء کے اسٹاک پر مبنی ہیں			
ایس ڈی آر کو امریکی ڈالر میں منتقل کرنے کے لیے جون آخر کے مبادلے کی شرح استعمال کی گئی ہے۔			
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

کے لحاظ سے مجموعی قرضوں کی واپسی کم ہو کر مالی سال 06ء اور مالی سال 07ء کی سطح پر آ گئی ہے (شکل 7.8)۔ اگرچہ مالی سال 11ء کے لیے یہ ایک اہم پیش رفت ہے تاہم اس امر کا خطرہ ہے کہ یہ متاثر کن بہتری مالی سال 12ء میں جاری نہیں رہ سکے گی۔ اول، بین الاقوامی زری فنڈ کے اسٹینڈ بائی آرٹیکل منٹ کے قرضوں کی واپسی کی وجہ سے مالی سال 12ء کے لیے مجموعی قرضوں کی واپسی کی رقم میں اضافے کا امکان ہے کیونکہ بین الاقوامی زری فنڈ کے قرضے کی واپسی سال کی دوسری ششماہی سے شروع ہوگی (جدول 7.9)۔ دوم، مالی سال 12ء میں زرمبادلہ کی آمدنی کم ہو کر پائیدار سطح پر آ جائے گی جبکہ مالی سال 11ء میں اس میں 25.1 فیصد سال بسال اضافہ ہوا تھا۔

8 ادائیگیوں کا توازن

8.1 عمومی جائزہ

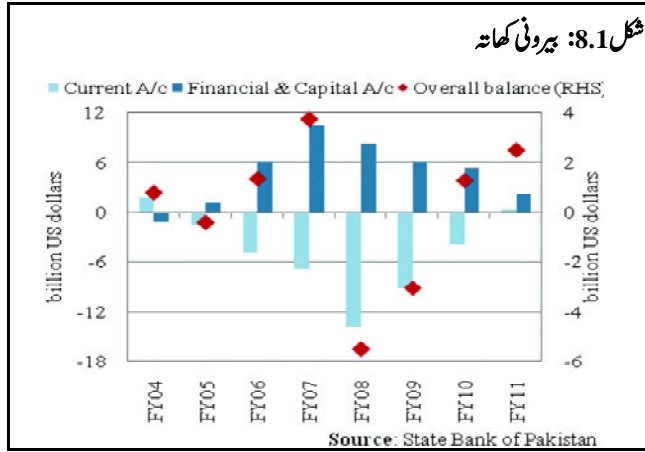
مالی سال 11ء کے دوران پاکستان کے بیرونی کھاتوں میں غیر متوقع طور پر بہتری دیکھی گئی جس سے معیشت کو سانس لینے کی مہلت مل گئی۔ تاہم معیشت میں یہ بہتری مقامی کاروباری ماحول سے زیادہ عالمی منڈی میں امید افزا پیش رفت کے باعث آئی ہے۔ خصوصاً پاکستانی برآمدات کی قیمت اور طلب میں اضافے کے ساتھ ساتھ ترسیلات زر میں شاندار نمو کی وجہ سے ملکی بیرونی صورتحال میں بہتری دیکھی گئی۔

م 11ء کے دوران درآمدات سے زیادہ برآمدات میں مطلق اضافہ دیکھا گیا (جدول 8.1) جس کے نتیجے میں تجارتی خسارہ، جو ماضی میں بیرونی کھاتوں میں بگاڑ پیدا کرنے والا اہم عنصر تھا، قابو میں رہا اور گزشتہ سال کے مقابلے میں 8.7 فیصد کم ہوا۔ ساتھ ہی ترسیلات زر میں 25.8 فیصد اضافے سے مدد ملی اور مجموعی طور پر ایک کروڑ 12 لاکھ ڈالر کی ترسیلات زر موصول ہوئیں جو غیر معمولی طور پر بلند ہے۔ نتیجتاً پاکستان کے بیرونی کھاتے میں چھ سال لگا تار خسارے کے بعد میں 0.3 ارب ڈالر فاضل رہے۔

دوسری جانب م 11ء کے دوران مالی کھاتے کے فاضل میں گزشتہ سال کے مقابلے میں کمی واقع ہوئی جس کا سبب قرضوں اور بیرونی نجی سرمایہ کاری کا کم ہونا ہے۔ اس کے باوجود جاری کھاتے میں بہتری مالی کھاتے کے فاضل میں کمی کے اثر کو زائل کرنے کے لیے کافی تھی۔ نتیجتاً م 11ء میں پاکستان کا مجموعی بیرونی کھاتہ بہتر ہوا اور اس میں گزشتہ سال 1.3 ارب ڈالر کے مقابلے میں 2.5 ارب ڈالر ریکارڈ فاضل رقم موجود ہے (جدول 8.1)۔

بیرونی کھاتے کا فاضل زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافے کی شکل میں ظاہر ہوا جو جون 2011ء کے اختتام پر 18.2 ارب امریکی ڈالر کی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئے جبکہ گزشتہ سال کے اسی عرصے تک 16.9 ارب ڈالر تھے۔ پورے سال بیرونی کھاتے کی اطمینان بخش صورتحال کے باعث م 11ء میں روپے پر دباؤ نمایاں طور پر کم رہا۔ اسی لیے روپے کی قدر میں صرف 0.7 فیصد کمی ہوئی۔

جدول 8.1: بیرونی حسابات کا خلاصہ				
ارب امریکی ڈالر				
	م 10ء	م 11ء	مطلق تبدیلی	فیصد تبدیلی
الف۔ جاری کھاتہ	-3.9	0.3	-4.2	-107.7
(i) تجارتی توازن	-11.5	-10.5	-1.0	-8.7
برآمدات	19.7	25.3	5.6	28.4
درآمدات	31.2	35.8	4.6	14.7
(ii) تادیدہ توازن	7.6	10.7	3.1	40.8
ترسیلات	8.9	11.2	2.3	25.8
ب۔ مالی اور سرمایہ کھاتہ	5.2	2.2	-3.0	-57.4
براہ راست بیرونی سرمایہ کاری	2.2	1.6	-0.6	-26.8
بیرونی جزدانی سرمایہ کاری	-0.06	0.3	0.4	639
دیگر سرمایہ کاری	3.1	-0.1	-3.2	-104.7
ج۔ غلط وچھول چوک	-0.01	0.01	0.0	-281.3
د۔ مجموعی توازن	1.3	2.5	1.2	96.9
ماخذ: بینک دولت پاکستان				



م 11ء میں بیرونی شعبے کی اچھی کارکردگی کے باوجود ساختی مشکلات -- کیونکہ پیداواری آمیزے اور برآمدی منڈیوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی -- کی وجہ سے یہ شعبہ اب بھی ضرر پذیر ہے۔ سرمایہ اور مالی رقوم میں مسلسل کمی بھی باعث تشویش ہے۔ م 11ء میں مسلسل چوتھے برس مالی کھاتے کے فاضل میں کمی دیکھی گئی اور م 12ء کی پیش گوئی سے ظاہر

م 11ء میں بیرونی شعبے کی اچھی کارکردگی کے باوجود ساختی مشکلات -- کیونکہ پیداواری آمیزے اور برآمدی منڈیوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی -- کی وجہ سے یہ شعبہ اب بھی ضرر پذیر ہے۔ سرمایہ اور مالی رقوم میں مسلسل کمی بھی باعث تشویش ہے۔ م 11ء میں مسلسل چوتھے برس مالی کھاتے کے فاضل میں کمی دیکھی گئی اور م 12ء کی پیش گوئی سے ظاہر

جدول 8.2: آئی ایم ایف کو مقررہ مدت میں رقوم کی واپسی کا تخمینہ		
ملین امریکی ڈالر (ایس ڈی آر=1.5755 امریکی ڈالر)		
مدت	بازادارگنجی	سال کی کل بازادارگنجی
تیسری سہ ماہی میں 12ء	407	
چوتھی سہ ماہی میں 12ء	519	926
پہلی سہ ماہی میں 13ء	407	
دوسری سہ ماہی میں 13ء	670	
تیسری سہ ماہی میں 13ء	821	
چوتھی سہ ماہی میں 13ء	821	2719
پہلی سہ ماہی میں 14ء	972	
دوسری سہ ماہی میں 14ء	972	
تیسری سہ ماہی میں 14ء	564	
چوتھی سہ ماہی میں 14ء	564	3072
ماخذ: آئی ایم ایف ویب سائٹ		

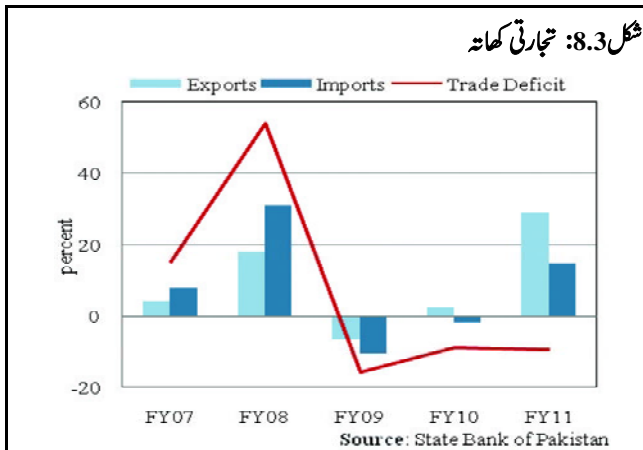
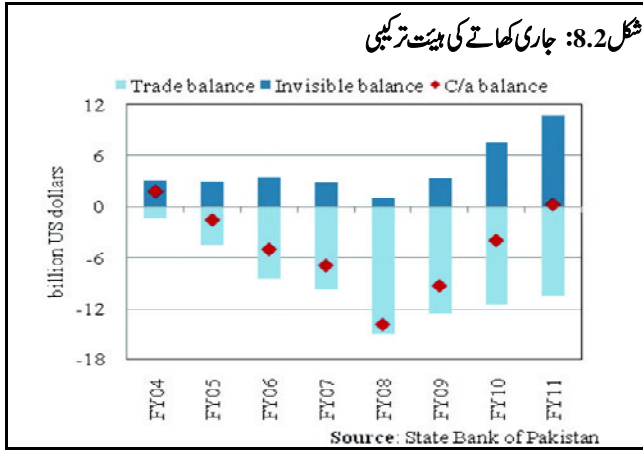
ہوتا ہے کہ یہ رجحان جاری رہنے کا امکان ہے (شکل 8.1)۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری، ایکویٹی تمسکات اور قرضے کی مد میں رقم کی آمد بدستور کم ہے۔ کمزور معاشی حالات اور امن و امان کی خراب صورتحال کے پیش نظر مستقبل قریب میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری اور ایکویٹی تمسکات میں بہتری کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مزید برآں آئی ایم ایف کے پروگرام کے تعطل کے باعث عالمی مالی اداروں سے رقوم کی آمد کم رہے گی۔ اس لیے اگر جاری کھاتے میں بگاڑ آیا جیسا کہ 2006ء تا 2008ء میں ہوا تھا تو مالی کھاتے سے مدد نہیں مل سکے گی۔ اس کے برعکس آئی ایم ایف کے قرضوں کی واپسی کے باعث مالی کھاتے پر دباؤ آ سکتا ہے (جدول 8.2)۔

8.2 جاری حسابات کا توازن

گزشتہ دو برسوں سے جاری حسابات کے توازن میں جو بہتری دیکھی گئی تھی وہ م س 11ء میں بھی جاری ہے۔ مسلسل چھ برس تک خسارے کے بعد جاری حسابات میں 10.3 ارب ڈالر فاضل ہیں (شکل 8.2)۔

8.2.1 تجارتی کھاتہ

م س 11ء میں مسلسل تیسرے برس پاکستان کے تجارتی خسارے میں کمی ہوئی۔ گزشتہ سال کے برخلاف، جب برآمدات گھٹنے کے باعث تجارتی خسارہ کم ہوا تھا، اس برس برآمدات بڑھنے کی وجہ سے تجارتی خسارہ کم ہوا۔ اگرچہ درآمدات میں بھی 14.7 فیصد اضافہ ہوا تاہم برآمدی نمونے درآمدی نمونہ کو پیچھے چھوڑ دیا (شکل 8.3)۔



برآمدات میں اضافے کا سبب بنیادی طور پر کپاس کی بلند عالمی قیمتیں تھیں۔ ٹیکسٹائل مصنوعات کی بہتر اکائی قیمتوں سے ٹیکسٹائل برآمد کنندگان کو مدد ملی۔ اگرچہ ٹیکسٹائل برآمدات کی مقدار میں بھی معمولی اضافہ ہوا تاہم اس میں نمایاں عنصر قیمت کے اثر کا ہے۔ ٹیکسٹائل کے علاوہ انجینئرنگ کی اشیا، کیمیکلز اور ادویات، چمڑے کی مصنوعات، پھل اور مچھلی کی برآمدات میں مثبت نمودیکھی گئی۔

پٹرولیم اور غیر پٹرولیم درآمدات دونوں میں اضافہ ہوا۔ جیسا کہ برآمدات کے معاملے میں ہوا ہے اسی طرح درآمدی بل میں اضافے کا اہم سبب اشیا کی عالمی قیمتوں خصوصاً پٹرولیم مصنوعات، پام آئل اور شکر کی قیمتوں میں اضافہ ہے (تجارت پر تفصیلات کے لیے سیکشن 8.4 ملاحظہ کیجیے)۔

جدول 8.3: جاری منتقلیاں			
ملین امریکی ڈالر			
م 11ء	م 10ء	م 09ء	
15,683	12,562	11,154	جاری منتقلیاں (خالص)
14,863	12,006	10,991	نجی منتقلیاں
11,201	8,906	7,811	کارکنوں کی ترسیلات
1,243	1,504	2,019	جس میں مبادلہ کمپنیاں
367	629	-271	بیرونی کرنسی کے کھاتے - مقیم افراد
3,295	2,471	3,451	دیگر
331	101	247	جس میں مبادلہ کمپنیاں
821	556	163	سرکاری منتقلیاں
512	491	142	نقد گرانٹ
309	65	21	دیگر
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

8.2.2 نادیدہ کھاتہ

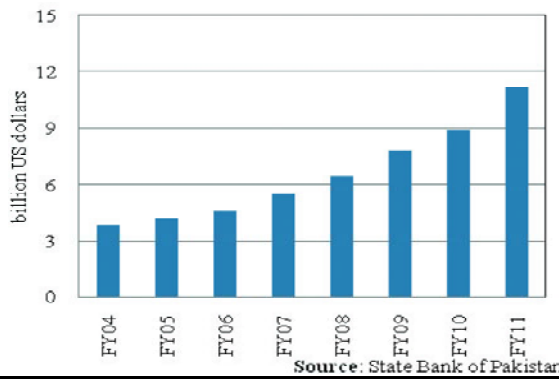
نادیدہ کھاتہ خدمات (جیسے سفر، بیمہ، مواصلات وغیرہ)، بیرون ملک سے آمدنی اور جاری منتقلیوں پر مشتمل ہے۔ م 11ء کے دوران اس میں 10.7 ارب امریکی ڈالر فاضل رہے اور گزشتہ سال کے مقابلے میں 40.8 فیصد سے زائد نمو ہوئی۔

م 11ء میں جاری منتقلیاں 24.8 فیصد بڑھ گئیں جبکہ گزشتہ سال 12.6 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ جاری منتقلیوں میں مسلسل اضافے کا بڑا سبب کارکنوں کی ترسیلات ہیں، جو تاریخی سطح پر پہنچ گئیں۔ درحقیقت نادیدہ کھاتے میں 60 فیصد اضافہ ترسیلات زر بڑھنے کے باعث ہوا ہے (جدول 8.3)۔

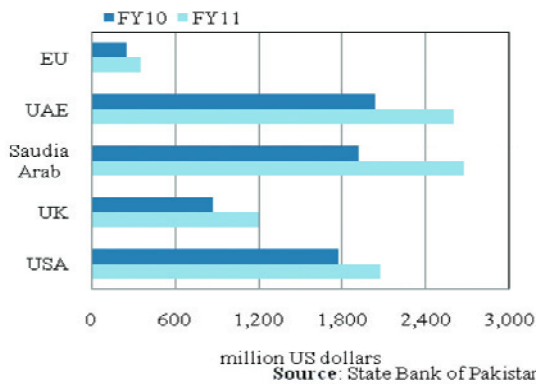
کارکنوں کی ترسیلات

م 11ء میں مسلسل چھ برس کارکنوں کی ترسیلات میں اضافے کا رجحان جاری رہا اور اس سال ترسیلات زر میں کل 11.2 ارب ڈالر جمع ہوئے (شکل 8.4)۔ ترسیلات زر کی نمو کا باعث کئی عناصر ہیں: (1) بیرون ملک سرمایہ کاری مواقع کا کم ہونا، (2) ترسیلات کو بینکاری نظام کے ذریعے لانے کے لیے اسٹیٹ بینک اور حکومتی کوششیں،¹ (3) کھلی مارکیٹ کی غیر رسمی اضافت میں کمی، (4) کارکنوں کی مہارت کی سطح میں بہتری² اور (5) سیلاب سے متاثرہ گھرانوں کے لیے سمندر پار پاکستانیوں کی مدد۔ م 10ء کے برخلاف م 11ء میں تمام اہم ملکوں سے سمندر پار پاکستانیوں کی بھیجی گئی ترسیلات میں اضافہ ہوا (شکل 8.5)۔

شکل 8.4: کارکنوں کی ترسیلات



شکل 8.5: ترسیلات بلحاظ ملک



یہ کہا جاسکتا ہے کہ ترسیلات میں تمام تر اضافہ بینکاری نظام کے ذریعے بھیجی گئی رقم کی وجہ سے ہوا جبکہ اسی مدت کے دوران مبادلہ کمپنیوں سے بھیجی گئی رقم میں نمایاں کمی دیکھی گئی۔³ بینکاری نظام کے ذریعے رقم کے بہاؤ میں اضافے کے متعدد اسباب ہیں، جیسے: (1) حکومت کی طرف سے دی گئی مراعات کے باعث رقم بھیجنے کی لاگت میں کمی،⁴ (2) مقامی بینکوں اور بیرونی اداروں کے درمیان شراکت داری کی وجہ سے رقم بھیجنے میں کم وقت صرف ہونا اور (3) کچھ مبادلہ کمپنیوں کے خلاف سخت کارروائی۔

نادیدہ کھاتے کے دیگر عناصر میں م 11ء کے دوران خدمات کے کھاتے کے

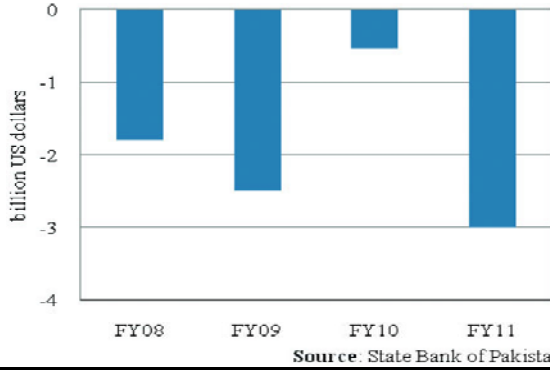
1 پاکستان ریکی نیٹس اینی شے نو جیسے ایکسپریس مانی کے تحت اقدامات اور بین ال بینک منتقلی کی سہولت کی شکل میں مراعات اور ٹیلی مار پاکستان کی طرف سے ایزی پیس کی مدد سے ریکی ذرائع سے ترسیلات زر میں اضافہ ہوا۔

2 آئی ایم ایف ورکنگ پیپر: Remittances in Pakistan: Why Have They Gone up, and Why aren't They Coming Down? اگست 2011ء۔

3 م 11ء میں مبادلہ کمپنیوں کے ذریعے بھیجی جانے والی ترسیلات زر میں 15.5 فیصد کمی واقع ہوئی۔

4 م 11ء کے دوران بینکوں کے ذریعے آنے والی ترسیلات کا اوسط حصہ م 10ء کے 83 فیصد سے بڑھ کر 89 فیصد ہو گیا۔

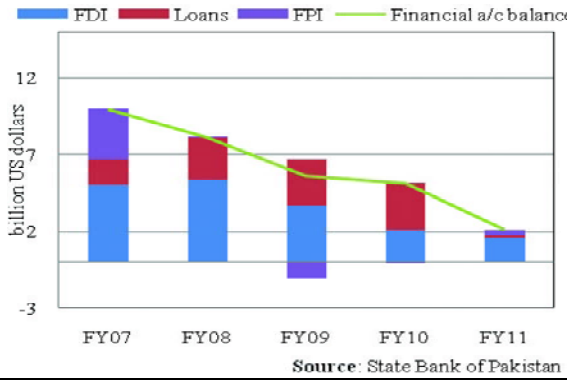
شکل 8.6: مالی کھاتے کے فاضل میں کمی



خسارے میں 13.9 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ سال اس میں 50.0 فیصد کمی ہوئی تھی۔ خدمات کے کھاتے میں خسارہ گھٹنے کا سبب اتحادی سپورٹ فنڈ سے رقوم کی آمد کی پست سطح ہے۔ م 10ء کے 1.3 ارب ڈالر کے مقابلے میں اس میں 42.5 فیصد کمی ہوئی اور م 11ء میں 10.7 ارب ڈالر رہ گئے۔

م 11ء میں سرمایہ آمدنی کھاتے کے خسارے میں مسلسل دوسرے سال کمی ہوئی کیونکہ سرمایہ کاری آمدنی بڑھنے کی وجہ سے رقوم کی آمد میں 14 کروڑ 30 لاکھ ڈالر کا اضافہ ہوا۔ اس اضافے کا بڑا حصہ ذخائر پر سودی آمدنی میں اضافے اور بینکوں کی بیرون ملک سرمایہ کاری پر سودی آمدنی کا ہے۔^{5,6}

شکل 8.7: مالی کھاتے کے توازن کا ذریعہ



اگرچہ سرکاری اور نجی بیرونی قرضوں پر آئی ایم ایف کے چارجز اور سود (اصل رقم نہیں) پر رقوم کے اخراج میں اضافہ ہوا تاہم براہ راست بیرونی سرمایہ کاری اور جزو دانی سرمایہ کاری دونوں مدوں میں رقوم کے اخراج میں کمی سے اس کا اثر زائل ہو گیا جس کے نتیجے میں م 11ء میں مجموعی اخراج میں 11 کروڑ ڈالر کمی ہوئی۔

8.3 مالی کھاتہ

م 11ء میں مالی کھاتے کے فاضل میں مسلسل چوتھے سال کمی دیکھی گئی۔ مطلق لحاظ سے م 11ء کے دوران مالی کھاتے کے فاضل میں 3.0 ارب ڈالر گھٹ گئے جو گزشتہ چار برسوں میں سب سے بڑی کمی ہے (شکل 8.6)۔ دہشت گردی، توانائی کی قلت، کرپشن جیسے دیرینہ مسائل کے باعث براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں کمی واقع ہوئی جبکہ جزو دانی سرمایہ کاری میں نسبتاً بہتری دیکھی گئی (شکل 8.7)۔⁷

م 11ء میں قرضوں کی تقسیم میں بھی تیزی سے کمی آئی جبکہ م 10ء میں اس میں اضافہ ہوا تھا۔ اس کمی کا سبب مئی 2010ء میں آئی ایم ایف اسٹینڈ بائی معاہدے کا قائل ہونے کی وجہ سے دیگر عالمی مالی اداروں اور دوطرفہ امداد دینے والوں کی جانب سے آمد رقوم پر بھی اثر مرتب ہوا۔ دوسری جانب قرضوں کی قسط وار واپسی بڑھ گئی جس سے مالی کھاتے پر مزید دباؤ پڑا۔

مستقبل میں عالمی معیشت کی غیر یقینی صورتحال اور حکومت کے آئی ایم ایف پروگرام سے نکلنے کے سبب مالی کھاتے پر دباؤ جاری رہنے کا امکان ہے۔

جدول 8.4: بیرونی سرمایہ کاری کی خالص آمد

ملین امریکی ڈالر				
مطلق	مطلق	م 11ء	م 10ء	بیرونی نجی سرمایہ کاری
-29	-800	1938	2738	
-27	-577	1573	2150	براہ راست سرمایہ کاری
-38	-223.4	364	588	جزو دانی سرمایہ کاری
-39	-236.4	364	601	ایکویٹی تسکات
100	13	-	-13	قرضہ تسکات
97	632	-20	-652	بیرونی سرکاری سرمایہ کاری
97	632	-20	-652	جزو دانی سرمایہ کاری
97	632	-20	-652	قرضہ تسکات
-8	-168	1918	2086	کل

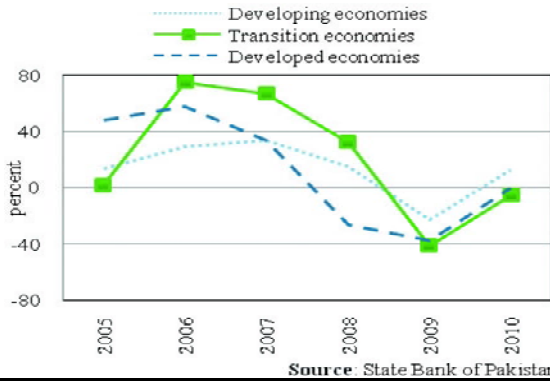
ماخذ: بینک دولت پاکستان

⁵ سرمایہ کاری آمدنی میں شہریوں کے بیرونی مالی اثاثوں و واجبات سے متعلق وصولیاں اور ادائیگیاں شامل ہیں۔ م 11ء کے دوران اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں او-6.6 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔

⁶ اسٹیٹ بینک کے ذمہ داروں کے ذخائر کے ایک حصے کی سرمایہ کاری کی گئی جو م 11ء کے دوران او-6.6 ارب ڈالر زیادہ تھے۔

⁷ عالمی سابقہ اشاریہ 2010-2011ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان ان ممالک میں دوسری بدترین جگہ ہے (139 ممالک میں 138 ویں نمبر پر) جہاں دہشت گردی کی وجہ سے کاروبار متاثر ہوتے ہیں۔

شکل 8.8: براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کے بہاؤ میں سال بسال نمو



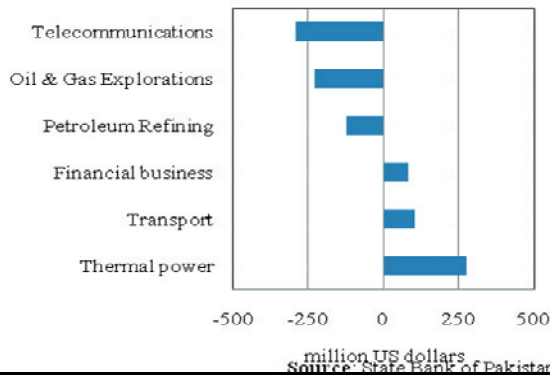
خالص بیرونی سرمایہ کاری

میں 11ء کے دوران خالص بیرونی سرمایہ کاری میں 8.1 فیصد کمی ہوئی، جس کی بڑی وجہ بیرونی نجی سرمایہ کاری میں 80 کروڑ 6 لاکھ امریکی ڈالر کی نمایاں کمی ہے۔ اس وجہ سے بیرونی سرکاری سرمایہ کاری میں 63 کروڑ 20 لاکھ امریکی ڈالر کا اضافہ زائل ہو گیا (جدول 8.4)۔

براہ راست بیرونی سرمایہ کاری

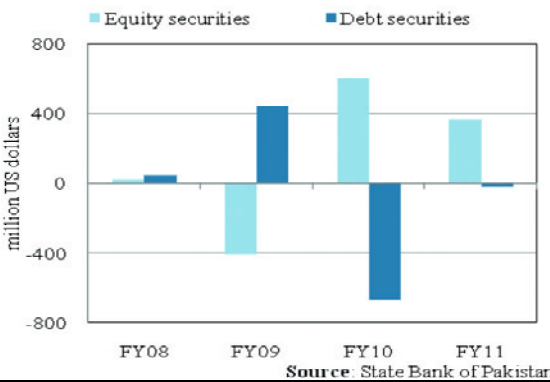
براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں مسلسل تیسرے سال کی دیکھنے میں آئی۔ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں سال بسال 26.8 فیصد کمی ایکویٹی سرمایہ اور نو سرمایہ کاری آمدنی دونوں کے گھٹ جانے کے باعث ہوئی۔ م 11ء کے دوران ایکویٹی سرمایہ میں 22.6 فیصد جبکہ نو سرمایہ کاری آمدنی میں 83.7 فیصد کمی آئی (جدول 8.4)۔

شکل 8.9: براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کے بہاؤ میں مطلق تبدیلی



یہاں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ 2009ء کے مقابلے میں 2010ء میں عالمی اقتصادی صورتحال بہتر ہوئی۔ 2010ء میں ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور عبوری دور سے گزرنے والی معیشتوں میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری دوبارہ تیزی سے آئی (شکل 8.8)۔ عالمی اقتصادی صورتحال سنبھل جانے کے باوجود 2010ء میں پاکستان کی براہ راست بیرونی سرمایہ کاری مزید گھٹ گئی جس کا سبب کئی مقامی مسائل ہیں جس سے پاکستان میں کاروبار کرنے کی لاگت بڑھی ہے۔ شعبہ جاتی مخصوص مسائل جیسے ٹیلی مواصلات کے شعبے کی سیرشدگی اور توانائی کی شدید قلت کی وجہ سے سرمائے کی آمد میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔

شکل 8.10: ایکویٹی اور قرضہ تمسکات میں سرمایہ کاری



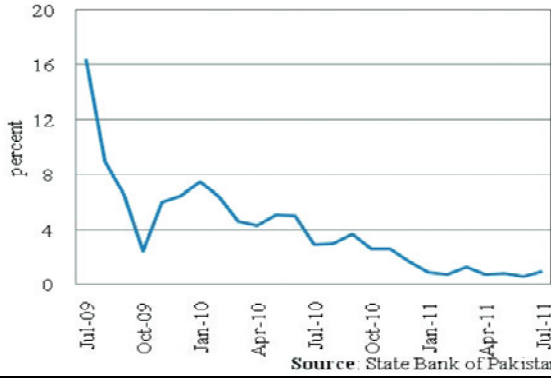
شعبہ دار اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں بیشتر کمی ٹیلی مواصلات اور تیل و گیس کی تلاش کے شعبے میں ہوئی جبکہ بجلی اور مالی شعبے میں معتدل اضافہ ہوا (شکل 8.9)۔ شعبہ مواصلات میں کمی اس شعبے میں مکمل سیرشدگی کی عکاسی کرتا ہے۔ مزید برآں ٹیلی مواصلات کمپنیوں کا منافع سخت مسابقت، اشتہارات، بنیادی ضروریات اور توانائی کی بڑھتی ہوئی لاگت نے گھٹا دیا ہے۔ دوسری جانب تیل و گیس کی تلاش کے شعبے میں امن وامان کی خراب صورتحال (بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں گیس پائپ لائن اور تیل کے ذخائر پر حملوں کا بڑھنا) تازہ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کو اپنی طرف

راغب کرنے کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ اس مسئلے کی بنا پر ان کمپنیوں کو اپنی کارروائیوں کا دائرہ وسیع کرنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔

بیرونی جزدانی سرمایہ کاری

م 11ء میں بیرونی جزدانی سرمایہ کاری کی مجموعی صورتحال میں بہتری آئی کیونکہ قرضہ تمسکات میں رقم کا اخراج م 10ء کے مقابلے میں بدستور کم رہا۔ تاہم م 11ء کے دوران ایکویٹی تمسکات میں سرمایہ کاری کم ہوئی (شکل 8.10)۔ کمزور معاشی امکانات اور پاکستانی کمپنیوں کے بارے میں سرمایہ کاروں کی منفی رائے کی وجہ سے 22 کروڑ 20 لاکھ ڈالر

شکل 8.11: پاکستانی روپے میں تخفیف



کی کمی ہوئی۔ قرضہ تسکات کے تحت م س 11ء میں 2 کروڑ 10 لاکھ ڈالر کی ادائیگی کی گئی جبکہ م س 10ء میں عرصیت مکمل کرنے والے صکوک بانڈز کے باعث 65 کروڑ 24 لاکھ ڈالر کی ادائیگی کی گئی تھی۔

طویل مدتی بیرونی قرضے (خالص)

م س 11ء میں طویل مدتی بیرونی قرضوں (خالص) میں 61.7 فیصد کی بڑی کمی ہوئی جبکہ گزشتہ مالی سال میں 1.5 فیصد کا معمولی اضافہ ہوا تھا جس کا سبب مجموعی تقسیم میں 30.2 فیصد کی تھی۔ مزید برآں سرکاری قرضوں کی قسط وار واپسی میں 15.4 فیصد اضافہ دیکھا گیا جس سے قرضوں (خالص) کی صورتحال میں مزید بگاڑ آیا۔ آئی ایم ایف پروگرام کی معطلی کے بعد سے حقیقی اور موعودہ قرضوں کے تناسب میں خاصی کمی آئی ہے۔ عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک دونوں نے 1.0 ارب ڈالر سے زائد کے قرضے دینے کا وعدہ کیا تاہم اب تک صرف 0.5 ارب ڈالر اور 0.4 ارب ڈالر وصول ہوئے ہیں۔

واجب الادا برآمدی بل

برآمدی آمدنی کی تاریخی سطح کے ساتھ ساتھ م س 11ء میں مجموعی واجب الادا برآمدی بلز کا اسٹاک 79 کروڑ 30 لاکھ امریکی ڈالر بڑھ گیا جبکہ گزشتہ سال 42 کروڑ 20 لاکھ امریکی ڈالر کا اضافہ ہوا تھا۔ واجب الادا برآمدی بل عموماً مجموعی تجارتی برآمدات 2.0 تا 3.0 فیصد ہوتے ہیں۔ م س 11ء میں کل برآمدات میں واجب الادا برآمدی بل 3.2 فیصد تھے۔ یہ اضافہ برآمد کنندگان اور کمرشل بینکوں میں واجب الادا برآمدی بلز کے اسٹاک کی وجہ سے ہوا۔

شرح مبادلہ

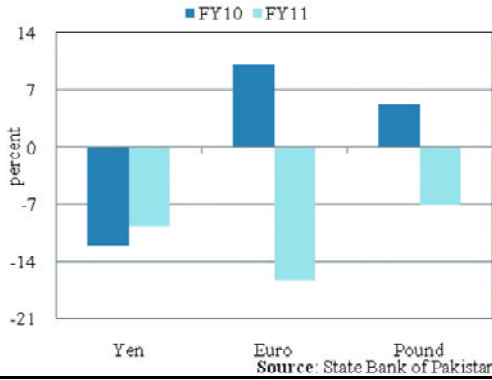
جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا سال کے زیادہ تر حصے کے دوران رقوم کے اخراج کے ساتھ رقوم کی آمد بھی ہوتی رہی اس لیے م س 11ء میں پاکستان کے بیرونی شعبے کی صورتحال اطمینان بخش رہی ہے۔ بین الینک منڈی میں یہ اطمینان م س 11ء کے دوران روپے / امریکی ڈالر کی شرح مبادلہ میں نسبتاً استحکام کے باعث ہے۔ م س 11ء کے دوران روپے کی قدر میں 0.6 فیصد نامیہ تخفیف ہوئی جبکہ م س 10ء میں 4.7 فیصد کمی ہوئی تھی۔ ماہانہ تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ م س 11ء کے دوران شرح مبادلہ میں یکدم کمی ہونے کا کوئی واقعہ نہیں ہوا (شکل 8.11)۔⁸

غیر رسمی اضافات اور شرح مبادلہ

م س 10ء کے مقابلے میں م س 11ء کے دوران بیرونی شعبے کی اطمینان بخش کیفیت، روپے میں نسبتاً استحکام اور زرمبادلہ کے ذخائر میں بہتری کے باعث غیر رسمی اضافت خاصی کم رہی۔ م س 11ء میں اوسط غیر رسمی اضافت بدستور 0.07 روپے جبکہ م س 10ء میں 0.23 روپے تھی۔ جیسا کہ م س 10ء میں دیکھا گیا تھا، م س 11ء میں غیر رسمی اضافت میں تیزی سے اضافے کا کوئی واقعہ نہیں ہوا (شکل 8.12)۔

8 اگرچہ ستمبر 10ء میں بین الینک منڈی میں کچھ باؤدیکھا گیا جس کا سبب آئل ماکیننگ کمپنیوں کی طرف سے زرمبادلہ کے لیے بروہتی ہوئی طلب تھی۔

شکل 8.13: اہم کرنسیوں کے مقابلے میں روپے میں اضافہ (+) / تخفیف (-)



روپیہ بمقابلہ دیگر بڑی کرنسیاں

اگرچہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر نسبتاً مستحکم رہی تاہم اس میں یورو اور پاؤنڈ اسٹرلنگ کے مقابلے میں بالترتیب 9.7، 16.3 اور 7.0 فیصد کمی ہوئی۔ یہ کمی عالمی بازار مبادلہ میں بڑی کرنسیوں کے تغیر کے مطابق تھی۔ م س 11ء کے دوران امریکی ڈالر کے مقابلے میں یورو اور پاؤنڈ اسٹرلنگ میں بالترتیب 5.2، 6.6 اور 4.0 فیصد اضافہ ہوا (شکل 8.13)۔ امریکی معیشت کی سست بحالی کے امکانات اور امریکی سرکاری قرضوں کی حد کے مسئلے میں تاخیر کے باعث امریکی ڈالر کمزور ہوا۔

مؤثر شرح مبادلہ

اگرچہ م س 11ء میں روپے اور ڈالر کی مساوات نسبتاً مستحکم رہی تاہم نامیہ مؤثر شرح مبادلہ میں 9.2 فیصد کمی واقع ہوئی جو م س 10ء کی 2.1 فیصد کمی کے مقابلے میں خاصی زیادہ ہے، جس سے دیگر بڑی کرنسیوں کے مقابلے میں روپے کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری جانب م س 11ء کے دوران حقیقی مؤثر شرح مبادلہ میں 0.76 فیصد کمی ہوئی جبکہ م س 10ء میں 8.3 فیصد اضافہ ہوا تھا (شکل 8.14) جس سے کچھ مسابقت بڑھی ہے۔

زرمبادلہ کے ذخائر

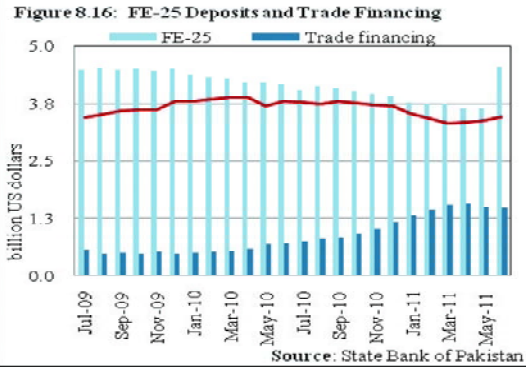
مالی کھاتے کے فاضل میں کمی کے باوجود مجموعی بیرونی حسابات میں بہتری سے م س 11ء کے دوران زرمبادلہ کے ذخائر بڑھانے میں مدد ملی۔ چنانچہ جون 2011ء کے اختتام پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر 18.2 ارب ڈالر کی ریکارڈ سطح پر تھے۔

مجموعی ذخائر کے تفصیلی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ م س 11ء میں ملکی ذخائر میں تمام تر اضافہ اسٹیٹ بینک کے ذخائر کا بڑھنا تھا کیونکہ کمرشل بینکوں میں رکھے گئے ذخائر میں 33 کروڑ 30 لاکھ امریکی ڈالر کی کمی ہوئی۔ دوسری جانب اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں 2.6 ارب ڈالر کا اضافہ ہوا جس سے جون 2011ء کے اختتام پر اس کے ذخائر بڑھ کر 15.7 ارب ڈالر ہو گئے (شکل 8.15)۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ م س 11ء میں اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں آنے والی اور جانے والی رقوم دونوں م س 10ء کے مقابلے میں کم ہوئیں۔ خوش قسمتی سے م س 11ء میں رقم کے اخراج کے باعث آمد رقوم کمزور ہونے کے خاصے اثرات زائل ہو گئے۔ جاری کھاتے کے فاضل اور تیل کی ادائیگی کے التوا کے باعث بین الینک منڈی میں بیرونی کرنسی کے ادخال کی بہت زیادہ ضرورت نہیں پڑی۔ نتیجتاً تقریباً پوری زیر جائزہ مدت کے دوران اسٹیٹ بینک بین الینک منڈی کا خالص خریدار رہا۔

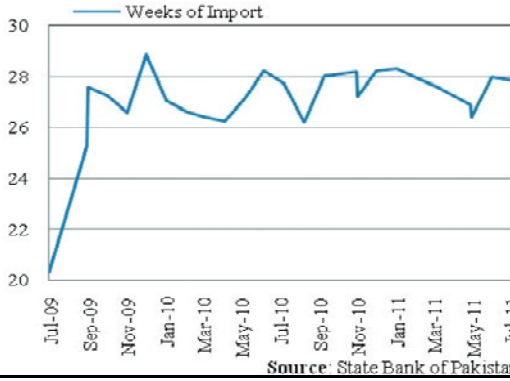
اسٹیٹ بینک کے ذخائر کے برعکس کمرشل بینکوں کے ذخائر سے خالص اخراج ہوا اور آخر جون م س 11ء میں 3.5 ارب ڈالر کے ذخائر تھے۔ اس کمی کی بنیادی وجہ بیرونی کرنسی کے

شکل 8.16: ایف ای 25 امانتیں اور تجارتی مالکاری



قرضوں کی طلب بڑھنا اور ایف ای 25 امانتوں میں کمی ہے (شکل 8.16)۔ زیر جائزہ مدت کے دوران تجارتی حجم میں اضافے اور زرمبادلہ میں پائیداری کے باعث تجارتی مالکاری بڑھی ہے۔ مئی 11ء کے دوران تجارتی مالکاری 77 کروڑ 80 لاکھ ڈالر بڑھ گئی اور اسی مدت کے دوران ایف ای 25 امانتوں میں صرف 36 کروڑ 70 لاکھ ڈالر اضافہ ہوا۔ تجارتی مالکاری کے 77 کروڑ 80 لاکھ ڈالر میں سے زیادہ رقم درآمد کنندگان (41 کروڑ 50 لاکھ ڈالر) نے استعمال کی۔ برآمد کنندگان (31 کروڑ 30 لاکھ ڈالر) کے استعمال میں کم رقم آئی۔ یہ بات اہم ہے کہ تجارتی مالکاری سے مقامی منڈی میں ڈالر کی سیالیت میں بہتری آتی ہے جس سے شرح مبادلہ کو تقویت ملتی ہے۔

شکل 8.17: زرمبادلہ کی موزونیت کا تناسب



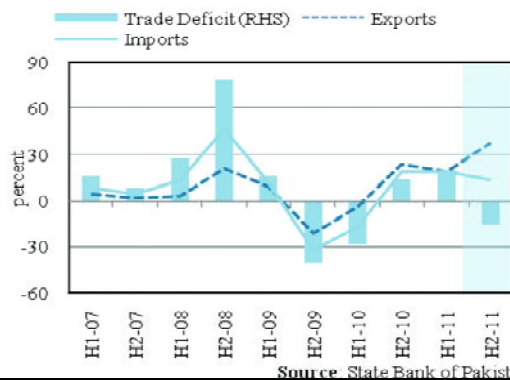
زرمبادلہ اور درآمدات کا تناسب -- جو موزونیت سرمایہ کی پیمائش کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ملک کی مالی صحت کا عکاس ہے -- مئی 11ء میں گزشتہ سال کی سطح 27.9 ہفتے کی درآمدات پر برقرار رہا جو تقریباً گزشتہ مالی سال کی ہی طرح رہا۔ زرمبادلہ کی موزونیت کے ماہانہ تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ مئی 10ء کے مقابلے میں مئی 11ء میں درآمدات کی کوریج نسبتاً زیادہ رہی (شکل 8.17)۔ مئی 11ء کے دوران درآمدی بل میں اضافے کے پیش نظر یہ بہتری قابل تعریف ہے۔

8.4 تجارتی کھاتہ⁹

وفاقی محکمہ شماریات کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ دو برسوں سے کم ہوتا ہوا تجارتی خسارہ مئی 11ء میں 0.9 فیصد بڑھ گیا۔ تجارتی کھاتے میں یہ بگاڑ برآمدات سے زیادہ درآمدات میں بڑے اضافے کے باعث آیا جبکہ تجارتی کھاتے میں 28.9 فیصد کی مناسب نمو ہوئی۔ برآمدات کی نمو زیادہ تر مئی 11ء کی دوسری ششماہی میں مرکوز رہی جبکہ مئی 11ء کی پہلی ششماہی میں درآمدات زیادہ نمایاں تھیں (شکل 8.18)۔

مئی 11ء کے دوران درآمدات میں ہونے والے 16.4 فیصد اضافے کا سبب عالمی قیمتوں کا بڑھنا تھا کیونکہ اصل میں درآمدات کی مقدار میں کمی آئی جس سے کمزور مقامی طلب کی عکاسی ہوتی ہے۔ تاہم عالمی قیمتوں کے بڑھنے سے برآمدات کو فائدہ پہنچا جس سے برآمدات میں 66.0 فیصد اضافہ ہوا اور باقی اضافہ مقدار بڑھنے کی وجہ سے ہوا۔ برآمدات بڑھانے میں کپاس اور ٹیکسٹائل کا بڑا حصہ ہے تاہم دیگر گروپ جیسے غذائی گروپ، پٹرولیم گروپ، چمڑا، جوتے، طبی و سرجری کے آلات، چھری کاٹنے اور کیمیکل و ادویات وغیرہ میں بھی نمایاں نمو ریکارڈ کی گئی۔

شکل 8.18: تجارتی کھاتہ (سال بسال نمو)



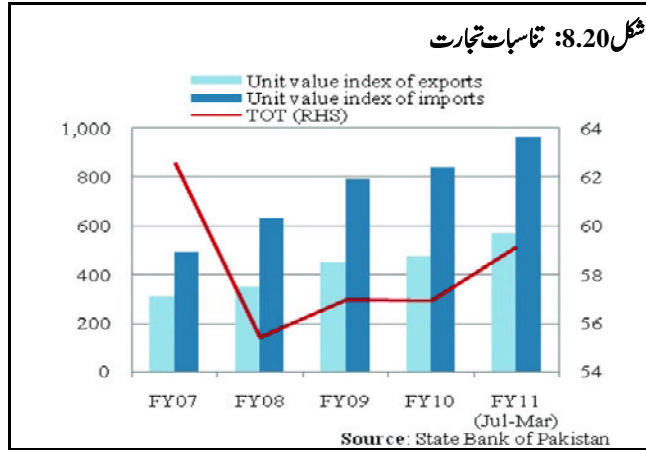
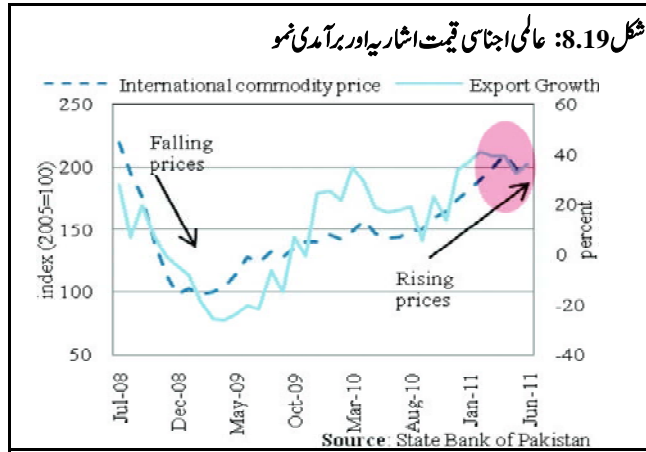
9 اس سیکشن کی بحث وفاقی ہفتہ شماریات کی طرف سے دیے جانے والے کسم اعداد و شمار پر مبنی ہے جو اسٹیٹ بینک کے ترتیب دیے ہوئے تجارتی اعداد و شمار سے مختلف ہو سکتے ہیں۔

جدول 8.5: عالمی مسابقتی درجہ بندی		
2010-11ء	2009-10ء	
123	101	پاکستان
51	49	بھارت
107	106	بنگلہ دیش
62	79	سری لنکا
130	125	نیپال
26	24	ملائیشیا
38	36	تھائی لینڈ
85	87	فلپائن
ماخذ: عالمی مسابقتی رپورٹ 2010-11ء		

اگرچہ م س 11ء کے دوران برآمدات کی کارکردگی کافی حوصلہ افزا رہی تاہم ساختی مسائل، توانائی کی قلت اور امن و امان کی صورتحال کے بارے میں خدشات سے ملکی برآمدی صلاحیت کو نقصان ہو رہا ہے۔ یہ مسائل اجناس اور مقامات دونوں کے لحاظ سے برآمدات کی تنوع میں بڑی مشکلات کا باعث ہیں اور ان کی بنا پر ملکی مسابقتی صلاحیت کم ہوتی رہی ہے۔

ورلڈ اکنامک فورم کی عالمی مسابقتی رپورٹ 2010-11ء کے مطابق (جدول 8.5) پاکستان کا درجہ گزشتہ سال 101 سے گر کر 123 تک پہنچ گیا ہے۔ خطے میں اس کا مجموعی مسابقتی درجہ بھارت (51)، بنگلہ دیش (107) اور سری لنکا (62) کے مقابلے میں پست ہے۔ خطے کے دیگر ملکوں کے مقابلے میں پاکستان میں مسابقت کے تمام بڑے عناصر جیسے معاشی استحکام، صحت اور پرائمری تعلیم، اعلیٰ تعلیم و تربیت اور افرادی قوت کی منڈی کی کارکردگی پست سطح پر ہیں۔

مستقبل میں برآمدات میں سست روی خصوصاً ٹیکسٹائل اور کپاس کی برآمدات کی وجہ سے تجارتی خسارے میں اضافے کا امکان ہے۔ یہ نتیجہ کئی عوامل کی بنیاد پر اخذ کیا گیا ہے جیسے (1) اشیاء خاص طور پر کپاس کی عالمی قیمتوں میں کمی (شکل 8.19) اور (2) ترقی یافتہ معیشتوں کی بحالی کے بارے میں خدشات۔¹⁰ دوسری جانب پٹرولیم مصنوعات کی مقداری اور اوسط قیمتوں دونوں کے بڑھنے کی وجہ سے م س 12ء میں مجموعی درآمدی بل میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

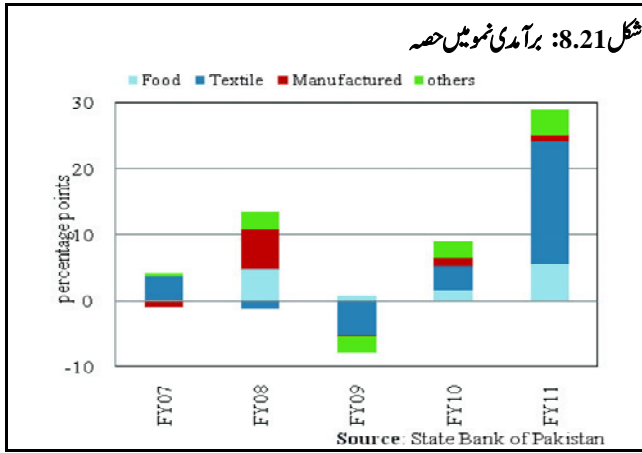


تناسبات تجارت م س 09ء میں جب سے اجناس کی قیمتیں بڑھنا شروع ہوئی ہیں پاکستان کے تناسبات تجارت میں بہتری آئی ہے۔ اس کا سبب درآمدات کے اکائی قدر اشاریے سے زیادہ برآمدات کے اکائی قدر اشاریے میں اضافہ ہے (شکل 8.20)۔ پاکستان کی پیشتر برآمدات میں کم قدر اضافی کی حامل مصنوعات شامل ہیں اور گزشتہ دو برس کے دوران عالمی منڈیوں میں ان کی قیمتوں میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ دوسری جانب پاکستان کی درآمدات میں زیادہ تر تیل اور صارفی اشیاء کے لیے خام مال شامل ہیں جن کی قیمتوں میں اسی مدت کے دوران قدرے کم اضافہ ہوا ہے۔

8.4.1 برآمدات

م س 11ء کے دوران برآمدات میں 28.9 فیصد کا اضافہ دیکھا گیا جبکہ گزشتہ مالی سال 9.1 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ مطلق لحاظ سے 24.9 ارب امریکی ڈالر کی برآمدات ملکی تاریخ میں سب سے

¹⁰ پاکستان، بھارت، چین اور برازیل میں کپاس کی پیداوار میں متوقع اضافے کی وجہ سے کپاس کی قیمتوں میں نمایاں کمی کا امکان ہے۔ م س 11ء میں کپاس کی قیمتیں بڑھنے میں بڑی کا بھی حصہ تھا جس کی شدت مستقبل میں کپاس کی بہتر فصل کے امکانات کے باعث کم ہوگی ہے۔

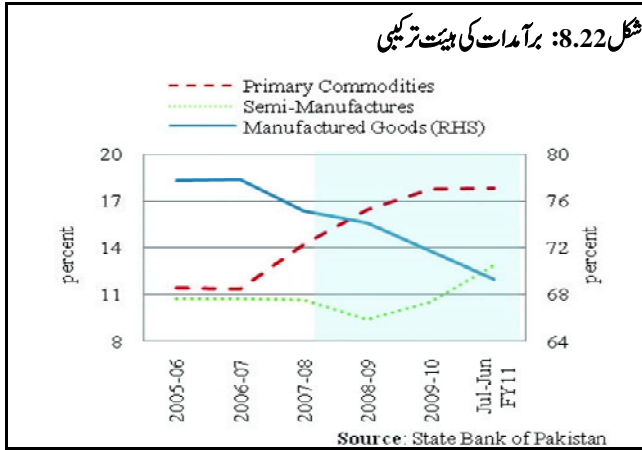


بلند تھیں۔ یہ سنگ میل کپاس اور ٹیکسٹائل سے متعلق برآمدات میں 35.2 فیصد اضافے کی مدد سے عبور کیا گیا جبکہ دیگر اہم گروپوں بشمول غذا، ٹیکسٹائل، چمڑے کی مصنوعات، کیمیکلز اور ادویات وغیرہ میں شاندار نمو سے مدد ملی (شکل 8.21)۔

ماہانہ تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مئی 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران برآمدات میں بیشتر اضافہ ان وجوہ سے ہوا: (1) اشیاء کی عالمی قیمتوں کا بڑھنا اور (2) حقیقی مؤثر شرح مبادلہ میں 2.08 فیصد کمی۔

مئی 11ء کے دوران برآمدی کارکردگی میں بہتری سے قطع نظر یہ بات باعث تشویش ہے کہ پاکستانی برآمدات کے اجزائے ترکیبی میں بگاڑ آ رہا ہے اور وہ تیار شدہ سے نیم تیار شدہ اشیاء اور بنیادی اجناس کی طرف بڑھ رہی ہیں (شکل 8.22)۔ تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار کے مطابق مجموعی پاکستانی برآمدات میں تیار شدہ اشیاء کا حصہ تقریباً 71 فیصد ہے جبکہ بنگلہ دیش میں 88 فیصد ہے۔ بھارت اور سری لنکا کی برآمدات میں تیار شدہ اشیاء کا حصہ 67 فیصد ہے۔¹¹

غذائی برآمدات میں مضبوط نمو ریکارڈ کی گئی
غذائی برآمدات کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ برآمدات کے اس زمرے کی نمو میں تیزی گندم، مچھلی، گوشت، پھل اور سبز یوں کی برآمدات کے باعث آئی اور ساتھ ہی ان اجناس کی بہتر پیداوار اور بلند قیمتوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا (جدول 8.6)۔



غذائی برآمدات میں گندم کا حصہ 55 فیصد سے زائد ہے اس کے بعد سبز یاں (9.0 فیصد)، مچھلی (6.7 فیصد) اور گوشت (5.1 فیصد) ہیں۔ مئی 11ء میں گندم کی برآمدات میں غیر معمولی اضافے کی وجوہات یہ ہیں: (1) روس، امریکہ اور کینیڈا میں پیداواری نقصانات کے باعث عالمی قیمتوں کا بڑھنا اور (2) گزشتہ سال کے رکھے ہوئے اشاک سے برآمدات کے لیے فاضل دستیابی اور مئی 12ء میں شاندار فصل ہونے کی توقع۔¹²

گوشت کی برآمدات میں مسلسل پانچ سال سے مضبوط نمو دیکھی جا رہی ہے اور مئی 07ء سے اس میں تقریباً چار گنا اضافہ ہوا ہے۔ اس نمو کا سبب مقدار اور قیمت دونوں میں اضافہ ہے۔ گوشت اور اس سے تیار اشیاء کی بلند طلب کی وجہ سے سعودی عرب کی طلب میں اضافہ ہے کیونکہ سعودی عرب نے بعض افریقی ممالک سے گوشت کی درآمدات پر پابندی لگا دی ہے۔ حلال گوشت کی صنعت، جس کی دنیا بھر میں 10 کھرب ڈالر سے زائد فروخت ہے، کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے سندھ سرمایہ کاری بورڈ نے مئی 11ء کے آغاز سے حلال گوشت کی صنعت کے فروغ کے لیے کئی اقدامات کیے۔ انہی کوششوں کی وجہ سے سندھ اور پنجاب میں گلہ بانی کے شعبے کے سیلاب سے شدید متاثر ہونے کے باوجود گوشت کی پیداوار اور برآمدات بڑھی ہیں۔ مئی 12ء میں گوشت کی پیداوار اور اس کی برآمدات میں مزید اضافے کا امکان ہے۔

مئی 10ء کے دوران مچھلی اور اس کی مصنوعات میں کمی کے بعد مئی 11ء میں برآمدات بڑھ کر 29 کروڑ 70 لاکھ امریکی ڈالر ہو گئیں حالانکہ یورپ ہمارے لیے برآمدی منڈی نہیں رہا۔¹³ پاکستان نے مصر اور دیگر منڈیوں جیسے چین، متحدہ عرب امارات، تھائی لینڈ، کوریا، سعودی عرب اور انڈونیشیا کو اپنے جھینگے بلند نرخوں پر برآمد کیے جس سے نہ صرف

¹¹ عالمی ترقیاتی رپورٹ 2011ء۔

¹² تازہ سرکاری تخمینے کے مطابق مئی 12ء کے دوران گندم کی پیداوار ڈھائی کروڑ ٹن رہنے کی توقع ہے جبکہ مئی 11ء میں حقیقی پیداوار 2 کروڑ 42 لاکھ 14 ہزار ٹن تھی۔

¹³ یورپی یونین نے معیاری شرائط پر پورا نہ آنے پر اپریل 2007ء میں پاکستان کی سمندری غذا کی درآمدات پر پابندی عائد کی۔

جدول 8.6: غذائی برآمدات			
ملین امریکی ڈالر			
مقداری اثر	مطلق تبدیلی	قیمت کا اثر	
غذائی گروپ	1050.9		
چاول	-45.7	-188.4	142.6
باستی	79.2	-230.6	105.7
دیگر	-124.9	55.0	15.4
مچھلی و مچھلی سے تیار مصنوعات	70.3	55.0	15.4
پھل	26.0	-10.7	36.7
سبزیاں بشمول زریزین اگنے والی سبزیاں	95.1	48.1	47.0
خام تباکو	12.6	-2.4	15.0
گندم	580.9	340.7	240.2
مصالے	9.1	-1.3	10.5
روٹی بچ اور گری وغیرہ	0.5	3.0	-2.5
چینی	0	0	0
گوشت اور اس سے تیار مصنوعات	53.8	42.5	11.2
دیگر تمام غذائی اشیا	248.4		
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات			

یورپ کے بطور برآمدی منڈی ختم ہونے سے 3 سے 4 کروڑ ڈالر سالانہ کا نقصان پورا ہوا بلکہ درآمدی آمدنی بھی بڑھی۔ مجموعی طور پر م س 11ء کے دوران مچھلی اور اس سے متعلقہ برآمدات بڑھ کر 131,700 ٹن (29 کروڑ 73 لاکھ ڈالر) ہو گئیں جبکہ گزشتہ سال 106,000 ٹن (22 کروڑ 70 لاکھ ڈالر) تھیں۔ مچھلی اور اس سے تیار شدہ مصنوعات کی برآمدات بڑھانے کے لیے کئی اقدامات کیے جا رہے ہیں جیسے (1) موجودہ لیبارٹری کے انفراسٹرکچر میں توسیع تاکہ تجربات اور توثیق کی سہولت فراہم کی جائے جو برآمدی منڈیوں کو قابل قبول ہو، (2) گڈانی، دام، پسینی اور حیوانی پر مچھلیوں کی جیٹی کو بہتر بنانے کے لیے مالی مدد کی فراہمی، (3) صوبہ بلوچستان کی حکومت کی شراکت سے مکران ساحل پر لنگر اندازی کے مقامات / جیٹی / بندرگاہوں جیسی سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنانا اور (4) کورنگی میں سمندری غذا تیار کرنے والی کمپنیوں کو اسمولڈ، ڈبہ بند، تازہ اور مجمد مچھلیوں کی مصنوعات کے لیے ایک ٹریڈسٹی نظام کی تیاری میں مدد کرنا۔ چونکہ یورپی یونین مشن نے پاکستان کو ان ممالک کی فہرست میں شامل نہیں کیا ہے جہاں ملکی پیداواری سہولتوں کی جانچ کے لیے 2011ء میں دورے کیے جائیں گے اس لیے پاکستان اگلے سال بھی یورپی یونین کو سمندری غذا کی برآمدات شروع نہیں کر سکے گا۔

جدول 8.7: مقدار و قیمت کا اثر (م س 11ء)			
ملین امریکی ڈالر			
مقداری اثر	قیمت کا اثر		
خام کپاس	-30.1	171.1	
سوتی دھاگہ	-217.5	948.6	
ہوزری	398.1	138.8	
سوتی کپڑا	489.8	273.1	
تیار ملبوسات	409.2	106.8	
چادریں	-84.1	425.1	
تولیے	-43.3	135.4	
مجموعی اثر	1471.1	2905.3	
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات			

دوسری جانب م س 11ء میں عالمی منڈی میں بلند نرخوں کے باوجود چاول کی برآمدات میں کمی آئی اور سیلاب کی وجہ سے بن چھلے چاول کی پیداوار میں 17 لاکھ ٹن کا نقصان ہوا۔ م س 11ء میں چاول کی پیداوار صرف 48 لاکھ 20 ہزار ٹن رہی جبکہ م س 10ء میں 66 لاکھ 10 ہزار ٹن تھی۔ چاول کی برآمدات میں تمام تر کمی غیر باستی چاول کے پست برآمدی حجم کے باعث ہوئی جبکہ باستی چاول کی مقدار برآمدات میں اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

م س 11ء کے دوران ٹیکسٹائل کی برآمدات میں وسیع البنیاد اضافہ دیکھا گیا¹⁴

م س 11ء میں ٹیکسٹائل کی برآمدات میں 35.2 فیصد کا اضافہ دیکھا گیا جبکہ گزشتہ سال 6.8 فیصد اضافہ ہوا تھا جس کا سبب یہ ہے: (1) کپاس اور ٹیکسٹائل مصنوعات کے بلند نرخ، (2) یورپی یونین اور امریکہ میں ٹیکسٹائل اور کپڑوں کی طلب میں اضافہ اور (3) نامیہ موثر اور حقیقی موثر شرح مبادلہ میں کمی۔

یہ بات اہم ہے کہ م س 11ء میں نہ صرف کم قدر اضافی کی حامل ٹیکسٹائل مصنوعات جیسے سوتی دھاگہ اور سوتی کپڑے میں 20 فیصد سے زائد نمو ہوئی بلکہ بلند قدر اضافی کی حامل اشیا جیسے چادر، تولیے اور تیار ملبوسات میں بھی مضبوط نمو ریکارڈ کی گئی۔ اگرچہ ٹیکسٹائل کی تمام اجزاء پر قیمت کا اثر بدستور غالب ہے تاہم ہوزری، سوتی کپڑے اور تیار ملبوسات میں مقدار کے اثر کا برآمدات بڑھانے میں نمایاں حصہ ہے (جدول 8.7)۔

مزید برآں اشیا سازی کے عمل میں بار بار تعطل سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی بڑے خریداروں کو فراہم کرنے کی صلاحیت محدود ہو گئی ہے۔ اسی لیے اس سے نمٹنے کے لیے پاکستانی

14 ٹیکسٹائل برآمدات پر مزید تفصیلات کے لیے لیکشن 2.3.2 دیکھئے

جدول 8.8: درآمدی نمونہ حصہ				
فیصد				
م 11ء	م 10ء	م 09ء	م 08ء	
5.3	0.1	-1.6	9.6	خوراک و زراعت
5.9	1.5	-4.9	13.5	پٹرولیم
3.0	0.6	-1.7	2.6	ٹیکسٹائل
-0.6	-2.2	-3.8	2.3	مشینری، ٹرانسپورٹ اور دھات
2.9	-0.3	-0.9	2.9	دیگر
16.4	-0.3	-12.9	30.9	کل
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات				

برآمدات نسبتاً چھوٹے درآمد کنندگان کو زیادہ ہدف بنارہی ہے۔ یہ حکمت عملی قابل فہم ہے کیونکہ بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا بڑے خریداروں کو اشیا فراہم کرتے ہیں جبکہ چین مستحکم برانڈز فراہم کرنے کی جانب منتقل ہو رہا ہے۔ اس سے چھوٹے درآمد کنندگان رہ جاتے ہیں جن کے آرڈر موجودہ مسائل کے ساتھ پورے کیے جاسکتے ہیں۔

غیر غذائی، غیر ٹیکسٹائل برآمدات میں م 11ء کے دوران 16.0 فیصد اضافہ دیکھا گیا جبکہ گزشتہ سال 13.3 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ یہ نمونہ پٹرولیم مصنوعات، خام اور تیار شدہ چمڑے، جوتے، طبی و سرجری کے آلات، کیمیکلز و ادویات اور انجینئرنگ کی اشیا کی وجہ سے ہوئی۔ کھاد، زیورات، سیمنٹ اور راب کی برآمدات میں کمی واقع ہوئی تاہم اس سے باقی غیر غذائی غیر ٹیکسٹائل برآمدات میں اضافے کا اثر جزو ازل ہو گیا۔

کیمیکلز اور ادویات کی برآمدات میں م 11ء کے دوران 21.8 فیصد نمو ہوئی حالانکہ کھاد اور ادویات کی برآمدات میں کمی آئی۔ اس برآمدی آمدنی میں دیگر ذیلی شعبوں جیسے پلاسٹک کا سامان اور دیگر کیمیکلز کا اہم کردار تھا۔ م 11ء کے دوران پلاسٹک کے سامان کی برآمدی آمدنی میں 50.4 فیصد اور دیگر کیمیکلز میں 20.5 فیصد اضافہ ہوا۔ یہ اضافہ بھارت سے آنے والے کیمیکلز جیسے پولی تھیلین اور پیروٹیریف تھیلک ایسڈ کی درآمدی طلب بڑھنے کی وجہ سے ہوا۔

چمڑے کی اشیا میں م 11ء کے دوران 17.3 فیصد اضافہ ہوا۔ اس نمو میں سب سے بڑا حصہ چمڑے کے کپڑوں اور اس کے بعد چمڑے کے دستاؤں

کا ہے۔ م 11ء کے دوران جوتوں کی برآمدات میں 16.5 فیصد اضافہ ہوا۔ جوتے کی مصنوعات میں چمڑے کے بنے ہوئے جوتوں کی برآمدات میں 26.4 فیصد اور کراچی (کیونس) کے جوتوں میں 51.0 فیصد نمو ہوئی۔ روایتی منڈیوں میں طلب بڑھنے اور بہتر برآمدی قیمتوں کے باعث چمڑے کی اشیا سازی اور جوتوں کی برآمدات بڑھی ہیں۔

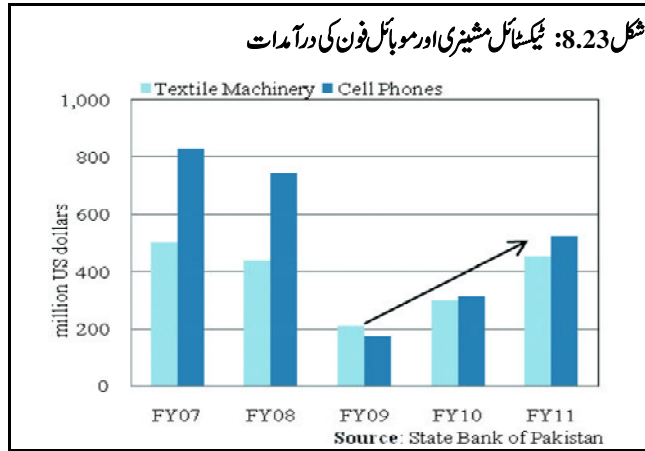
پاکستان کے سیمنٹ کی برآمدات میں مسلسل دوسرے سال کی آئی۔ اس کی وجوہات یہ ہیں: (1) متحدہ عرب امارات سے طلب میں کمی، (2) سیمنٹ کی درآمدات پر بھارت کی جانب سے رکاوٹیں، (3) افغانستان میں بلند درآمدی ڈیوٹی کا نفاذ اور (4) مشرق وسطیٰ اور بھارت میں پیداواری گنجائش میں اضافہ۔

8.4.2 درآمدات

گزشتہ دو برسوں تک کمی کے بعد م 11ء میں درآمدات 16.4 فیصد بڑھیں جبکہ گزشتہ سال فیصد کی برائے نام کمی ہوئی تھی۔ اس کا سبب غذا، پٹرولیم، ٹیکسٹائل اور زراعت و کیمیکل گروپ کی درآمدات میں اضافہ ہے جبکہ مشینری، ٹرانسپورٹ کی اشیا اور دھاتوں کی درآمدات میں کمی آئی (جدول 8.8)۔ درآمدات میں اضافے کے کئی اسباب ہیں جس میں: (1) اشیا کی عالمی قیمتوں خصوصاً پٹرولیم مصنوعات اور پام آئل کے نرخوں میں اضافہ، اور (2) اگست 2010ء میں سیلاب کے باعث دالوں، شکر اور کپاس کی مقامی قلت شامل ہیں۔

اہم اجناس جن میں اضافہ ریکارڈ کیا گیا

م 11ء کے دوران خام پٹرولیم کی درآمد میں 51.6 فیصد نمو دیکھی گئی جبکہ گزشتہ سال 20.6 فیصد کمی ہوئی تھی۔ پٹرولیم مصنوعات کی درآمد میں 6.1 فیصد کمی معتدل نمو ہوئی جو تمام



ترقیاتوں میں اضافے کی وجہ سے تھی۔ پٹرولیم مصنوعات کی پست درآمدی مقدار کا سبب ہائی اسپنڈ ڈیزل، فرنس آئل اور موٹر گیسولین کی مقامی پیداوار کا بڑھنا ہے۔

غذائی گروپ میں شامل پام آئل اور شکر کا غذائی برآمدات کی مجموعی نمویں حصہ 72 فیصد کے قریب ہے۔ اگرچہ پام آئل کے درآمدی بل میں اضافے کی اصل وجہ قیمتوں کا بڑھنا ہے تاہم مقدار بڑھنے کا سبب سال کے اوائل میں اس جنس کی درآمدی ڈیوٹی میں کمی ہو سکتی ہے۔ مقامی قلت کے باعث چینی کی درآمدات میں اضافہ ہوا۔ سندھ اور پنجاب میں سیلاب کے بعد سازگار موسم ہونے کی وجہ سے گنے کی پیداوار میں اضافے کا امکان ہے جس کی وجہ سے مئی 12ء میں چینی کی درآمدات میں کمی کی توقع ہے۔

جدول 8.10: مکمل ساختہ یونٹ کی درآمدات (ملین امریکی ڈالر)					
قدر		مقدار		مقدار	
مقدار		مقدار		مقدار	
مقدار	مقدار	مقدار	مقدار	مقدار	مقدار
مقدار	مقدار	مقدار	مقدار	مقدار	مقدار
مئی 06ء	10 سال	563.0	371.7	-	-
مئی 07ء	5 سال	453.5	312.0	-19.5	-16.1
مئی 08ء	3 سال	444.8	237.4	-1.9	-23.9
مئی 09ء	3 سال	173.8	81.8	-60.9	-65.5
مئی 10ء	3 سال	211.3	103.1	21.6	25.9
مئی 11ء		219.4	145.8	3.8	41.5
مئی 11ء					
جولائی تا دسمبر	3 سال	87	48.6	-	-
جنوری تا جون	5 سال	132.4	97.2	52.2	100.0

ماخذ: وفاقی دفتر شماریات

خام کپاس کی درآمدات میں اضافے کا بنیادی سبب عالمی منڈی میں قیمتوں کا بلند ہونا تھا۔ اس کے ساتھ مقدار کی درآمدات میں معمولی اضافہ دیکھا گیا (جدول 8.9)۔ پاکستان لمبے ریشے کا سوئی دھاگہ درآمد کرتا ہے اور توقع ہے کہ مارچ 11ء میں کپاس کی قیمتوں کی اپنی بلند ترین سطح سے نیچے آنے کے بعد مئی 12ء میں خام کپاس کی درآمدات میں کمی واقع ہوگی۔¹⁵

گزشتہ سال کی طرح مئی 11ء کے دوران ٹیلی مواصلات شعبے کی درآمدات میں تیز نمو دیکھی گئی جس کا بنیادی سبب حکومت کی طرف سے کم قیمت چینی موبائل فون درآمد کرنے کی اجازت کے بعد موبائل فون کی درآمدات کا بڑھنا ہے۔

اگرچہ مئی 11ء کے دوران مجموعی طور پر مشینری گروپ کی درآمدات میں کمی دیکھی گئی تاہم ٹیکسٹائل مشینری کی درآمدات میں بہتری جاری رہی۔ مئی 11ء میں ٹیکسٹائل کی درآمدات میں 53.0 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ سال 41.3 فیصد بڑھی تھی۔ ٹیکسٹائل مشینری کی درآمدات بڑھنے کی وجوہات یہ ہیں: (الف) پرانی مشینیں خصوصاً بنائی کے شعبے کی مشینیں تبدیل کی گئیں اور (ب) اسپننگ اور سلائی کے شعبے میں نئی مشینیں درآمد کی گئیں (شکل 8.23)۔

اسی طرح مئی 11ء میں ٹرانسپورٹ گروپ کی درآمدات 3.9 فیصد کم ہوئیں جبکہ موٹر کار اور موٹر سائیکل کی درآمدات تیزی سے بڑھیں۔ مئی 11ء میں موٹر کاروں کی مکمل ساختہ اکائیوں کی درآمدات میں 41.5 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ سال 29.5 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ یہ نمو اس لیے متوقع تھی کہ دسمبر 2010ء میں حکومت نے درآمدہ کاروں کی عمر کی حد 3 سال سے بڑھا کر 5 سال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔¹⁶ مکمل ساختہ اکائیوں کی درآمدات عمر کی حد کے راست متناسب ہیں (جدول 8.10)۔ تاہم اس فیصلے کا اثر توقع سے خاص کم رہا کیونکہ شرح مبادلہ میں کمی ہوئی، شرح سود بڑھ گئی اور معاشی صورتحال میں بگاڑ آیا۔

اہم اجناس جن کی درآمدات میں کمی دیکھی گئی
دیگر ٹرانسپورٹ آلات، گندم، زرعی مشینری، تیار شدہ کھاد، تعمیراتی وکان کنی کی مشینوں میں بڑی کمی دیکھی گئی (جدول 8.11)۔

¹⁵ مارچ 2011ء میں کپاس کے نرخ 229.67 امریکی سینٹ فی پائونڈ سے کم ہو کر ستمبر 2011ء میں 116.65 سینٹ فی پائونڈ ہو گئے: Cotlook 'A Index', Middling 1-3/32 inch staple, CFR Far Eastern ports.

¹⁶ عمر کی حد بڑھانے سے گاڑیوں کی لاگت کم ہو جاتی ہے کیونکہ درآمد کنندگان بلند فرسودگی الاؤنس کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ درآمد کنندہ گزشتہ 36 فیصد کے مقابلے میں اب 60 فیصد فرسودگی الاؤنس کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

جدول 8.11: درآمدات میں سال بسال کی کمی کا فیصد			
م 11ء	م 10ء	م 09ء	
-88.6	464.3	-69.7	دیگر ٹرانسپورٹ آلات
-87.3	-96.2	25.4	آن پیکنڈم
-50.3	77.1	-18.1	زرعی مشینری
-43.5	73.6	-38.4	تیار کھاد
-29.9	-41.7	7.6	تعمیرات و کان کنی مشینری
-29.4	-17.9	48.5	بجلی پیدا کرنے کی مشینری
-21.0	274.2	50.1	سونا
-19.1	58.9	-45.5	طیارے، جہاز اور کشتیاں
-6.6	-7.8	5.6	لوہا اور اسٹیل
-5.0	-28.6	10.6	دیگر مشینری
ماخذ: وفاقی دفتر شماریات			

م 11ء کے دوران ٹرانسپورٹ کے دیگر آلات میں 88.6 فیصد کمی آئی جس کا سبب ریلوے سے متعلق (ریل کی مرمت کی گاڑیاں اور انجنوں کے دیگر حصے) یکبارگی درآمدات کی عدم موجودگی تھی جو گزشتہ سال درآمدی بل بڑھانے کا باعث بنی تھی۔

گندم کی درآمدات مسلسل دوسرے سال گھٹ گئیں اور م 11ء کے دوران 87.3 فیصد کم ہوئیں۔ اس کمی کا سبب بہتر مقامی پیداوار اور م 10ء سے بچنے والا اسٹاک ہے۔

جہاں تک تیار شدہ کھاد کے گروپ کی درآمدات کا تعلق ہے تو اس میں بھی نمایاں کمی دیکھی گئی جس کی تمام توجہ درآمدات کی مقدار کم ہونا ہے۔ اکائی قدر 20 فیصد بڑھ گئی۔ مقدار میں کمی کا سبب ملک میں کھاد خصوصاً پوریا

کی پیداواری گنجائش بڑھنا تھا۔ م 11ء میں پاکستان کھاد کی پیداواری گنجائش میں 14 لاکھ ٹن اضافہ کر رہا۔¹⁷

تعمیرات و کان کنی کی مشینوں اور لوہے اور فولاد کی درآمدات میں کمی آئی جو شاید مقامی طلب گھٹنے سے پست تعمیراتی سرگرمیوں کی عکاسی کرتی ہے۔ م 11ء کے دوران بجلی پیدا کرنے والی مشینری کی درآمدات میں کمی کا بڑا سبب گزشتہ سال کا ذخیرہ موجود ہونا تھا۔

¹⁷ م 11ء کے دوران پیداواری گنجائش میں اینگریو نے 13 لاکھ ٹن جبکہ فاطمہ فریلا نے ایک لاکھ ٹن کا اضافہ کیا۔

9 شعبہ وارجائزہ

اس باب میں ٹیکسٹائل، کھاد، گاڑیوں اور تعمیرات سمیت بعض اہم صنعتی شعبوں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ ان شعبوں کا پاکستان کی جی ڈی پی میں براہ راست حصہ 12 فیصد سے زائد ہے اور ان کا ملک میں انجام دی جانے والی دیگر معاشی سرگرمیوں سے گہرا ربط ہے۔ ان شعبوں کے جائزے میں طلب و رسد کی صورت حال، پالیسی ماحول، درآمدات و برآمدات پر اثرات اور دیگر مخصوص شعبہ جاتی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

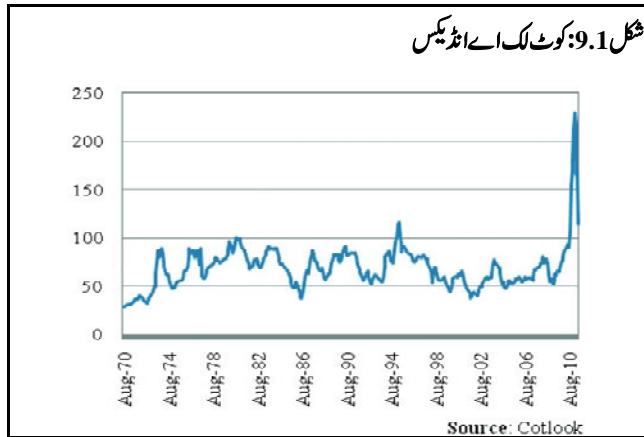
9.1 ٹیکسٹائل

جدول 9.1: پاکستانی معیشت میں ٹیکسٹائل کا حصہ			
آخر سال 2011ء (فیصد میں)			
جی ڈی پی	7.4	منڈی کی سرمایہ کاری	3.2
بڑے پیمانے کی اشیا سازی	32.6	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری	1.6
روزگار	38*	فجی قرضے	20.2
برآمدات	55.6	ای ایف ایس	62.7
* مجموعی اشیا ساز افرادی قوت میں سے			
ماخذ: اقتصادی سروے 2011ء، بینک دولت پاکستان			

پاکستان کی معیشت پر ٹیکسٹائل کا شعبہ خاصے اثرات مرتب کرتا ہے جس کی عکاسی ملکی پیداوار، مالی خدمات اور زرمبادلہ کی آمدنی میں اس کے براہ راست حصے سے ہوتی ہے (جدول 9.1)۔ اس کے علاوہ، روزگار کی فراہمی میں اہم کردار کے باعث اس شعبے کے ملک کے سماجی و معاشی حالات پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اگرچہ مالی سال 11ء کے آغاز میں ٹیکسٹائل کے امکانات مثبت تھے لیکن اس شعبے کو بجلی اور گیس جیسی بنیادی سہولتوں کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید برآں، تباہ کن سیلاب نے بھی مالی سال 11ء کی پہلی ششماہی میں ٹیکسٹائل کی پیداوار کو متاثر کیا تھا۔ تاہم، سال کی دوسری ششماہی کے دوران کپاس کی عالمی قیمتوں میں اضافے نے غیر معمولی طور پر بلند برآمدی قیمتوں کی شکل میں آمدنی بڑھانے کے مواقع فراہم کیے جس سے پیداواری سرگرمیوں کو وسیع دینے کی ترغیب ملی۔ اس کے نتیجے میں مالی سال 09ء کی دوسری ششماہی کے دوران ٹیکسٹائل مینوفیکچرنگ کے شعبے میں 10.9 فیصد نمو دیکھی گئی جبکہ پہلی ششماہی میں اس میں منفی 6.5 فیصد نمو ہوئی تھی۔

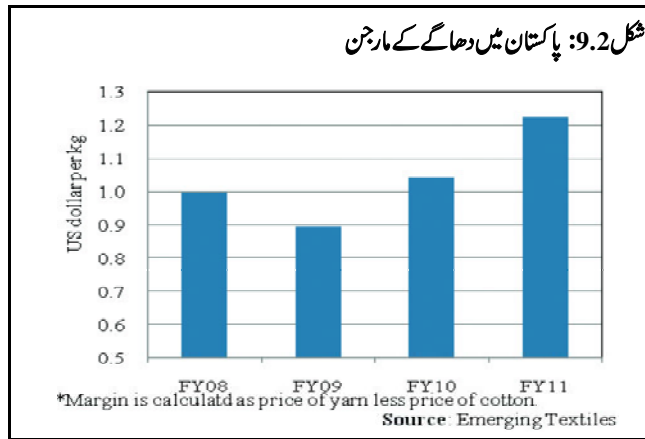
شکل 9.1: کوٹ لک اے انڈیکس



کپاس کی قیمتوں میں بلند اضافے سے فائدہ پہنچا کپاس کی قیمتیں اکتوبر 2010ء میں تیزی سے بڑھنا شروع ہوئی تھیں اور فروری 2011ء میں ڈیڑھ سو برس کی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئیں۔ اس کی وجوہات میں طلب و رسد دونوں کے عوامل نے اہم کردار ادا کیا (شکل 9.1)۔ رسد میں کمی کا باعث بننے والے اہم عوامل میں پاکستان اور آسٹریلیا میں سیلاب کے باعث پیداواری نقصانات، چین اور ازبکستان میں ناسازگار موسم، امریکی ذخائر میں کمی اور بھارت کی جانب سے برآمدات کی حد مقرر کرنا شامل ہیں۔ تاہم، چین کی جانب سے کپاس کے ذخائر جمع کرنے کی کوششیں بھی اس کی قیمتوں میں شدت لانے کا ایک اہم سبب ہیں جبکہ اس کے نتیجے میں جلد بازی میں خریداریوں اور مستقبلات کے سمجھوتوں میں مختلف قسم کی سٹے بازی بھی ہو سکتی ہے۔

کپاس کی قیمتوں میں اضافے سے دنیا بھر میں ٹیکسٹائل مصنوعات کی قیمتوں میں وسیع الہیاد اضافہ ہو گیا جس سے پاکستان کو ٹیکسٹائل برآمدات کے ذریعے 13.8 ارب ڈالر کا زرمبادلہ کمائے میں مدد ملی۔ قیمتوں کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران بستر کی چادروں، تولیے اور سوتی دھاگے جیسی اہم اشیا کی برآمدی مقدار میں کمی

جدول 9.2: ٹیکسٹائل شعبے کی برآمدی کارکردگی (سال بسال نمو)						
جولائی تا جون 11ء میں فیصد تبدیلی			جولائی تا جون 10ء میں فیصد تبدیلی			
جولائی تا جون 09ء کے مقابلے میں			جولائی تا جون 09ء کے مقابلے میں			
اکائی قیمت	قدر	مقدار	اکائی قیمت	قدر	مقدار	اجناس
	35.2			6.8		ٹیکسٹائل گروپ
103.3	72.1	-15.4	9.4	124.0	104.7	خام کپاس
78.0	51.0	-15.2	7.7	28.6	19.4	سوئی دھاگہ
11.9	42.4	27.2	-2.2	-7.9	-5.8	سوئی کپڑا
6.4	30.4	22.6	1.4	1.4	0.0	ہوزری (نٹ ویز)
25.6	19.6	-4.8	1.2	0.5	-0.7	بستر کی چادریں
21.7	13.8	-6.5	-7.2	3.9	12.0	تولیے
15.7	-19.5	-30.5	5.2	9.4	4.0	تریال اور کرکچ کی دیگر اشیا
6.4	40.7	32.2	6.9	3.2	-3.4	ریڈی میڈ گارمنٹس
11.4	50.1	34.7	18.6	60.3	35.2	فنی ریشم اور مصنوعی ریشم کی ٹیکسٹائل



کے باوجود ٹیکسٹائل برآمدات کی آمدنی میں 44.7 فیصد نمو ہوئی¹ جبکہ اس کے مقابلے میں سوئی کپڑوں، ہوزری، ریشم و مصنوعی ریشے جیسی اشیا کی مقدار اور قدر دونوں میں اضافہ ہوا۔ جس کا اہم سبب مستحکم اکائی قیمتیں اور چینی مصنوعات کو ہونے والے مسابقتی نقصانات ہیں (جدول 9.2)۔²

برآمدات میں ہونے والے اس غیر معمولی اضافے کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کی برآمدی کارکردگی کو مزید بہتر بنایا جاسکتا تھا اگر (الف) توانائی کی بلا قفل فراہمی جاری رہتی، بروقت فراہمی میں ناکامی کے خطرے کے باعث ملکی برآمد کنندگان کو بڑی تعداد میں آرڈرز منسوخ کرنا پڑے (ب) ملکی برآمد کنندگان نے کپاس کے متبادل کے طور پر مصنوعی ریشے پر توجہ مرکوز کی ہوتی

اور (ج) برآمد کنندگان کے لیے دھاگے کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی پیش بندی کا مارکیٹ پر مبنی طریقہ کار موجود ہوتا۔ کپاس کی مارکیٹ میں حالیہ اتار چڑھاؤ سے ملک میں کسی ایسے طریقہ کار کی موجودگی کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے جس کے ذریعے برآمد کنندگان غیر یقینی حالات میں اپنی مصنوعات کی پیش بندی کے قابل ہو سکیں۔³

بلند مارجن سے اسپننگ کے شعبے میں تیزی آئی

مالی سال 11ء کے دوران کپاس کی پیداوار میں کمی کے باوجود اسپننگ کی سرگرمیوں میں بہتری دیکھی گئی جس کی وجوہات میں کپاس کی کم برآمدات اور زیادہ مقدار میں درآمد اور بہتر منافع شامل ہیں۔ مالی سال کی پہلی ششماہی کے دوران اسپننگ کی سرگرمیاں کپاس کی دستیابی میں کمی سے متاثر ہوئی تھیں تاہم مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں اس کی پیداوار میں اس وقت خاصا اضافہ ہو گیا جب بھارت نے کپاس کی برآمد پر عائد پابندیاں ختم کر دیں جس سے پاکستانی برآمد کنندگان کو طلب و رسد کا فرق پورا کرنے میں مدد ملی۔^{4,5} مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران دھاگے کی پیداوار میں اضافے کا ایک اہم سبب اسپننگ کے مارجنز کا مسلسل دوسرے سال بڑھنا ہے (شکل 9.2)۔ اس شعبے میں

1 کپاس اور سوئی دھاگے کی برآمدی مقدار میں کمی کا سبب قابل برآمد فاضل پیداوار کی دستیابی میں کمی ہے۔ جبکہ گھریلو ٹیکسٹائل مصنوعات (بستر کی چادریں اور تولیے) میں کمی کا اہم سبب درآمدی ملکوں میں ذخائر کی بلند سطح، گھریلو آرائش کی کمزور ملکی منڈی اور عالمی خریداروں کا بھارت کی بلند معیار کی حامل مصنوعات پر توجہ دینا ہے۔

2 افرادی قوت کی بڑھتی ہوئی لاگت کے باعث چین کی ٹیکسٹائل مصنوعات کی امریکہ اور یورپی یونین میں طلب کمزور ہو رہی ہے۔

3 سیکورٹیز اینڈ ایکس چینج کمیشن آف پاکستان نے حال ہی میں پاکستان مرکٹسٹائل ایکس چینج لمیٹڈ (پی ایم ای ایکس) اور ایکس چینج کمیشن آف پاکستان کو کپاس کے مستقبلات کی تجارت کی اجازت دی ہے۔ لیکن دیکھنا ہے کہ کتنے فریق نئے نظام سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

4 پاکستان نے مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران 188 ہزار میٹرک ٹن کپاس درآمد کی جبکہ پہلی ششماہی میں 157 ہزار میٹرک ٹن کپاس درآمد کی گئی تھی۔

5 مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں سوئی دھاگے کی پیداوار میں 7.6 فیصد اضافہ ہوا جبکہ پہلی ششماہی میں یہ 1.6 فیصد بھی تھی۔

ناصر ف بھر پور مارجنز سے پیداوار کو بڑھانے میں مدد ملی بلکہ اس میں مزید سرمایہ کاری کی گئی جس کی عکاسی سال میں اسپننگ مشینری کی درآمد میں 23.3 فیصد نمو سے ہوتی ہے۔

مستقبل میں کپڑوں کو درپیش خطرات

مالی سال 11ء کے دوران کپڑوں کی برآمدات میں ہونے والی نمو عارضی تھی اور اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ مالی سال 12ء میں بھی اس کا تسلسل رہے گا۔ برآمدات کے تفصیلی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی کے دوران برآمدی کپڑے کی برآمدات کا بڑا حصہ ترکی کو بھیجا گیا۔⁶ تاہم، ترک حکومت کی جانب سے جولائی 2011ء میں تحفظاتی پابندیوں کے نفاذ کے بعد ترکی کی طلب میں کمی آنے کا امکان ہے۔

لیکن بنگلہ دیش کو کپڑے کی برآمدات جاری رہیں گی۔ یورپی یونین نے جنوری 2011ء میں بنگلہ دیش سے ٹیکسٹائل درآمدات کے قواعد میں نرمی کردی تھی، نئے قواعد کے تحت بنگلہ دیش میں گارمنٹ کے مینوفیکچررز ترجیحات کے عمومی نظام (جی ایس پی) سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اسی کے تحت وہ پاکستانی کپڑے کو خام مال کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔⁷ اس کے نتیجے میں مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں بنگلہ دیش کو برآمدات بڑھ گئیں۔

پاکستان کی ملبوسات اور گھریلو ٹیکسٹائل شعبوں کے مسائل

جدول 9.3: ملبوساتی منڈیوں میں فیصد حصہ (مقدار میں)				
فیصد میں	امریکہ	م 10ء	م 11ء	م 10ء
چین	41.7	40.8	50.3	49.9
بنگلہ دیش	6.4	6.7	12.0	13.0
کبوڈیا	3.6	4.1	0.9	1.0
ویت نام	7.6	8.9	2.1	2.2
پاکستان	2.9	2.8	2.7	2.8
بھارت	4.1	3.9	5.7	5.2

ماخذ: یورو اسٹیٹ اور انکیسا

اگرچہ پاکستانی ملبوسات (نٹ ویز اور وین گارمنٹس دونوں) کی برآمدات میں مالی سال 11ء کے دوران خاصا اضافہ دیکھا گیا لیکن یہ عالمی منڈیوں میں اپنا حصہ بڑھانے میں ناکام رہا۔ اجرتوں میں اضافے کے دباؤ اور یو آن کی قدر بڑھنے کی وجہ سے چین ملبوسات کی مارکیٹ میں اپنا حصہ برقرار نہیں رکھ سکا تھا اور بنگلہ دیش اور کمبوڈیا جیسے ملکوں نے اس کے حصے کی برآمدات کیں۔ توانائی کی قلت اور امن و امان کی صورتحال سے دوچار پاکستانی اشیاء ساز صرف منڈی میں اپنا موجودہ حصہ برقرار رکھنے میں کامیاب رہے (جدول 9.3)۔

ناسازگار کاروباری حالات کے علاوہ سوئی ملبوسات کی منڈی میں پاکستان کا ارتکاز مارکیٹ میں اس کے حصے کو بڑھانے میں رکاوٹ بنا۔ کپاس کی قیمت میں تیزی سے اضافے نے خریداروں کو غیر سوئی ملبوسات (بشمول مصنوعی ریشہ، اون وغیرہ) کی طرف متوجہ کیا۔ تاہم، پچھلے کئی برسوں سے مصنوعی ریشے کو حاصل تحفظ اور ٹیکسٹائل اشیاء سازوں کے پاس مصنوعی ریشے کی ٹیکسٹائل پروسیسنگ کی صلاحیت حاصل نہ ہونے کے باعث پاکستان کی غیر سوئی ملبوسات کی برآمدات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

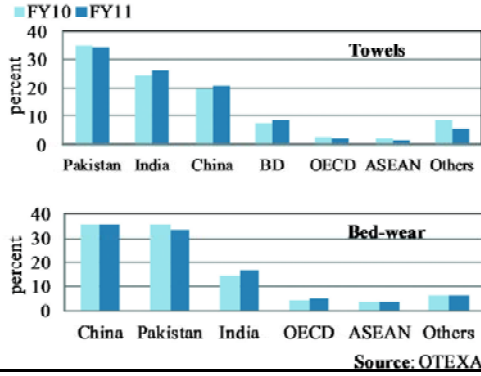
اسی طرح، گھریلو استعمال کی ٹیکسٹائل اشیاء کی عالمی منڈی میں بھی پاکستان کے حصے میں کمی آرہی ہے۔ امریکہ و یورپی یونین کی معیشتوں میں توقع سے سست بحالی اور قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے گھریلو ٹیکسٹائل اشیاء کی عالمی مارکیٹ دباؤ کا شکار رہی اور پاکستان پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑا۔ بستر کی چادروں اور تولیے (پاکستان سے مجموعی ٹیکسٹائل برآمدات میں 20 فیصد سے زائد حصہ رکھنے والے) کی برآمدی مقدار میں مالی سال 11ء کے دوران کمی دیکھی گئی۔ خصوصاً، امریکی مارکیٹ میں پاکستانی حصے کی برآمدات بھارت نے کیں کیونکہ خریداروں نے زیادہ توجہ بلند معیار کی حامل مصنوعات پر مرکوز کی تھی۔ یہ حیران کن تھا لیکن قابل فہم ہے کیونکہ خریداروں نے پہلے کے مقابلے میں کم پریمیم ادا کر کے پاکستان کی درمیانے سے پست معیار کی مصنوعات کے بجائے بھارت کی بلند معیار کی حامل مصنوعات کی خریداری کو ترجیح دی۔ تولیوں کے زمرے میں پاکستان کے حصے میں کمی کا سبب بنگلہ دیش، بھارت اور چین کی سستی مصنوعات کو ترجیح دینا ہے (مکمل 9.3)۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے ٹیکسٹائل شعبے کو پڑوسی ملکوں سے سخت مسابقت کا سامنا کرنا پڑے گا اور پیداواری عمل میں جدید طریقے استعمال نہ کیے گئے اور

⁶ پاکستانی کپڑے کی مجموعی برآمدات میں ترکی کا حصہ تقریباً 12 فیصد بنتا ہے۔

⁷ بنگلہ دیش کو جی ایس پی کے تحت یورپی یونین کی منڈی تک ترجیحی رسائی کے لیے کم ترقی یافتہ ملک (ایل ڈی سی) کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح، بنگلہ دیش کی ٹیکسٹائل برآمدات کو یورپی یونین بٹ آرمز ایکٹ (ای بی اے) کے تحت یورپی یونین تک ڈیوٹی فری رسائی دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ای بی اے (بشمول پاکستان) کا درجہ نہ رکھنے والے ملکوں کے مقابلے میں بنگلہ دیش کی ٹیکسٹائل مصنوعات کو مسابقت حاصل ہوگئی ہے۔

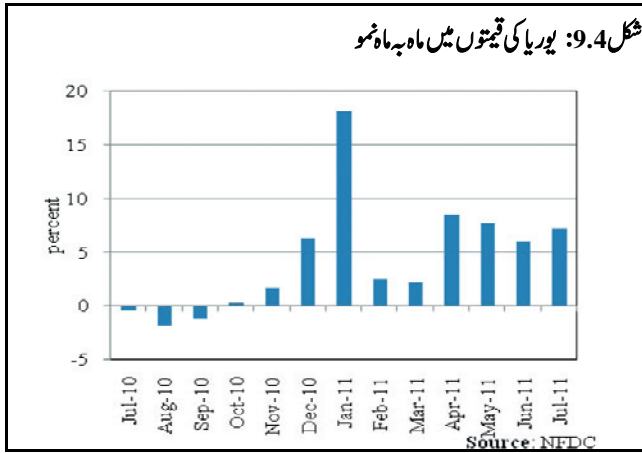
شکل 9.3: امریکہ کی گھریلو استعمال کی درآمدی ٹیکسٹائل میں حصہ (فیصد)



مارکیٹنگ کی نئی حکمت عملیاں اختیار نہیں کی جاتیں تو اس کے لیے اپنے وجود کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

مالی سال 11ء کے دوران قیمتوں کی وجہ سے پہنچنے والے فائدے کے آئندہ برس اعادے کا امکان بہت کم ہے۔ مالی سال 12ء میں پاکستان، بھارت اور چین میں کپاس کی بہتر پیداوار کے نتیجے میں ٹیکسٹائل کے شعبے کو رسد کی فراہمی بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔⁸ لیکن توانائی کی قلت اور عالمی معاشی سست روی کے خطرات مقامی ٹیکسٹائل صنعت کی برآمدی کارکردگی کو متاثر کر سکتے ہیں۔

⁸ سندھ میں سیلاب کی وجہ سے کپاس کی فصلوں کو پہنچنے والے نقصان کے باوجود پاکستان میں کپاس کی فصل کا مجموعی تخمینہ اب بھی 12 ملین گانٹھوں سے زیادہ ہے۔



9.2 کھاد

یوریا کی بروقت دستیابی کو یقینی بنانا حکومت کے اہم ترین پالیسی مقاصد میں شامل ہونا چاہیے کیونکہ اسے زرعی شعبے کے بنیادی خام مال کی حیثیت حاصل ہے۔ یوریا کی قلت کے اثرات پوری معیشت پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی پیداوار میں کمی کا اہم سبب ملک میں گیس کی کمی ہے۔ جب تک حکومت گیس تقسیم کرنے کی ایک ٹھوس پالیسی وضع نہیں کرتی اور ایڈ ہاک اقدامات پر انحصار ختم نہیں کیا جاتا، اس وقت تک یوریا کی منڈی میں سٹے بازی، قلت اور ذخیرہ اندوزی جیسے مسائل کو حل نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ مالی سال 11ء کی دوسری ششماہی میں دیکھنے میں آیا تھا۔

گیس کی تقسیم کی غیر مربوط پالیسیاں

اگرچہ قومی گیس کی تقسیم و انتظام کی پالیسی 2005ء میں عام صارفین کے بعد کھاد کی صنعت کو ترجیح دی گئی تھی لیکن حالیہ فیصلوں میں اس پالیسی کو اہمیت نہیں دی گئی اور اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ کھاد کے شعبے (صنعت کے تخمینے یو ایس ایڈ کے تعاون سے تیار کی گئی مشاورتی فرم کی رپورٹ سے مطابقت نہیں رکھتے) کے بجائے دیگر شعبوں کو گیس کی فراہمی کا موضوع ایک الگ بحث ہے لیکن ایسے فیصلوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حکومت کی تقسیم کی پالیسیاں غیر مربوط ہیں اور ان سے مستقبل میں سرمایہ کاری کے فیصلوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔⁹ کھاد کے اشیاء سازوں کے ساتھ سمجھوتوں میں اس بات کی ضمانت دی گئی تھی کہ سال کے نو مہینوں تک انہیں گیس فراہم کی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ اس لیے ایک پلانٹ حکومت کو گیس کی رسد یقینی بنانے پر مجبور کرنے کے لیے عدالت سے رجوع کر چکا ہے۔ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ کھاد کے اشیاء ساز ایک بار پھر ایسے کسی لائحہ عمل کو اختیار کرتے ہیں یا نہیں۔

تاہم، موجودہ حالات میں کھاد بنانے والے کارخانوں کو گیس کی لوڈ میئنجمنٹ کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے پیداوار کے متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔ ہمارے تخمینوں سے نشاندہی ہوتی ہے کہ اگر اس شیڈول پر عملدرآمد کیا گیا تو مالی سال 12ء میں ربیع کے لیے یوریا کی پیداوار 2.1 ملین ٹن ہو جائے گی۔ اس موسم میں 3.3 ملین ٹن کی طلب فرض کی جائے تو یوریا کی 1.2 ملین ٹن قلت کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے اس کی قیمت بڑھ جائے گی۔ اگر گیس کی فراہمی کی موجودہ سطح برقرار رہی تو اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ کھاد ساز ادارے قیمت کو 1600 روپے فی پوری سے زیادہ کریں گے لیکن اضافی کٹوتی قیمت پر دباؤ بڑھا سکتی ہے۔ چونکہ ایس این جی پی ایل نیٹ ورک سے منسلک کارخانے گیس کے اس لوڈ میئنجمنٹ منصوبے سے سب سے زیادہ متاثر ہوں گے، اس لیے یوریا کی قیمت ملک کے شمالی علاقوں میں بلند رہنے کا امکان ہے۔

ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ افزائی

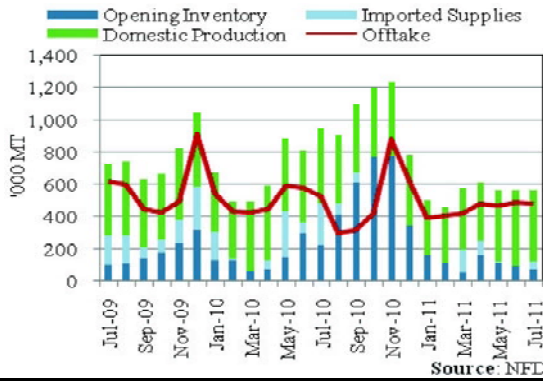
غیر مربوط پالیسیوں سے ہمیشہ یوریا کی ذخیرہ اندوزی کی ترغیب ملتی ہے جبکہ غیر سرکاری قیمت کے مزید بڑھنے کا امکان بھی رہتا ہے۔ چونکہ حکومت ابھی تک ملکی طلب کو پورا کرنے کے لیے یوریا کی درآمدات پر انحصار کر رہی ہے، اس لیے مارکیٹ میں یوریا کی بروقت دستیابی کے متعلق شکوک و شبہات برقرار رہیں گے۔ اگر حکومت یوریا کی بروقت درآمد میں ناکام ہو جاتی ہے اور اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ اس کے ذخیرے کو ملک بھر میں منظم انداز میں تقسیم کیا جائے تو پھر اس کے ڈیلرز مستقبل میں قیمتوں میں اضافے کی توقع کے باعث ذخیرہ جمع کر لیں گے جس سے اس کی دستیابی کے متعلق خدشات پیدا ہو جائیں گے۔ ضروری ذخائر ختم ہونے کے بعد مارکیٹ یوریا کی قلت کے بارے میں از خود پوری ہونے والی توقعات کو جنم دے گی۔ گیس کے بندوبست کے موجودہ فریم ورک کے اعلان اور کھاد کی صنعت کے لیے قدرتی گیس کے ٹیرف میں متوقع اضافے کے باعث یوریا کی غیر سرکاری قیمت اور تاجروں نے صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لیے ذخیرہ اندوزی شروع کر دی ہے۔

استعمال میں کمی

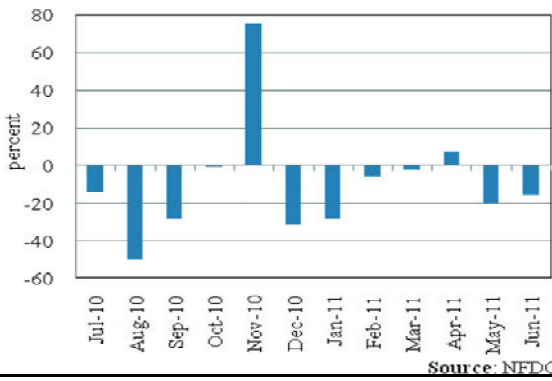
مالی سال 11ء کی پہلی ششماہی میں سیلاب، یوریا کی قلت اور سال کے آخری دو مہینوں کے دوران اس کی قیمتوں میں اضافے نے یوریا کے استعمال پر منفی اثرات مرتب کیے۔ اس

⁹ ہمارے اپنے حساب سے نشاندہی ہوتی ہے کہ قدرتی گیس کے لیے کھاد بنی ٹیٹھس کرنے کا مسئلہ صرف گیس کی ڈالر قدرتی اکائی کی بنیاد پر طے پانے کے قریب پہنچ چکا ہے۔

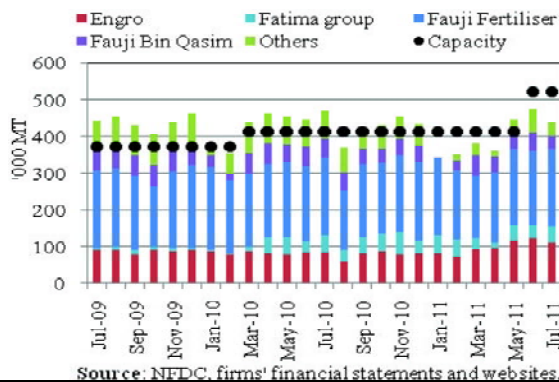
شکل 9.5: یوریا کی دستیابی اور مصرف



شکل 9.6: یوریا کے استعمال کی سال بسال نمو



شکل 9.7: یوریا کی ماہانہ پیداوار



کے نتیجے میں مالی سال 11ء کے دوران گزشتہ برس کے مقابلے میں یوریا کے استعمال میں 11.9 فیصد کمی ہوئی (شکل 9.6)۔¹⁰ یوریا کے استعمال میں کمی رنج کے مقابلے میں خریف کی فصل کے ابتدائی مہینوں کے دوران دیکھی گئی۔ اس لیے ملک میں گندم کی فصل کی یافت پر اس کا معمولی اثر پڑا تھا۔

گندم کی شاندار فصل کے باعث کاشت کاروں کی آمدنی میں اضافے کے باوجود مالی سال کے آخری دو مہینوں میں یوریا کے استعمال میں کمی سے نشانہ بنی ہوئی ہے کہ اصل مسئلہ مارکیٹ میں یوریا کی عدم دستیابی تھی۔ ایس این جی پی ایل نیٹ ورک کے پلانٹس میں گیس کی قلت کے نتیجے میں یوریا کی ملکی پیداواری گنجائش سے مکمل استفادہ نہیں کیا جاسکا تھا۔ خریف کے موسم کے آغاز میں یوریا کی درآمد کے آثار نہ ہونے اور یوریا کی قیمتوں میں متوقع اضافے کے باعث اس کے پیدا کاروں نے گیس کی قلت کی وجہ سے بھاری منافع کمایا جبکہ ذخیرہ اندوزی نے مارکیٹ میں یوریا کی شدید قلت پیدا کر دی۔

قلیل مدت میں قلت برقرار رہے گی

رنج کے موسم میں اسی صورتحال کے اعادے کا خطرہ ہے کیونکہ یوریا درآمد کرنے کے لیے ای سی سی سے ابھی تک رجوع نہیں کیا گیا۔ دسمبر میں اس کی طلب کے بلند ترین سطح پر پہنچنے کے باعث ہمیں یقین ہے کہ ایک بار پھر اس کی قلت پیدا ہو جائے گی کیونکہ اسے بہت کم درآمد کیا جاسکے گا اور وہ گندم کی فصل کے لیے ناکافی ثابت ہوگی۔¹¹ سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے شمالی حصوں میں یوریا کی قلت زیادہ شدید ہے۔ چونکہ جن پلانٹس کو گیس کی قلت کے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا وہ ایس این جی پی ایل نیٹ ورک سے منسلک تھے اور مال برداری کی پست لاگت کے باعث اشیاء ساز اپنے کارخانوں کے قریبی علاقوں میں اس کی فراہمی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے جنوبی علاقوں میں یوریا کی دستیابی کی صورتحال شمال کے مقابلے میں بہتر رہے گی۔

گیس کی مستقل پالیسی کی ضرورت

بدقسمتی ہے کہ آئی پی پیز کے بجائے کھاد کے کارخانوں کو گیس کی فراہمی کے متعلق ای سی سی کی جانب سے 7 مئی کو کیے جانے والے فیصلے پر عملدرآمد نہیں کیا جاسکا۔ کھاد بنانے والے کارخانوں کو گیس کے بجائے ڈیزل پر بجلی کے پلانٹس چلانے کی دو تہائی اضافی لاگت برداشت کرنا تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ بہترین قابل مدتی حل تھا کیونکہ کھاد کے اشیاء ساز گیس کی قلت کی لاگت برداشت کرنے کے لیے تیار تھے۔ اس کے نتیجے میں یوریا کی قیمت کے بڑھنے کا امکان تھا کیونکہ کارخانے اپنی اضافی لاگت صارفین کو منتقل کر دیتے لیکن ملکی پیداوار سے طلب کو پورا کرنے میں مدد ملتی اور قیمتوں

¹⁰ نومبر 10ء کے دوران یوریا کے استعمال میں اضافے کا اہم سبب سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں بجالی کی سرگرمیاں اور حکومت کی جانب سے کھاد کی مفت تقسیم ہے۔

¹¹ ملک میں 1.2 ملین میٹرک ٹن یوریا کی ضرورت پوری کرنے کے لیے آنے والے مال بردار بحری جہازوں سے یوریا اتارنے میں 24 گھنٹے یا پانچ مہینے کا عرصہ لگتا ہے، اگر ہر جہاز پر پچاس ہزار میٹرک ٹن یوریا لدا ہو اور یہ فرض کیا جائے کہ ایک بھرے ہوئے بحری جہاز کو خالی کرنے میں ایک ہفتہ لگ جاتا ہے۔

کو کسی حد تک قابو میں رکھنا ممکن تھا۔ مزید برآں، پائٹس کو گیس کی فراہمی میں کمی باکس 9.1: زراعت کی ترسیل کا ٹھکانہ سے بھرپور طریقہ کار حکومت کی جانب سے یوریا پر پی بوری جتنا زراعت دیا جاتا ہے وہ عالمی وکی قیمت کے پی بوری فرق سے زیادہ ہے۔ یہ زر اعانت کی ترسیل کے طریقہ کار کا نتیجہ ہے۔ ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (ٹی سی پی) عالمی منڈی کے نرخوں کے مطابق یوریا درآمد کرتی ہے اور پھر اسے نیشنل فریٹ لائزر کارپوریشن (این ایف سی) کو 528 روپے پی بوری پر فروخت کیا جاتا ہے جس کی قیمت کا تعین کابینہ کی اقتصادی تعاون کمیٹی (ای سی سی) کرتی ہے۔ پھر این ایف سی اس کھاد کو اپنی مارکیٹنگ کے ادارے نیشنل فریٹ لائزر مارکیٹنگ لمیٹڈ (این ایف ایم ایل) کے ذریعے ملک بھر میں تقسیم کر دیتی ہے۔ بد قسمتی سے یہ صورتحال بعض افراد کو منڈی کی قیمت سے خاصے کم نرخوں پر یوریا خریدنے کی ترغیب دیتی ہے جو اسے اپنے استعمال کے لیے یا پھر کھلی منڈی میں دوبارہ فروخت کر دیتے ہیں۔ اس لیے زراعت دینے کا ہدف حاصل نہیں ہوتا اور اس سے بد عنوانی کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ این ایف سی / این ایف ایم ایل میں یوریا کے ایک اسکینڈل کے متعلق ایف آئی اے کی تفتیش کے متعلق پریس رپورٹس سے

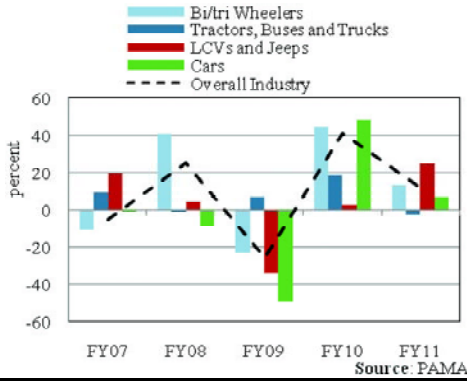
اس لیے کھاد کے شعبے میں گیس کی تقسیم کی ایک واضح اور پائیدار حکمت عملی کو اختیار کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے اور اس سے ہی کھاد کی ملکی پیداوار کے بارے میں پائی جانے والی غیر یقینی صورتحال کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک پائیدار پالیسی خواہ وہ نشاندہی ہوتی ہے کہ زراعت کی ترسیل کا طریقہ کار ناقص ہے۔ درآمدی یوریا پر مبنی ہو یا پھر ملکی پیداوار پر، اس سے منڈی کی توقعات کا انتظام کرنا اور قیمتوں میں اضافے کو روکنا ممکن ہے۔ اگر ملک اپنی کھاد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس کی درآمد کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر ہمیں یقین ہے کہ اس ضمن میں حکومتی کردار کو کم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مارکیٹ خود کھاد کی دستیابی کو یقینی بناسکے۔ لیکن اگر کھاد ملک میں موجود پیداواری گنجائش کو استعمال میں لاتے ہوئے حاصل کی جاتی ہے تو پھر حکومت کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ گیس کی تقسیم اور تیرف کو حقیقت پسندانہ بناتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے کہ اس شعبے کی گیس کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔ منڈی کی توقعات کو قابو میں رکھنے اور زرعی شعبے کو کھاد کی بلا تعطل فراہمی یقینی بنانے کی خاطر روڈ میپ متعین کرنے کے لیے پالیسی کی ضرورت ہے۔

درآمدات کا سوال

چونکہ گیس کی کمی کا مسئلہ قلیل مدت میں حل نہیں ہوگا اس لیے حکومت نے مالی سال میں یوریا درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ حکومت درآمد شدہ یوریا پر زر اعانت بھی ادا کرے گی کیونکہ اس کی عالمی قیمت ملک کی حالیہ قیمت کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ گیس لوڈ مینجمنٹ کا شیڈول جس پر پہلے بات کی گئی ہے، اگر اس پر عملدرآمد کیا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ رینج کے موسم میں ملک 1.2 ملین میٹرک ٹن یوریا درآمد کرنا پڑے گی جس پر ملک کو تقریباً 620 تا 640 ملین ڈالر کی زرمبادلہ میں لاگت برداشت کرنا پڑے گی اور حکومت کو اس پر زر اعانت کی مد میں 42 ارب روپے ادا کرنے پڑیں گے (زراعت پر تفصیلی بحث دیکھئے باکس 9.1 میں)۔

مختصر یہ کہ کھاد کے شعبے کو درپیش مسائل کا سبب قدرتی گیس کی قلت کے انتظام کی ایڈ ہاک پالیسیاں ہیں۔ یوریا کی درآمد اور تقسیم میں این ایف سی اور این ایف ایم ایل کے کردار پر دوبارہ غور کرنے کے علاوہ حکومت گیس تقسیم کرنے کا ایک واضح فریم ورک وضع کر کے اس پر عمل پیرا ہونا کہ منڈی کی توقعات پر قابو پایا جاسکے اور سٹے بازی کی سرگرمیوں کی روک تھام ہو سکے۔

شکل 9.8: گاڑیوں کی صنعتی پیداوار



9.3 گاڑیوں کی صنعت

عالمی و ملکی دشواریوں کے باوجود مالی سال 11ء کے دوران گاڑیوں کے مقامی شعبے میں بحالی کا عمل جاری رہا۔ نقد خریداری کرنے والے صارفین کی طلب¹² سے پیداوار کو بڑھانے کی ترغیب ملی، اگرچہ مقامی صنعت کو سال کے آغاز میں سیلاب، گاڑیوں کے متعلق حکومت کی درآمدی پالیسی میں تبدیلی اور جاپان میں سونامی و زلزلے کی تباہ کاریوں کے باعث کاروں کے پرزوں کی عالمی رسد کی کمیوں میں تعطل سے نقصان پہنچا تھا۔ مالی سال 11ء میں گاڑیوں کی پیداوار گزشتہ برس کے مقابلے میں 10.3 فیصد زیادہ رہی۔¹³ نئے مالی سال میں سیلز ٹیکس میں متوقع کمی کا فائدہ اٹھانے کے لیے جون 2011ء میں صارفین کی جانب سے نئی خریداری کو ملتوی کرنے کے باوجود یہ اضافہ حوصلہ افزا ہے۔¹⁴

صارفین کی طلب پر مبنی نمو

کاروں، جیپوں، دو طرفہ / سہ طرفہ ویکلز¹⁵ اور ملکی کمرشل گاڑیوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا جبکہ ٹریکٹروں، بسوں اور ٹرکوں جیسی کمرشل مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی گاڑیوں کی پیداوار میں کمی دیکھی گئی (شکل 9.8)۔

اشیا سازوں کے مطابق ایسا کمرشل گاڑیوں کی طلب میں کمی کے باعث ہوا۔ ٹریکٹروں کی طلب میں کمی کو حکومت کی جانب سے مارچ 2011ء میں ان پریسلز ٹیکس کے نفاذ سے نقصان پہنچا۔¹⁶ پیدا کنندگان کا دعویٰ ہے کہ اس کے نتیجے میں قیمت بڑھنے سے چھوٹے کاشت کاروں کے لیے نئے ٹریکٹروں کی خریداری میں کشش ختم ہو گئی ہے۔ مزید برآں، بینکوں خصوصاً زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ کی جانب سے قرضوں کی دستیابی میں کمی بھی اس کی طلب کے سکڑنے کا ایک اہم سبب ہے۔ اس لیے ٹریکٹر ساز صنعتوں نے پیداوار میں کمی کر دی۔

حکومت کی پالیسی میں تبدیلیاں

استعمال شدہ کاروں کی درآمد :

اس شعبے کی حکومتی پالیسی میں سب سے بڑی تبدیلی استعمال شدہ کاروں کی درآمد پر پابندیوں میں نرمی کرنا تھی۔ اس شعبے میں قیمتوں میں مسابقت کو فروغ دینے کے لیے حکومت نے استعمال شدہ کاروں کی عمر کی حد کو 3 سال سے بڑھا کر 5 سال تک کر دیا¹⁷ اور درآمدی ڈیوٹی مقاصد کے لیے زیادہ سے زیادہ ٹیکسنگ کا چارج 50 فیصد سے بڑھا کر کار کی قدر کے 60 فیصد تک کر دیا جس کے نتیجے میں استعمال شدہ مکمل ساختہ یونٹوں (سی بی یوز) کی درآمدات میں گزشتہ برس کی نسبت 85 فیصد سے زائد اضافہ دیکھا گیا (شکل 9.9)۔ یہ گاڑیوں کی مقامی منڈی کو رسد کی فراہمی میں خاصے اضافے کو ظاہر کرتا ہے لیکن یہ اقدام بااعتماد اور مضبوط برانڈز رکھنے والے مقامی اسمبلرز کو کس حد تک متاثر کرتا ہے، یہ ابھی دیکھنا باقی ہے۔

اصل سازو سامان بنانے والوں (او ای ایمز) کا کہنا ہے کہ ایسی صورتحال میں جب مقامی صنعت اپنی نصب شدہ پیداواری گنجائش کے تقریباً نصف کے برابر کام کر رہی ہو، درآمدات کی حوصلہ افزائی کرنا مقامی صنعت کی طویل مدتی نمو پر منفی اثرات مرتب کر سکتا ہے (شکل 9.10)۔

¹² سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاروں کی طلب نقد خریداری پر مبنی تھی۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران کچھ بہتری کے باوجود اس میں صارفی مالکاری کا کردار محدود رہا۔

¹³ مالی سال 10ء کے دوران اس میں 36.4 فیصد نمو ہوئی لیکن یہ مالی سال 09ء کی پست اساس کو ظاہر کرتی ہے جب کاروں کے لیے بینکوں کی صارفی مالکاری زوال پزیر تھی۔ ماخذ: وفاقی دفتر شماریات۔

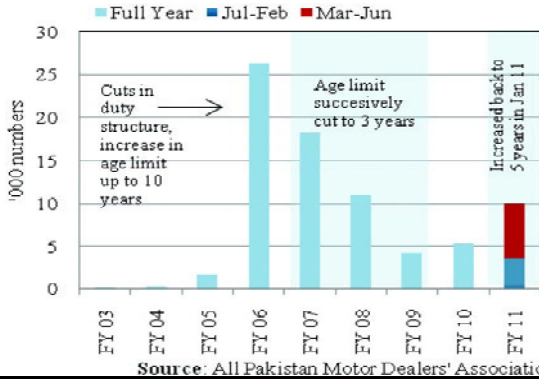
¹⁴ حکومت نے مالی سال 11ء کے آخر میں مالی سال 12ء کے لیے نئی گاڑیوں پر پریکٹکس کو 17 فیصد سے کم کر کے 16 فیصد کر دیا تھا۔

¹⁵ اس زمرے میں موٹر سائیکلیں شامل ہیں۔

¹⁶ اس سے قبل ٹریکٹروں کو بینک ٹیکس سے استثنیٰ حاصل تھا۔

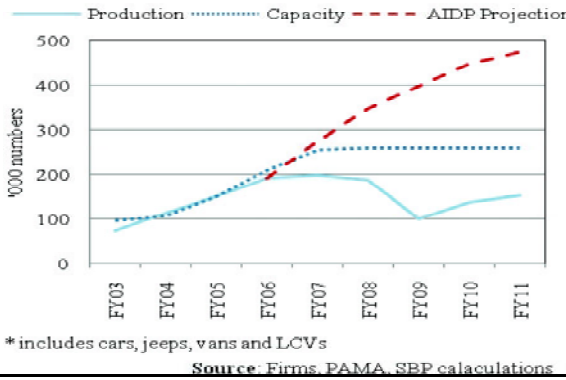
¹⁷ حکومت نے مالی سال 06ء میں بھی استعمال شدہ گاڑیوں کی درآمدات پر عائد پابندیوں میں نرمی کرتے ہوئے دس سال پرانی گاڑیاں درآمد کرنے کی اجازت دی تھی۔ تاہم، مالی سال 09ء میں عمر کی حکم کر کے تین سال کر دیا گیا تھا۔ کاروں کے لیے عمر کی حدیں حالیہ زمری میں بسوں کو بھی شامل کر دیا گیا۔

شکل 9.9: استعمال شدہ کاروں کی درآمدی پالیسی میں تبدیلیاں



ہمارے خیال میں درآمدات کی مضبوط طلب کو مد نظر رکھتے ہوئے کاروں کی مقامی صنعت کی موجودہ اضافی گنجائش حیران کن ہے، خصوصاً اگر دونوں کو بھی مناسب متبادل سمجھا جائے۔ ملکی منڈی میں طلب ورسد (جسے حکومت درآمدات کی لبرل پالیسی سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہے) کے فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے مقامی اسمبلر زکو ترغیب ملنی چاہیے تھی کہ وہ اس طلب کو پورا کرنے کے لیے اپنی پیداوار میں اضافہ کریں۔¹⁸ تاہم، ایسا اسی وقت ممکن تھا اگر درآمدی استعمال شدہ کاریں اور مقامی ساختہ نئی کاریں ایک دوسرے کا قریبی متبادل ہوتیں اور انہیں ایک ہی مارکیٹ میں مسابقت کا سامنا کرنا پڑتا۔

شکل 9.10: گاڑیوں کی صنعت میں پیداواری گنجائش کا استعمال

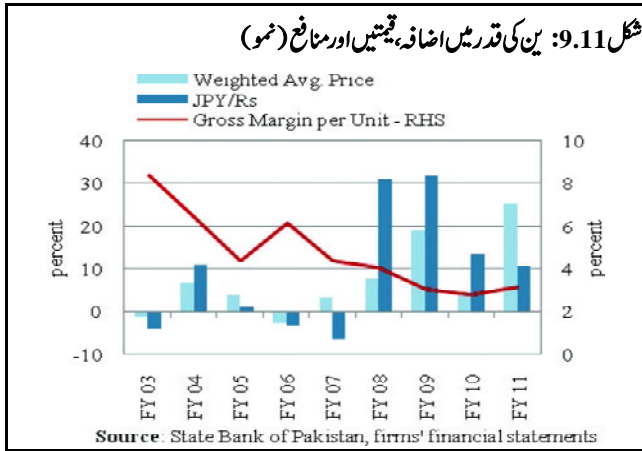


ہماری رائے میں موجودہ صورتحال کاروں کے لیے کئی منڈیوں کی موجودگی کو ظاہر کرتی ہے، جس میں مقامی اسمبلر زکو استعمال شدہ کاروں کی درآمد سے مسابقت کا سامنا نہیں ہے بلکہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پالیسی میں تبدیلی کے نتیجے میں درآمدات میں بلند ترین نمو مارکیٹ کے اس حصے میں معلوم ہوتی ہے جو قیمت کے حوالے سے حساس ہے جہاں پاک سوز کی سرگرمی ہے (بڑی کاریں بنانے والوں کے بجائے)۔¹⁹ مارکیٹ کا یہی حصہ ہے، نہ کہ نئی کاروں کی پوری مارکیٹ، جس میں چھوٹی استعمال شدہ درآمدی کاریں مقامی اسمبلر کی جانے والی کاروں سے مسابقت کر سکتی ہیں۔

درآمدی اسکیم میں یکسانیت کی کئی خصوصیات ہیں لیکن استعمال شدہ کاروں کی عمر کی حد میں کسی بھی قسم کے مزید اضافے کو میزبان معیشت کی دیگر لاگتوں میں دیکھا جانا چاہیے، خصوصاً استعمال شدہ کاروں کے پرانے انجنوں اور ٹیکنالوجی کے ماحول پر ممکنہ منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اس لیے صارفین کے انتخاب کی بڑھتی ہوئی ترجیحات کو ان وسیع تر اقتصادی لاگتوں سے متوازن کرنا ضروری ہے۔

نئی صنعتوں کے داخلے کی پالیسی: پاکستان میں نئی پیداواری تنصیبات قائم کرنے کی خواہش مند غیر ملکی کمپنیوں کو مراعات کے معاملے پر حکومت اور اداری ایجنز کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بنیادی اختلاف مکمل ساختہ یونٹوں کی کٹس کی درآمدات پر عائد کیے جانے والے ٹیرف کے نرخوں پر ہے۔ حکومت اس صنعت میں غیر ملکی سرمایہ کاری کو ترغیب دینے کے لیے پروں کی ایسی درآمدات پر چند برسوں کے لیے ٹیرف اور ڈیوٹی میں رعایتیں دینا چاہتی ہے۔ مقامی کمپنیاں اس کی مزاحمت کر رہی ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ایسے اقدامات آٹو انڈسٹری ڈیولپمنٹ پلان (اے آئی ڈی پی) کی روح کے منافی ہیں۔ یہ پانچ سالہ ٹیرف فریم ورک ہے جس کی مدت آئندہ سال مکمل ہو جائے گی۔ ان کمپنیوں کا کہنا ہے کہ مجوزہ ترغیبات سے نئی کمپنیوں کو لاگت کا غیر شفاف فائدہ حاصل ہو جائے گا اور اس کے بجائے حکومت انہیں پیداواری تنصیبات کے لیے زمین جیسی متبادل رعایتوں کی پیش کش کر سکتی ہے۔

ہمارے خیال میں مصنوعات کی منڈی میں قیمتوں کی تغیر پذیری میں اضافے کا باعث بننے والی پالیسیاں اختیار کرنے کے بجائے ایسی پالیسیاں تشکیل دی جائیں جن سے تمام فرمز کو یہ فرض کرتے ہوئے کہ مقامی پیداوار کو درآمدات کے مقابلے میں لاگت کا فائدہ حاصل ہے، اس لیے اگر دونوں چیزیں ایک دوسرے کا قریبی متبادل ہوں تو صارفین کو استعمال شدہ درآمدی گاڑیوں پر مقامی ساختہ گاڑیوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس سے مقامی صنعت میں موجود اضافی گنجائش کے امکانات اور درآمدات کی مضبوط طلب کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ تاہم، موجودہ صورتحال میں مقامی فرمز کے پاس اضافی گنجائش موجود ہے جبکہ درآمدات کی طلب بھی بلند ہے۔ اس سے مقامی طور پر اسمبل کی جانے والی نئی گاڑیوں اور درآمدی گاڑیوں کے لیے سنگل مارکیٹ کی موجودگی کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور دو مارکیٹوں کی موجودگی کے خیال کو تقویت ملتی ہے۔¹⁹ مالی سال 11 کے دوران 1300 سی سی سے کم انجن والی گاڑیوں کا پرانی کاروں کی درآمدات میں حصہ 63.1 فیصد تھا۔



مسابقت کے یکساں مواقع حاصل ہو سکیں۔ مسابقت کے بڑھنے سے مقامی صنعت کو فائدہ ہوگا، خصوصاً قیمتوں میں مسابقت ایک ایسی سرکاری پالیسی کا نتیجہ نہیں ہونی چاہیے جو دوسروں کے مقابلے میں بعض مخصوص فرمز کو ترجیح دیتی ہو۔ اس لیے، غیر ملکی سرمایہ کاری کو متوجہ کرنے کے لیے قلیل مدتی رعایت ضروری ہو سکتی ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی وسط مدتی پالیسی جو بیرونی ذرائع اور ملکی معیشت کی پیداوار کی کارگزاری پر مبنی مسابقت کی حوصلہ افزائی کرتی ہو زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس پالیسی کے جو منڈی پر مبنی نتائج میں رکاوٹ بنتی ہو۔

مالی سال 12ء کے میزانیہ اقدامات: سیلر ٹیکس کو 17 فیصد سے کم کر کے 16 فیصد پر لانے اور خصوصی ایکسائز ڈیوٹی (ایس ای ڈی) کے خاتمے نے

صارفین کو جون 2011ء میں خریداریاں روکنے کی ترغیب دی تاکہ وہ نئے مالی سال کے آغاز سے اس میں ہونے والی کمی کا فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے نتیجے میں جون میں نئی کاروں کی فروخت میں 56 فیصد کمی دیکھی گئی۔²⁰ توقع کے مطابق نئے مالی سال کے آغاز سے ٹیکسوں میں کمی پر عملدرآمد شروع ہوتے ہی ان کی فروخت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

کاروں کی قیمتیں اور یں کی قدر بڑھنے کے اثرات

یہ فرض کرتے ہوئے کہ اشیا ساز کاروں کے الگ الگ پروزوں کو بڑی تعداد میں جاپان سے درآمد کرتے ہیں، ہم جاپانی کرنسی ین کی قدر میں ہونے والی تبدیلیوں کے اثرات کا جائزہ لیں گے کہ قیمتوں میں ہونے والے حالیہ اضافے میں اس کا کتنا ہاتھ ہے۔ مالی سال 11ء میں مقامی طور پر اسمبل کی جانے والی کاروں کی بدولت اوسط قیمتوں²¹ کے تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی قیمتوں میں تقریباً 25 فیصد اضافہ ہوا جو کہ پاکستانی روپے کے مقابلے میں جاپانی ین کی قدر میں ہونے والے دس فیصد اضافے سے زیادہ ہے (شکل 9.11)۔

اس لیے مقامی صنعت پر خاصی تنقید کی گئی اور حکومت نے بھی کارساز اداروں پر زور دیا کہ وہ اس کی قیمتوں میں کمی کریں اور اس کا نتیجہ استعمال شدہ کاروں کی درآمدات پر پابندیوں میں نرمی کی صورت میں برآمد ہوا، جس پر پہلے بحث کی جا چکی ہے۔

ین کی قدر میں اضافے کے مقابلے میں قیمتوں میں ہونے والے غیر متناسب اضافے کے باوجود مقامی کار اسمبلرز کے منافع سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے فی پونٹ خام مارجن میں گزشتہ برسوں کے دوران کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی پیداواری لاگت خاصی بڑھ گئی ہے، جیسے کہ اسٹیل، پولی پروپیلین، ایلومینیم اور تانبے جیسے اہم خام مال کی لاگت بڑھ گئی ہے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ کاروں کی قیمتوں میں ہونے والی تبدیلیوں کو اس وسیع تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ بازار مبادلہ میں ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں خام مال کی لاگت میں تبدیلی کو مد نظر رکھا جائے۔

جاپان میں زلزلے اور سونامی کے رسدی دھچکے

جاپان میں مارچ 2011ء میں سونامی کی تباہ کاریوں سے کاروں کے پروزوں کی رسدی کڑیوں میں آنے والے نقصان سے گاڑیوں کی عالمی صنعت کو بلا واسطہ اور بالواسطہ خاصا نقصان پہنچا تھا۔ لیکن مقامی صنعت پر اس کے اتنے شدید اثرات مرتب نہیں ہوئے جتنا کہ خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا۔ انڈس موٹرز نے بنگ کو عارضی طور پر معطل کر دیا لیکن یہ تین ہفتوں میں بحال ہو گئیں۔ اس کے نتیجے میں سال کی مجموعی پیداوار میں کمی آگئی اور سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشتر ماڈلز کی ڈیوری کے اوقات میں بہتری دیکھنے میں آئی تھی۔

مالی سال 12ء کے امکانات

نئے مالی سال کے دوران حکومت کی پالیسی میں ہونے والی حالیہ تبدیلیوں سے صنعت کی کارکردگی کے متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔

20 پاکستان آٹوموبائل میونسپلٹی پرز ایسوسی ایشن (پی اے ایم اے)۔

21 ان میں پاکستان میں کام کرنے والے کار کے تین سب سے بڑے ادارے شامل ہیں: پاک سوزوکی، انڈس موٹرز اور ہنڈا اٹلس۔ قیمتوں کو فروخت کی آمدنی اور اکائی فروخت کے تناسب سے اخذ کیا جاسکتا ہے اور اس کا وزن اکائی فروخت میں فرم کے مارکیٹ میں حصے کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ماخذ: فرم کے مالی حسابات، پی اے ایم اے اور اسٹیٹ بینک کے حسابات۔

ٹیکس اور کار کی قیمتوں پر اثرات: مالی سال 12ء کے بجٹ میں سیلز ٹیکس میں کمی اور ایس ای ڈی کے خاتمے سے سال کے آغاز میں فروخت میں تیزی آئی ہے۔ تاہم، فروخت پر خالص اثر کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ ٹیکسوں میں کمی کے نتیجے میں حتمی لاگت میں کتنی کمی آتی ہے یا متبادل کے طور پر پیدا کنندہ کی جانب سے قیمتوں میں اضافہ صارفین کے فائدے کو کم کرنے کا سبب بنے گا۔ سمعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ٹیکسوں میں کمی کے نتیجے میں صارفین قیمتوں میں متناسب کمی نہیں ہوئی۔

حکومت کی طلب: پنجاب حکومت نے صوبے کے بیروزگاروں کو 20 ہزار ”پیلی ٹیکسیاں“ فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس ضمن میں پاک سوزوکی سے کاروں کی فراہمی کے لیے معاہدہ طے پا گیا ہے جو کہ فرم کی پیداواری گنجائش کے لیے خوش آئند ثابت ہوگا۔ یہاں یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ نوے کی دہائی میں ڈائو اور ہنڈائی کے ساتھ پیلی ٹیکسیوں کی ایک ایسی ہی اسکیم متعارف کرائی گئی تھی۔

درآمدی پالیسی: کسٹمز ڈیوٹی اخذ کرنے کے لیے فرسودگی کی شرح کو ایک فیصد سے بڑھا کر دو فیصد کر دیا گیا ہے۔ یہ استعمال شدہ گاڑیوں کے درآمد کنندگان اور ڈیلرز کا ایک اہم مطالبہ تھا تا کہ کاروں کے مقامی اسمبلرز کو با مقصد مسابقت دی جاسکے۔ اس بات کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ فرسودگی کی حد کو بھی 50 فیصد سے بڑھا کر 60 فیصد کر دیا گیا ہے۔

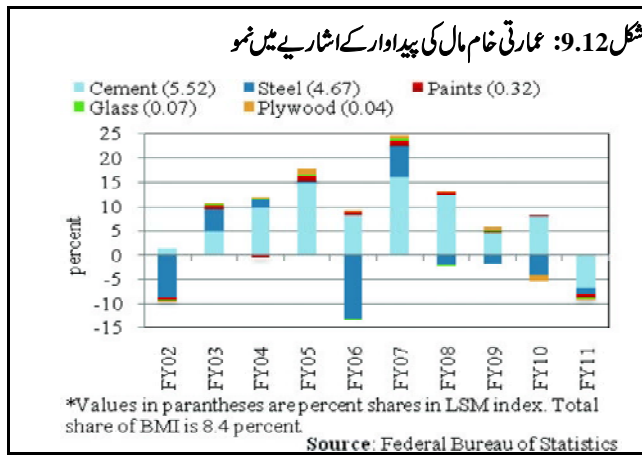
اس پس منظر میں ہم توقع کرتے ہیں کہ نئے مالی سال میں استعمال شدہ کاروں کی درآمدات میں اضافہ ہوگا۔ ہماری یہ رائے جاپان میں نقل و حمل کی صورتحال میں بہتری کی بنیاد پر مبنی ہے جو کہ ان کی درآمدات کا اہم ذریعہ ہے۔ اور نئی تجارتی پالیسی میں درآمدات میں مزید آزاد کاری لانے کے اضافی اقدامات کا امکان، جیسے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد میں اضافہ، ڈیوٹیز میں کمی اور استعمال شدہ کاروں کی کمرشل درآمد کی اجازت دینا۔

9.4 تعمیرات اور عمارتی خام مال

میں 11ء کے دوران تعمیرات کی صنعت میں دہائی کی پست ترین شرح نمو 0.8 فیصد ریکارڈ کی گئی۔ 22 مئی 10ء کے دوران ہونے والی 59 برسوں کی بلند ترین شرح نمو (28.4 فیصد) کے پیش نظر مذکورہ شرح مایوس کن معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ، سرکاری و نجی دونوں شعبوں میں ماکاری کی مشکلات اور ریئل اسٹیٹ مارکیٹ میں ماند سرگرمیوں کے باعث گذشتہ برس تعمیرات کی نمو کو بڑھانے والے عوامل کے طویل عرصہ تک کارآمد رہنے کا امکان نہیں تھا لیکن مئی 11ء میں صنعت کی کارکردگی پست ترین توقعات پر بھی پورا نہیں اتر سکی۔ شرح نمو سال کے آغاز میں منصوبہ بندی کمیشن کے مقررہ ہدف سے 3 فیصدی درجے کم رہی تھی۔

جدول 9.4: تعمیرات کے اظہاریوں کا خلاصہ			
نمو فیصد، بشرطیکہ دیگر مقامات پر وضاحت دی گئی ہو			
مئی 11ء	مئی 10ء	مئی 09ء	
0.8	28.4	-11.2	تعمیرات کا حقیقی جی ڈی اے
2.5	2.6	2.1	جی ڈی پی میں حصہ
-9.1	2.7	4	عمارتی خام مال کی پیداوار
12.5	-5.4	20.2	عمارتی خام مال کی قیمتیں
-20.9	-34.9	-6.9	تعمیراتی جی ایف سی ایف
0.9	-5.5	-10.9	قرضہ اور تعمیرات
-40.2	9.8	4.6	تعمیرات، براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
7.0	6.7	6.6	روزگار میں حصہ

ماخذ: وفاقی دفتر شماریات، افرادی قوت سروے اور بینک دولت پاکستان



اس خراب کارکردگی کی دو اہم وجوہات ہیں۔ اول، جولائی اور اگست 2010ء میں سیلاب اور بھاری بارشوں کی وجہ سے تعمیر نو کی سرگرمیوں کے لیے بلند طلب موجود تھی لیکن مونسون کے دوران سڑکوں کو نقصان پہنچنے کے باعث بھاری تعمیراتی مواد کی منتقلی میں مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ دوم، عمارتی خام مال کی صنعتی پیداوار میں کمی کا نتیجہ تعمیرات کی بلند لاگت کی صورت میں برآمد ہوا۔

9.4.1 عمارتی خام مال کی قلت

پانچ برسوں میں پہلی بار پیداوار کے متعلق عمارتی خام مال کے اشاریے (بی ایم آئی) 24 مئی مالی سال 11ء کے دوران 9.2 فیصدی دیکھی گئی جبکہ گذشتہ برس اس میں 2.7 فیصدی نمو ہوئی تھی۔ ایسا پہلی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ بی ایم آئی میں مجموعی طور پر پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔ اگرچہ پیداوار میں کمی کا ایک سبب طلب میں کمی تھی لیکن ہمیں یقین ہے کہ منفی بازاری کا حلقہ موجود ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں رسد کی کمی کے باعث قیمتیں بڑھ گئیں اور تعمیرات کے شعبے میں ان کی طلب کم ہو گئی، خاص طور پر ایسے وقت میں جب ریئل اسٹیٹ پر متوقع منافع کی سطح پست تھی (بکس 9.2)۔

یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ طلب کے علاوہ دیگر دو عوامل نے پیداوار کو خاصا متاثر کیا: توانائی کی قلت اور قیمتیں اور مسابقت کا فقدان۔ بعض صورتوں میں ان دونوں عوامل نے اثرات مرتب کیے تھے۔

تعمیراتی صنعتوں کو توانائی سے متعلق بعض مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اول، گیس اور بجلی کی رسد میں کمی نے ان صنعتوں کو متاثر کیا جنہیں خام مال کو نرم رکھنے کے لیے مسلسل گرمی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے شیشہ، فولاد کی دوبارہ ڈھلائی (گیس پر مبنی) اور فولاد پگھلانا (بجلی سے)۔ دوم، ایندھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے خام مال اور پیداوار دونوں کی مال برداری کی لاگت کو بڑھا دیا تھا۔ جنوبی علاقوں میں شیشہ مہنگا ہو گیا کیونکہ اس کی ساری صنعت شمالی علاقوں میں واقع ہے۔ اسی طرح، گڈانی میں جہاز بھگنی سے قدرے سستا فولادی اسکرپ اور درآمدی اسکرپ مال برداری کی بلند لاگت کے باعث مہنگا ہو گیا تھا۔

22 یہ صرف ابتدائی تخمینوں کا تخمینہ ہے اور سعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخری سہ ماہی میں تعمیرات کے شعبے میں نمو ہوئی ہے۔ اس لیے ہم توقع کرتے ہیں کہ مالی سال 11ء کے لیے جی ڈی پی کے تخمینے پر نظر ثانی کی جائے گی۔

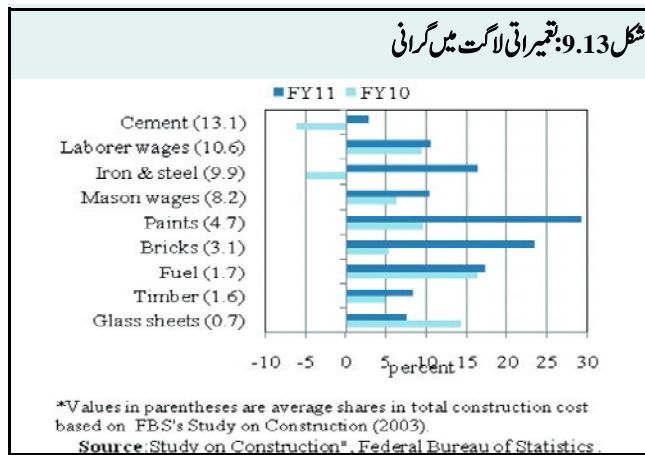
23 فیصل ڈی زائر، مینجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کے تخمینے کے مطابق 1.9 ملین مکانات، 12,516 اسکولوں کی عمارات اور طبی محنت کے 579 مراکز تباہ ہوئے۔ مزید برآں، دریائے سندھ کے بند میں کئی جگہ پر خشک پڑا جبکہ منڈا اور دریائے سوات کے ہیڈورکس بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے۔ اس کے نتیجے میں پانی داخل ہونے سے انفراسٹرکچر کو وسیع پیمانے پر نقصان پہنچا تھا۔ (این ڈی ایم اے سیلاب کے متعلق ویب سائٹ: <http://www.pakistanfloods.pk/pakistan-flood-2010>)

24 عمارتی خام مال کا اشاریہ سینٹ، فولاد، پینٹس، شیشہ اور پلائی ووڈ کے ذیلی اشاریوں کا مجموعہ ہے، جسے وفاقی دفتر شماریات نے تشکیل دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان پانچ صنعتوں کا بڑے پیمانے کی اشیاء سازی کے اشاریے میں حصہ 10.6 فیصد بنتا ہے۔

کونسل کی قیمت بڑھنے سے سینٹ کی پیداواری لاگت بھی بڑھ گئی تھی۔ تاہم، سینٹ کی صنعت نے قیمت کے دھچکے کو بہتر انداز میں برداشت کیا کیونکہ اس صنعت نے ماضی قریب میں توانائی مستعد طریقے اختیار کرنے پر بھاری سرمایہ کاری کی تھی جیسے حرارتی فضلے کی بجالی کے پلائس اور بھٹیوں میں متبادل ایندھن (چاول کا چھلکا، دوبارہ قابل استعمال بنایا گیا خشک ایندھن، استعمال شدہ ٹائرو وغیرہ)۔ بد قسمتی سے ضوابطی مشکلات در آمد شدہ کونسل کے متبادل کی فوری دستیابی میں رکاوٹ ہیں۔²⁵

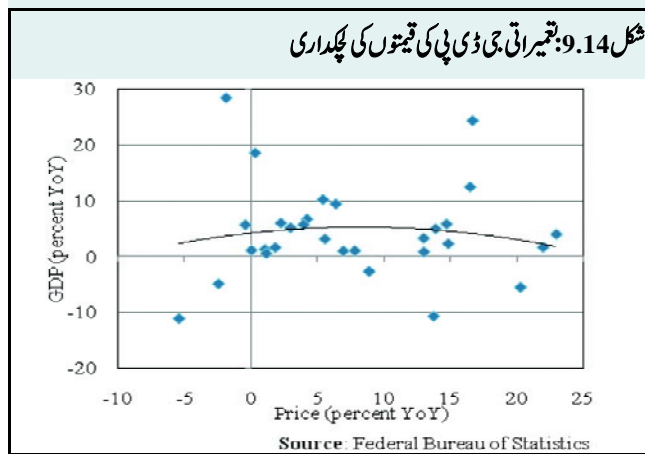
تاہم، لاگت میں اضافے اور پست طلب کے باوجود کچھ صنعتیں اپنی پیداوار کم رکھتے ہوئے اپنا مارجن بڑھانے میں کامیاب رہیں۔ اس رویے کا سبب یہ ہے کہ عمارتی خام مال کی کچھ منڈیوں میں درآمدی مسابقت موجود نہیں۔ مثلاً، سینٹ کی درآمدات فائدہ مند نہیں ہیں کیونکہ اس کی قیمت اور حجم کا تناسب پست ہے۔ ٹرانسپورٹ کی لاگت خاصی بڑھ سکتی ہے جس سے درآمدی سینٹ کی قیمت مقامی قیمت سے بڑھ جائے گی، چاہے ملکی قیمتیں بلند سطح پر ہی کیوں نہ ہوں۔

اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ بعض صنعتوں کی پیداوار میں کمی کا سبب صرف طلب کی پست سطح نہیں تھی۔ بظاہر، دو صنعتوں نے جان بوجھ کر اپنی برآمدات میں کمی کی، اس حقیقت کے



جدول 9.5: گرجنر علیٹ کے ٹیسٹ کے نتائج (م 82 تا م 11، دو متحمل شامل ہیں)

نتیجہ	امکان	F-Stat	زیر آزمائش مفروضہ
گرانی جی ڈی پی کا گرجنر سبب نہیں بنتی	0.01	5.17	مسترد
جی ڈی پی نمو گرانے کا گرجنر سبب نہیں بنتی	0.07	2.94	مسترد



بکس 9.2: کیا بلند لاگت تعمیرات کے شعبے کو متاثر کرتی ہے؟
گذشتہ دو مالی سالوں کے دوران تعمیرات کی صنعت کی کارکردگی ہر سال ایک دوسرے کے برعکس رہی۔ مالی سال 10ء میں تعمیراتی خام مال کی قیمتوں میں 5.4 فیصد کی آئی جبکہ تعمیرات میں 28 فیصد اضافہ ہوا۔ اگلے سال قیمتوں میں 12.5 فیصد اضافہ ہوا اور تعمیرات کی نمو گرج کر 0.8 فیصد ہو گئی۔ کیا تعمیرات کی نمو اور گرانے کے مابین منفی علیت (causality) پائی جاتی ہے؟

اس کا تعین کرنے کے لیے ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ٹھیکیدار یا بلڈر کے اخراجات کو عمارتی خام مال کی قیمتیں کس طرح متاثر کرتی ہیں۔ وفاقی دفتر شماریات کی جانب سے 2003ء میں کیے جانے والے تعمیراتی صنعت کے ایک سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً 85 فیصد تعمیراتی لاگت عمارتی خام مال اور مزدوروں کی ادائیگیوں پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ اس میں مالی، بیر، فرسودگی اور دیگر جاری لاگت بہت معمولی تھی (شکل 9.13)۔

تعمیراتی خام مال کی قیمتوں میں اضافے سے تعمیراتی کام فوری طور پر پست رفتاری کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ اسے جاری رکھنے کے لیے ٹھیکیداروں/بلڈرز اور کانسٹریکٹرز سے دوبارہ سودے بازی کی ضرورت پڑتی ہے۔ سودے بازی میں تاخیر کی لاگت برداشت کرنا پڑتی ہے جیسے تعمیراتی مقام پر مزدوروں کو رکھنا، پہلے سے خریدے گئے عمارتی خام مال کا ذخیرہ کرنا اور ایسی ڈیلز کی منسوختی جن پر ابھی عملدرآمد نہیں کیا جا سکا۔ اگرچہ تعمیرات کے بیشتر منصوبوں میں قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے مطابقت کی شق موجود ہوتی ہے لیکن سیمی شواہد ظاہر ہوتا ہے کہ دوبارہ سودے بازی کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ بعض اوقات منصوبے میں بلڈر اپنا بہت کچھ داؤ پر لگانے کی وجہ سے اپنے منافع پر سمجھوتہ کرتے ہوئے اسے جاری رکھتا ہے۔ اگر تعمیراتی لاگت مسلسل بلند سطح پر رہتی ہے تو طویل مدت میں کمی منصوبے سرد خانے کی نذر ہو سکتے ہیں۔ ان دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے توقع کی جاسکتی ہے کہ تعمیرات کے شعبے کی قیمتوں اور قدر اضافی کے مابین منفی تعلق پایا جاتا ہے۔

دوسری جانب، اس کے بالکل برعکس نتائج بھی نکل سکتے ہیں: جیسے تعمیراتی شعبے کی جانب سے طلب بڑھنے کے باعث عمارتی خام مال کی قیمتوں میں گرانی کا رجحان ہو (یہ فرض کرتے ہوئے کہ طلب اتنی مضبوط ہے کہ وہ لاگت کی گرانی کا اثر سہکتی ہے)۔ اس دلیل کو سیمی شواہد سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ بلڈرز اور ٹھیکیداروں کا کہنا ہے کہ تعمیراتی خام مال اور مزدوروں کی منڈیوں میں خام مال کی قلت کے نتیجے میں قیمتوں میں فوراً اضافہ ہو جاتا ہے۔

تجرباتی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ علیت دونوں طرح سے ہو سکتی ہے (جدول 9.5)۔ زیر جائزہ مدت میں تعمیراتی جی ڈی پی کی نمو اور عمارتی خام مال کی قیمتوں کی گرانی کے لیے گرجنر ٹیسٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ گرانی اور نمو کے درمیان گرجنر علیت دو طرفہ ہے۔ طلب پر مبنی گرانی کا مفروضہ کچھ کمزور ہے جبکہ گرانی کے نتیجے میں جی ڈی پی میں نمو دیکھی گئی تھی۔

25 تھروکل کے ترقیاتی منصوبے پر بہت سست رفتاری سے عملدرآمد ہو رہا ہے اور نائزوں کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی کی بلند سطح سینٹ کی بھٹیوں میں اس کے وسیع تر استعمال میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

تاہم، دلچسپ امر یہ ہے کہ گرانٹی اور جی ڈی پی گرنجر میں براہ راست علیت پائی جاتی ہے۔ زیر جائزہ مدت کے دوران تعمیراتی صنعت کی نمو اور گرانٹی کے درمیان مثبت ربط پایا جاتا ہے جو اس توقع کے برخلاف ہے کہ گرانٹی کی بلند سطح نمو میں کاباعث بن سکتی ہے۔

ایک اور بینا نہ طلب کی کلیدار قیمت ہے، تاہم اس سے نشاندہی ہوتی ہے کہ دونوں متغیرات کے درمیان کوئی بامقصد ربط نہیں پایا جاتا (شکل 9.14)۔ تاہم ظاہر ہوتا ہے کہ زیر جائزہ مدت کے دوران تعمیرات کا شعبہ لاگت میں ہونے والی تبدیلیوں کے مقابلے میں بڑی حد تک غیر کلیدار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تعمیرات کی صنعتی سرگرمی اور گرانٹی کی ایک دوسرے کے متعلق پیش گوئی کمزور ہوتی ہے۔ یہ ایک اور متغیر یا متغیرات کی موجودگی کو ظاہر کرتا ہے جو کہ جی ڈی پی اور گرانٹی کے طرز عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس بات کا امکان بہت زیادہ ہے کہ تعمیرات کا ایک دوسرے سے گہرا ربط ہوتا ہے۔ تاہم، ان پیش گوئی متغیرات کا انحصار تعمیرات میں سرمایہ کاری کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ تمام سرمایہ کاریوں کی طرح لاگت کو صرف متوقع منافع کے تناظر میں دیکھا جاسکتا ہے۔ منافع یا قیمت جس پر مستقبل میں جاننا اور فروخت کیا جاسکتا ہے، اس کا انحصار رینٹل اسٹیٹ اور سرمایہ منڈیوں کی سرگرمی، خطرہ منڈی اور امن وامان سے پیدا ہونے والے خطرات، ٹیکس نظام میں تبدیلیوں وغیرہ جیسے عوامل پر ہوتا ہے۔ یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ عمارتی خام مال کی قیمتوں کے رجحانات طلب کی نوعیت کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور ان کا رینٹل اسٹیٹ مارکیٹ کی توقعات کو بنانے میں اہم کردار ہوتا ہے۔ رینٹل اسٹیٹ منڈیوں میں تیزی کے رجحان سے تعمیراتی صنعت کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

بوجود برآمدات کی بلند سطح کے نتیجے میں انہیں کفایتی حجم سے فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً، سیمنٹ بنانے والے بعض کارخانہ داروں نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ برآمدات میں کمی کریں گے تاکہ انہیں ملک میں بلند قیمتیں حاصل ہو سکیں۔ سوڈا الیش کی صنعت (شیشے کا خام مال) کا رویہ بھی ایسا ہی تھا جس نے برآمدی حجم میں خاصی کمی کر کے قیمتوں میں 20 فیصد کا اضافہ کر دیا۔

آخر میں، پیٹنس کی صنعت وہ واحد صنعت تھی جس کی مقدار میں کمی اس میں ساختی تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔ پیٹنس بنانے والی کئی بڑی کمپنیاں اب رنگوں کی کسٹمائزیشن (customization) کی ٹیکنالوجی کو اختیار کر رہی ہیں جس کی مدد سے صارف کو وقت ضائع کیے بغیر اس کی مرضی کا شیڈ تیار کر کے دینا ممکن ہو جائے گا۔ تاہم، یہ ٹیکنالوجی مہنگی ہے اور اس کی مارکیٹ محدود ہے لیکن پیٹنس بنانے والی کمپنیاں اسے منافع بخش سمجھ رہی ہیں۔ اس لیے، اگرچہ رسمی شعبے میں پیٹنس کی قیمت مالی سال 11ء کے دوران 30 فیصد تک بڑھ گئی تھی لیکن اس کی پیداوار میں 25 فیصد کمی آگئی۔ سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ سستے پیٹنس کی طلب کی ضروریات اب غیر رسمی شعبے کی چھوٹے پیمانے کی فیکٹریاں پوری کر رہی ہیں۔

9.4.2 فنڈز کے حصول کی جدوجہد

مالی سال 11ء کے دوران سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کی تعمیرات کی نمو میں کمی کا ایک اہم سبب فنڈز کی قلت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عمارتی لاگت میں تیزی سے اضافہ رقوم کی مزید کمی کا باعث بنا۔ آخر میں رینٹل اسٹیٹ مارکیٹوں میں جاری مندی کے رجحان کا نتیجہ ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری میں کمی کی صورت میں برآمد ہوا۔

سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام کے لیے مختص فنڈز میں سال کے دوران خاصی کٹوتی کی گئی²⁶ جو کہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی فوری بحالی کے لیے کسی حد تک ضروری تھی۔ تاہم، ہمیں یقین ہے کہ اخراجات کے اس اضافی بوجھ کے بغیر بھی مالیاتی اخراجات کے مقررہ حد سے تجاوز کا امکان تھا۔ سرکاری فنڈز کو منجمد کرنے کی وجہ سے متعدد جاری اور مجوزہ منصوبوں پر کام روک دیا گیا۔ اس کے علاوہ، بعض غیر ملکی امدادی ایجنسیوں نے بھی فنڈز فراہم نہیں کیے جس کے نتیجے میں ایک بڑے ڈیم کی تعمیر کا کام رک گیا۔

نجی شعبے میں اگرچہ مضبوط طلب موجود نہیں تھی لیکن بعض جاری منصوبوں کے لیے رقوم کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مالی سال 11ء کے دوران تعمیرات کے شعبے کو بینکوں کی قرض گاری میں صرف 0.9 فیصد کا اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ دو برسوں سے اس میں کمی کا رجحان رہا تھا۔ اس کا سبب اس شعبے میں نادہنگی کی بلند شرح ہے۔ مالی سال 11ء کے دوران رہن مالکاری کی شرح 25 فیصد سے زائد کی بلند سطح پر پہنچ گئی تھی۔

مزید برآں، سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیونٹی مکاناتی منصوبوں (جو عام طور پر بینکوں سے قرضہ نہیں لیتے) کے بلڈرز کو بھی صارفین کی جانب سے ماہانہ قسطوں کی ادائیگیوں میں نادہنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر میں، بلند گرانٹی کے باعث قسطوں کی ادائیگیوں پر دوبارہ سودے بازی بھی مشکل ہو گئی کیونکہ مکانوں کے ممکنہ خریداروں نے لاگت میں ہونے والے اضافے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

²⁶ مالی سال 11ء کے بجٹ میں جاری اخراجات میں مکانات اور کیونٹی ہولتوں کے لیے 1.8 ارب روپے مختص کیے گئے تھے۔ بعد ازاں اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے کم کر کے 1.7 ارب روپے کر دیا گیا۔ اس میں 9.8 فیصد کمی ہوئی۔ مکانات اور تعمیرات کے شعبے کے لیے ترقیاتی بجٹ 3.6 ارب روپے تھا، جسے بعد ازاں کم کر کے 1.5 ارب روپے کر دیا گیا یعنی اس میں 57.3 فیصد کمی کی گئی۔

اسٹیٹ بینک بینکوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ وہ تعمیرات اور مکانات کے شعبے کو قرضے فراہم کریں۔ اسٹیٹ بینک کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات میں انفراسٹرکچر ماکاری کے نظر ثانی شدہ رہنما خطوط کا اجرا (اگست 2010)، پاکستان مورگج ری فنانس ایجنسی (جوامالی سال 12ء کی پہلی ششماہی میں کام شروع کرے گی) اور بینکوں کی جانب سے بڑے بلڈرز کو مالی مصنوعات تیار کرنے میں مدد دینا (منصوبے پر کام جاری ہے) اور شیشے کی صنعت کو بینکوں کے رعایتی قرضوں (جنوری 2011ء سے طویل مدتی ماکاری سہولت کے تحت) کی فراہمی جیسے اقدامات شامل ہیں۔ امید کی جارہی ہے کہ مذکورہ اقدامات سے مستقبل میں معاشی نمو کے لیے فنڈز کی باآسانی دستیابی کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔

آئندہ سال تعمیرات میں معتدل ترقی کا امکان ہے

اگر زری پالیسی میں نرمی کا سلسلہ جاری رہا تو ہمیں توقع ہے کہ مستقبل میں اس شعبے کو ماکاری کی دستیابی میں بہتری آئے گی۔ مزید برآں، مکاناتی ماکاری کے لیے مخصوص اقدامات جن کا مندرجہ بالا طور میں ذکر کیا گیا ہے، ان پر عملدرآمد سے ضروری قرضوں کی فراہمی کے ذریعے اس شعبے کی نمو کو بڑھانے میں مدد ملے گی۔

مزید برآں، سیلاب کے بعد نوآبادکاری، انفراسٹرکچر اور بجلی کے شعبے بشمول ایران پاکستان گیس پائپ لائن اور کچھ ڈیموں کی تعمیر کے لیے مجوزہ حکومتی سرمایہ کاری سے بھی اس شعبے کی نمو بڑھے گی۔ یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ مالی سال 12ء کی پہلی سہ ماہی میں سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام (پی ایس ڈی پی) کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سال بڑے ڈیموں اور انفراسٹرکچر کی تعمیر کے لیے رقوم جاری کی جارہی ہیں۔

نمو کے اس موقع کو عملی شکل دینے کے لیے عمارتی خام مال کی منسلک صنعتوں کا تعاون بھی درکار ہوگا۔ لیکن اس صنعت میں نمو کی پیش گوئی بہت مشکل کام ہے۔ جیسا کہ ماضی میں دیکھنے میں آیا ہے کہ طلب کے علاوہ بعض دیگر عوامل بھی پیداوار پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

مالی سال 12ء کے بجٹ میں اینٹوں اور کنکریٹ بلاکس پر 16 فیصد سلیز ٹیکس کا نفاذ ایک معمولی دھچکا ثابت ہو سکتا ہے۔ اب تک ان صنعتوں کو ٹیکسوں سے استثنیٰ حاصل تھا۔ اس نئے ٹیکس سے طلب میں کچھ کمی ہوگی لیکن ہمیں یقین ہے کہ اینٹوں کی صنعت پر ٹیکسوں کا نفاذ درست سمت میں اٹھایا گیا ایک قدم ہے۔ اینٹ سازی پاکستان کی ایک بہت بڑی صنعت ہے اور تقریباً ساری ہی دستاویزیت کے دائرے سے باہر ہے۔²⁷ بد قسمتی سے ماضی میں اس صنعت کو دستاویزی شکل دینے اور ٹیکس عائد کرنے کی کوششیں بھٹے مالکان کی مزاحمت کے باعث کامیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ اس لیے صرف امید کی جاسکتی ہے کہ حکومت حالیہ کوشش پر ثابت قدمی سے عمل پیرا ہوگی۔

²⁷ چین اور بھارت کے بعد پاکستان اینٹیں بنانے والا دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں سالانہ ایک ارب اینٹیں بنائی جاتی ہیں۔ ماخذ: ایلن بام، 'اینٹوں کی بھٹیوں سے سیاہ کاربن کا اخراج'، صاف فضا کی ناسک فورس پر پریزنٹیشن، 17 اپریل، 2010ء۔ www.iiasa.ac.at/rains/meetings/.../Day2/Chaisson_brickkilns.pdf

فہرست اصطلاحات (انگریزی حروف تہجی کے لحاظ سے)

adjusted weight	تطبیقی وزن	external debt	بیرونی قرضہ
aggregate demand	مجموعی طلب	fiscal deficit	مالیاتی خسارہ
allied industries	منسلک صنعتیں	fixed investment loans	معینہ سرمایہ کاری قرضے
anecdotal evidence	سمعی شواہد	floating debt	رواں قرضہ
balance of payments	ادائیگیوں کا توازن	forced sale value	قیمت فروخت لازم
budgetary borrowing	میزانیہ قرض گیری	foreign direct investment	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
budgetary support	اعانت میزانیہ	foreign exchange reserves	زرمبادلہ کے ذخائر
capital adequacy ratio	شرح کفایت سرمایہ	headline inflation	عمومی گرانی
capital formation	تفکیلی سرمایہ	house rent index	اشاریہ کرایہ مکان
capital market	سرمایہ منڈی	incidental cost	اتفاقی لاگت
cash reserve requirement	مطلوبہ نقد محفوظ	interest rate	شرح سود
cellular phone density	موبائل فون کی گنجائیت	investor's portfolio of securities	تمسکات کا سرمایہ کاری جزدانی کھاتہ
circular debt	گردشی قرضے	invisible account	نادیدہ کھاتہ
consumer price index	صارف اشاریہ قیمت	kerb premium	غیر رسمی اضافت
consumer financing	صارفی مالکاری	large scale manufacturing	بڑے پیمانے کی اشیاء سازی
cost push inflation	لاگتی گرانی	liquidity management	سیالیت کا انتظام
CPI inflation	گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت	livestock census	حیوان شماری
current account balance	جاری حسابات کا توازن	long term loans	طویل مدتی قرضے
current account deficit	جاری حسابات کا خسارہ	macroeconomic indicators	معاشی اظہاریے
current transfers	جاری منتقلیاں	marginal propensity to consumer	صرف و سرمایہ کاری کا ختم میلان
debt sustainability indicators	قرضہ جاتی برداشت کے اظہاریے	monetary indicators	زری اظہاریے
demand pressure	طلبی دباؤ	monetary tightening	زری سختی
depositor	امانت گزار	monetization	تسلک
depreciation	تخفیف	money market	بازار زر
double digit	دو ہندسی	NSS instruments	قومی بچت اسکیموں کے وثیقہ جات
efficiency	کارکردگی/کارگذاری	net domestic assets	خالص ملکی اثاثے
empirical	تجربہ	net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے
employment-intensive	مرکز بہ روزگار	net foreign investment	خالص بیرونی سرمایہ کاری
exchange rate	شرح مبادلہ	nominal effective exchange rate	نامیہ مؤثر شرح مبادلہ
expenditures	اخراجات	nominal operating surplus	نامیہ جاری منافع
external account balance	بیرونی حسابات کا توازن	non-linear	غیر خطی

non-performing loans	غیر ادا شدہ قرضے	trade account	تجارتی کھاتہ
open market operations	بازار زر کے سودے	trade balance	تجارتی توازن
operating revenues	جاری آمدنی	transmission & distribution losses	ترسیلی و تقسیمی نقصانات
opportunity cost	موقع لاگت	uncompetitive bids	غیر مسابقتی بولیاں
optimal saving	سازگار بچت	unfunded debt	غیر فنڈ قرضہ
out-standing export bills	واجب الادا برآمدی بل	value addition	قدر اضافی
overnight rates	شبینہ نرخ	value chain	قدری سلسلہ
parity	مساوات	volatility	تغیر پذیری
penal interest rate	تجزیری شرح سود	workers' remittances	کارکنوں کی ترسیلات
portfolio investment	جزدانی سرمایہ کاری		
profitability	نفع آوری/یابی		
provisioning	تموین		
real effective exchange rate	حقیقی مؤثر شرح مبادلہ		
recovery	واپسی (قرضوں کی)		
relative price index	اشاریہ نسبتی قیمت		
re-rolling	دوبارہ ڈھلائی		
reserve adequacy	زرمبادلہ کی موزونیت		
reserve money	زربنیاد		
reevaluation	باز قدر پیمائی		
risk weighted average	بہ وزن اوسط خطرہ		
scheduled banks	جدولی بینک		
securities	تمسکات		
semi-manufactured goods	نیم ساختہ مصنوعات		
sensitive price indicator	حساس قیمت اظہاریہ		
ship breaking	جہاز شکنی		
shock	دھچکا		
sovereign bonds	ریاستی بانڈز		
specialized banks	تخصیصی بینک		
stagflation	جمودی گرائی		
stochastic	قیاسی		
supply chain	رسدی کڑیاں		
tax revenue	ٹیکس محاصل		
terms of trade	تناسبات تجارت		
time liabilities	میعادی واجبات		

فہرست اصطلاحات (اردو حروف تہجی کے لحاظ سے)

operating revenues	جاری آمدنی	incidental cost	اتفاقی لاگت
current account balance	جاری حسابات کا توازن	expenditures	اخراجات
current account deficit	جاری حسابات کا خسارہ	balance of payments	ادائیگیوں کا توازن
current transfers	جاری منتقلیاں	house rent index	اشاریہ کرایہ مکان
scheduled banks	جدولی بینک	relative price index	اشاریہ نسبی قیمت
portfolio investment	جزدانی سرمایہ کاری	budgetary support	اعانت میزانیہ
stagflation	جمودی گرانی	depositor	امانت گزار
ship breaking	جہاز شکنی	open market operations	بازار زر کے سودے
sensitive price indicator	حساس قیمت اظہاریہ	money market	بازار زر
real effective exchange rate	حقیقی مؤثر شرح مبادلہ	revaluation	باز قدر پیمائی
livestock census	حیوان شماری	foreign direct investment	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے	large scale manufacturing	بڑے پیمانے کی اشیاء سازی
net foreign investment	خالص بیرونی سرمایہ کاری	risk weighted average	بہ وزن اوسط خطرہ
net domestic assets	خالص ملکی اثاثے	external account balance	بیرونی حسابات کا توازن
re-rolling	دوبارہ ڈھلائی	external debt	بیرونی قرضہ
double digit	دو ہندس	penal interest rate	تعمیری شرح سود
shock	دھچکا	trade balance	تجارتی توازن
supply chain	رسدی کڑیاں	trade account	تجارتی کھاتہ
floating debt	رواں قرضہ	empirical	تجربی
sovereign bonds	ریاستی بانڈز	specialized banks	تخصصی بینک
reserve money	زربنیاد	depreciation	تخفیف
reserve adequacy	زرمبادلہ کی موزونیت	transmission & distribution losses	ترسیلی و تقسیمی نقصانات
foreign exchange reserves	زرمبادلہ کے ذخائر	monetization	تمسک
monetary indicators	زری اظہاریہ	capital formation	تفکیل سرمایہ
monetary tightening	زری سختی	adjusted weight	تطبیقی وزن
optimal saving	سازگار بچت	volatility	تغیر پذیری
capital market	سرمایہ منڈی	securities	تمسکات
anecdotal evidence	سمعی شواہد	investor's portfolio of securities	تمسکات کا سرمایہ کاری جزدانی کھاتہ
liquidity management	سیالیت کا انتظام	provisioning	تموین
overnight rates	شبینہ نرخ	terms of trade	تناسبات تجارت
interest rate	شرح سود	tax revenue	ٹیکس محاصل

budgetary borrowing	میزانیہ قرض گیری	capital adequacy ratio	شرح کفایت سرمایہ
time liabilities	میعادی واجبات	exchange rate	شرح مبادلہ
invisible account	نادیدہ کھاتہ	consumer price index	صارف اشاریہ قیمت
nominal operating surplus	نامیہ جاری منافع	consumer financing	صارفی مالکاری
nominal effective exchange rate	نامیہ مؤثر شرح مبادلہ	marginal propensity to consumer	صرف سرمایہ کاری کا ختم میلان
profitability	نفع آوری/یابی	demand pressure	طلبی دباؤ
semi-manufactured goods	نیم ساختہ مصنوعات	long term loans	طویل مدتی قرضے
recovery	واپسی (قرضوں کی)	headline inflation	عمومی گرانی
out-standing export bills	واجب الادا برآمدی بل	non-performing loans	غیر ادا شدہ قرضے
		non-linear	غیر خطی
		kerb premium	غیر رسمی اضافت
		unfunded debt	غیر فنڈ قرضہ
		uncompetitive bids	غیر مسابقتی بولیاں
		value addition	قدر اضافی
		value chain	قدری سلسلہ
		debt sustainability indicators	قرضہ جاتی برداشت کے اظہار
		NSS instruments	قومی بچت اسکیموں کے وثیقہ جات
		stochastic	قیاسی
		forced sale value	قیمت فروخت لازم
		efficiency	کارکردگی/کارگزاری
		workers' remittances	کارکنوں کی ترسیلات
		CPI inflation	گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت
		circular debt	گردشی قرضے
		cost push inflation	لاگتی گرانی
		fiscal deficit	مالیاتی خسارہ
		aggregate demand	مجموعی طلب
		employment-intensive	مرکز پر روزگار
		parity	مساوات
		cash reserve requirement	مطلوبہ نقد محفوظ
		macroeconomic indicators	معاشی اظہار
		fixed investment loans	معینہ سرمایہ کاری قرضے
		allied industries	منسلک صنعتیں
		cellular phone density	موبائل فون کی گنجائیت
		opportunity cost	موقع لاگت